

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222980

UNIVERSAL
LIBRARY

Checked 1978

بسم الله الرحمن الرحيم

قیمت-دور وید آٹھ آنہ

Chandiram Brothers,

SILK MERCHANT,

115 Oxford Street, SECUNDERABAD.

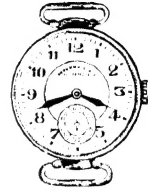


گھڑیاں

بہمنی کلکتہ اور مدراس کے قیمت پر

ویسٹ اینڈ واچ-ریکارڈ

ایبوراڈ و فیورلو



ہا جسے مشہور کمپنیوں کے جیبی و دستی گھڑیاں کلاک-الکٹروک کلاک وغیرہ کا نیا اسٹاک ہم سے خریدائی۔

دیشمی پارچہ — ہر قسم سلک کا نیا اسٹاک ہر مذاق کا فرائس (انکلائڈ) سولہ روپے

چاندیا پان اور امریکہ سے رامت منسلک آیا جاتا ہے۔ اعلیٰ ترین خوش و نعم ویلویت سوئٹرز لائڈ

کی عمدہ کاچوہی و ریشمی کام کی ہوئی ساریاں عمدہ ٹوئچ کار جوہی سفید سازی

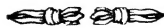
ہا ردرس ہڈارسی کٹاور۔ شرتنگ کا بہترین ایٹرا اور ہر قسم کا ندسی ٹوئٹس وغیرہ ہر اس

شادی و دیگر تقاریب

ہر وقت موجود رہتا ہے



ایک بار کی خریداری آپکو ہمیشہ مطمئن کرادیتی



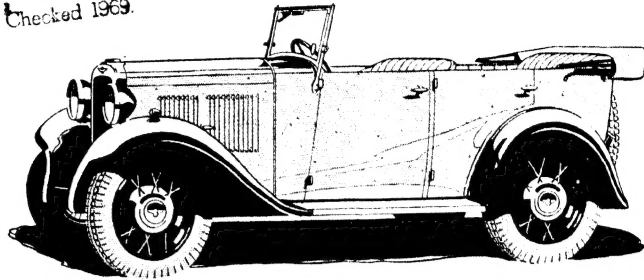
چندی رام بڑا دس سلک مرچنٹ

۱۱۵ - اکسفورڈ اسٹریٹ سکندر آباد

HILLMAN

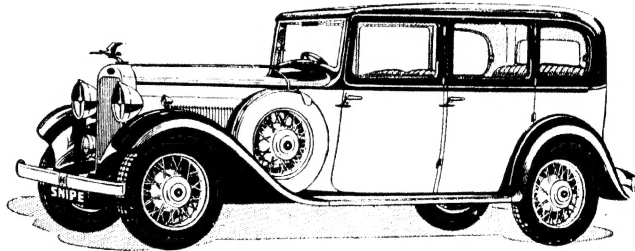
1962

Checked 1969.



ہیلمن مینڈکس وہامس ویز ڈیوٹر کارس انگلستان لی جڈت
ڈیٹا سٹ پیسندی - اور موٹر ماری کا بہترین ڈیوٹر ہیں

HUMBER



ہمبر موٹر کارس کے مختلف ماڈل ان خاص اشخاص کے مرغوب خاطر
ہو گئے جو علاوہ آرام کی پائیداری اور خوبصورتی کو منہو نظر رکھتے ہوں

COMMER

کو مریلا ریڈیو فہایت مشین
ہو تی ہیں اور کم خرچ

نصیر اڈو مو بائل اینڈ انٹینڈرنگ ورس

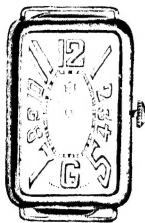
حیدر آباد

خیرت آباد

Chandiram Brothers,

SILK MERCHANT,

115 Oxford Street, SECUNDERABAD.

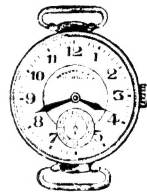


گھڑیاں

بمبئی کلکتہ اور مدراس کے قیمت پر

ویسٹ اینڈ واچ - ریکارڈ

ایبوراڈ و فیورلو



ہا جسے مشہور کمپنیوں کے جیبی و دستی گھڑیاں - کلاک - الیکٹروک کلاک وغیرہ کا نیا اسٹاک ہم سے ختم ہونے لگا۔

دیشمی پارچہ - ہر قسم سلک کا نیا اسٹاک، ہر مذاق کا نیا اسٹاک، انگلینڈ، سوئٹزرلینڈ

کا نیا پارچہ اور امریکہ سے راستہ ہندوستان کا نیا اسٹاک، انگریزی، فرانسیسی، ہندوستانی

کی عمدہ کاریوں و دیشمی کام کی ہونے والی پارچہ، عمدہ فروغ کا رچو ہی مضمحل سازی

ہا رڈ رس ہڈا رسی کٹاؤ - شو کڈک کا بہترین کپڑا اور ہر قسم کا قدسی ٹوڈیکس وغیرہ ہر اسے

شادی و دیگر تقاریب

ہر وقت موجود رہتا ہے

ایک بار کی خریداری آپکو ہمیشہ مطمئن کر ادیتی

چندی رام برادر س سلک مرچنٹ

۱۱۵ - اکسفورڈ اسٹریٹ سکندر آباد

مملکت آصفیہ کا مشہور و مقبول عام



جسکی افادیت و مذاقت کا ضامن محکمہ دارالتجربہ سرکار عالی ہے

مال کا محافظ ہونیکے علاوہ - ہال
سیاہ ملاہم اور چمکدار کرتا ہے۔

دماغی کام کرنیوالوں کے لئے پیچید
منید ہے۔

قیمت ایک روپیہ
علاوہ محصول ڈاک

اسکے علاوہ دیسی ولایتی عمدہ
پائیدار روغنیا ت قوام تمباکو
خوردنی بھی مل سکتے ہیں۔



The following is the result
of Analysis by
H. E. H. THE NIZAM'S
Government Laboratory
Hyderabad-Deccan.

The sample of Gulbhar
Hair Oil submitted for exa-
mination was found to contain
Genuine Vegetable Oils, and
is free from mineral oil. It is
pleasantly coloured and deli-
cately perfumed.

Manufactured by
GULBHAR COMPANY,
HYDERABAD-Deccan.

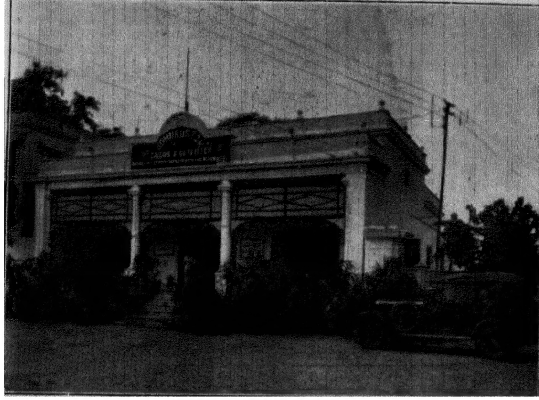
پروپرائیٹر متصوم علی ولد نور محمد عطر مرچنٹ

افضل گنج حیدر آباد کن

JOHN BURTON,

TAILORS & OUTFITTER,
SECUNDERABAD-DECCAN.

BY SPECIAL APPOINTMENT TO H. E. H. THE NIZAM, G.C.S.I., G.C.B.E.



بسترچی خاص علی حضرت خواجہ نور محمد انارکلی ہائینڈ نظام چی سی سی آئی جی سی بی ایم

تقریباً (۲۵) سال سے اعلیٰ قدر دانوں کی خدمت کر رہا ہے

شیر وانی - بریجس - سوٹ - کوٹ - قمیص - کالر

متعدد رنگ ہرنگ اور نئی وضع کے نایاب ریشمی - اونی اور مر سرانڈ ڈکڑے

ضروریات لباس مثلاً نکٹائی ہواسکارف - پائڈام - دستانہ

واٹر پروف - کوٹ - جیات - فینسی ہٹن وغیرہ ہر وقت

اسٹاک میں موجود رہتے ہیں

کارخانہ خیاطی کا

اہتمام اور نفیس کات مشاق یورپین ماہر خیاط کی نگرانی میں ہے

شیر وانی اور بریجس کی تیاری میں خاص مہارت ہے

جان برٹن (الکزنڈر ارڈ) سکن آباد دکن



نظام و جیتیل پیر آئیل

خسرو دکن خلد اللہ ملکہ

کاپسندیدہ و اجازت یافتہ شہید میارک ٹریڈ مارک

دماغ اور دھسن کا تنہا محفاظ

بہترین قبیلوں سے سو فیصدی بہتر

ہر جگہ ماسکتا ہے

ایک روپیہ ۸ آنہ

تیار کر دے

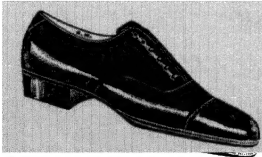
انگلش پیکنگ

دکن پیر آئیل کمپنی

حیدرآباد - دکن

(ہندوستان کی مشہور و فہمیشوں سے علائی تمغے یافتہ)

OXFORD



OXFORD



BEGG BROS,

Boot and Shoe Dealers,
and Sole Agents,

Direct Importers, and suppliers
to all the District of
H.E.H. The Nizam's Dominions,
Pathargutty Road,
(HYDERABAD-DN.)

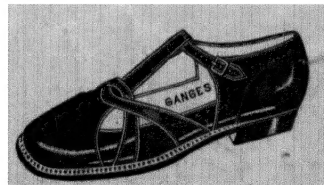
اگر

مضبوط طو بصر اور اپتو
ڈیسٹ فیشن کے ہوٹ شو
دکارہوں کو "جو تاگھر"
پتھر گئی سے خرید کیجئے جو ہانکل
واچنی قیمت پر ملیدگے - تنصیل
کیلئے ہانصو یو کراٹلاک معہ فہرست
صفت طلب فرمائے -

GILSON SHOE



SANDAL



پتھر-جو تاگھر پتھر گئی روئے حیدرآباد دکن (پروپرائٹرس بیگ برادر س)

فہرست مضامین سالنامہ رہبر دکن بابۃ ۱۳۳۳ھ

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۱	عمر بن حال	۳	۱	نظریہ	۲۰
۲	سری رام چندر جی کی عظمت کا مطالعہ ایک شجاع کی نظر سے	۵	۲	نظریہ	۲۱
۳	عالم پس پردہ اسلام اور یورپ	۸	۳	نظریہ	۲۲
۴	تفکک اور تکلیف	۹	۴	نظریہ	۲۳
۵	خاندان خلیفہ کے گھر آباد	۱۱	۵	نظریہ	۲۴
۶	حیدر آباد کی علمی سرگرمیاں	۱۹	۶	نظریہ	۲۵
۷	آصف جاہ سادہ سن	۲۲	۷	نظریہ	۲۶
۸	نواب میر محبوب علی خان غفر	۲۶	۸	نظریہ	۲۷
۹	مکان کے عیدیں	۳۰	۹	نظریہ	۲۸
۱۰	”تبدیلی“ (افسانہ)	۳۳	۱۰	نظریہ	۲۹
۱۱	وقائع تجاری	۳۵	۱۱	نظریہ	۳۰
۱۲	پردہ نسواں	۳۶	۱۲	نظریہ	۳۱
۱۳	نظام سرکار کا تیار	۳۷	۱۳	نظریہ	۳۲
۱۴	ٹیلیوژن	۳۸	۱۴	نظریہ	۳۳
۱۵	اے آرمی ایس بی ایس آرمس	۴۲	۱۵	نظریہ	۳۴
۱۶	پروفیسر کلید جامہ غنائیہ	۴۴	۱۶	نظریہ	۳۵
۱۷	یہ نوجوان صاحب مدبر غنائیہ	۴۵	۱۷	نظریہ	۳۶
۱۸	رج فقی صاحب	۴۷	۱۸	نظریہ	۳۷
۱۹	مولوی بدیع زین جبین صاحب پوری	۵۵	۱۹	نظریہ	۳۸
۲۰	مولوی ابو محمد عمر صلاح صاحب یاضی	۵۷	۲۰	نظریہ	۳۹
۲۱	مولوی سید محمد صاحب ایم اے	۶۱	۲۱	نظریہ	۴۰
۲۲	مولوی محمد علی الدین خاں اور پروفیسر کلید جامہ غنائیہ	۶۵	۲۲	نظریہ	۴۱
۲۳	مولوی سید عارف الدین صاحب بی ایس سی آنرز ناظم خیرات	۶۷	۲۳	نظریہ	۴۲
۲۴	مولوی عبد الحمید صاحب مدنی اچھا	۷۱	۲۴	نظریہ	۴۳
۲۵	ال ال بی پروفیسر کلید جامہ غنائیہ	۷۵	۲۵	نظریہ	۴۴
۲۶	مولوی نثار علی صاحب پوری	۸۱	۲۶	نظریہ	۴۵
۲۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۸۵	۲۷	نظریہ	۴۶
۲۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۸۹	۲۸	نظریہ	۴۷
۲۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۹۱	۲۹	نظریہ	۴۸
۳۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۹۴	۳۰	نظریہ	۴۹
۳۱	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۹۸	۳۱	نظریہ	۵۰
۳۲	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۰۱	۳۲	نظریہ	۵۱
۳۳	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۰۴	۳۳	نظریہ	۵۲
۳۴	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۰۷	۳۴	نظریہ	۵۳
۳۵	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۱۰	۳۵	نظریہ	۵۴
۳۶	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۱۳	۳۶	نظریہ	۵۵
۳۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۱۶	۳۷	نظریہ	۵۶
۳۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۱۹	۳۸	نظریہ	۵۷
۳۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۲۲	۳۹	نظریہ	۵۸
۴۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۲۵	۴۰	نظریہ	۵۹
۴۱	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۲۸	۴۱	نظریہ	۶۰
۴۲	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۳۱	۴۲	نظریہ	۶۱
۴۳	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۳۴	۴۳	نظریہ	۶۲
۴۴	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۳۷	۴۴	نظریہ	۶۳
۴۵	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۴۰	۴۵	نظریہ	۶۴
۴۶	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۴۳	۴۶	نظریہ	۶۵
۴۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۴۶	۴۷	نظریہ	۶۶
۴۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۴۹	۴۸	نظریہ	۶۷
۴۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۵۲	۴۹	نظریہ	۶۸
۵۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۵۵	۵۰	نظریہ	۶۹
۵۱	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۵۸	۵۱	نظریہ	۷۰
۵۲	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۶۱	۵۲	نظریہ	۷۱
۵۳	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۶۴	۵۳	نظریہ	۷۲
۵۴	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۶۷	۵۴	نظریہ	۷۳
۵۵	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۷۰	۵۵	نظریہ	۷۴
۵۶	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۷۳	۵۶	نظریہ	۷۵
۵۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۷۶	۵۷	نظریہ	۷۶
۵۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۷۹	۵۸	نظریہ	۷۷
۵۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۸۲	۵۹	نظریہ	۷۸
۶۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۸۵	۶۰	نظریہ	۷۹
۶۱	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۸۸	۶۱	نظریہ	۸۰
۶۲	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۹۱	۶۲	نظریہ	۸۱
۶۳	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۹۴	۶۳	نظریہ	۸۲
۶۴	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۱۹۷	۶۴	نظریہ	۸۳
۶۵	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۰۰	۶۵	نظریہ	۸۴
۶۶	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۰۳	۶۶	نظریہ	۸۵
۶۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۰۶	۶۷	نظریہ	۸۶
۶۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۰۹	۶۸	نظریہ	۸۷
۶۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۱۲	۶۹	نظریہ	۸۸
۷۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۱۵	۷۰	نظریہ	۸۹
۷۱	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۱۸	۷۱	نظریہ	۹۰
۷۲	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۲۱	۷۲	نظریہ	۹۱
۷۳	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۲۴	۷۳	نظریہ	۹۲
۷۴	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۲۷	۷۴	نظریہ	۹۳
۷۵	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۳۰	۷۵	نظریہ	۹۴
۷۶	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۳۳	۷۶	نظریہ	۹۵
۷۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۳۶	۷۷	نظریہ	۹۶
۷۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۳۹	۷۸	نظریہ	۹۷
۷۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۴۲	۷۹	نظریہ	۹۸
۸۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۴۵	۸۰	نظریہ	۹۹
۸۱	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۴۸	۸۱	نظریہ	۱۰۰
۸۲	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۵۱	۸۲	نظریہ	۱۰۱
۸۳	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۵۴	۸۳	نظریہ	۱۰۲
۸۴	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۵۷	۸۴	نظریہ	۱۰۳
۸۵	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۶۰	۸۵	نظریہ	۱۰۴
۸۶	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۶۳	۸۶	نظریہ	۱۰۵
۸۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۶۶	۸۷	نظریہ	۱۰۶
۸۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۶۹	۸۸	نظریہ	۱۰۷
۸۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۷۲	۸۹	نظریہ	۱۰۸
۹۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۷۵	۹۰	نظریہ	۱۰۹
۹۱	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۷۸	۹۱	نظریہ	۱۱۰
۹۲	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۸۱	۹۲	نظریہ	۱۱۱
۹۳	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۸۴	۹۳	نظریہ	۱۱۲
۹۴	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۸۷	۹۴	نظریہ	۱۱۳
۹۵	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۹۰	۹۵	نظریہ	۱۱۴
۹۶	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۹۳	۹۶	نظریہ	۱۱۵
۹۷	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۹۶	۹۷	نظریہ	۱۱۶
۹۸	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۲۹۹	۹۸	نظریہ	۱۱۷
۹۹	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۳۰۲	۹۹	نظریہ	۱۱۸
۱۰۰	مولوی سید حسین الدین صاحب پوری	۳۰۵	۱۰۰	نظریہ	۱۱۹

۱۱	غزل	ہودی محمد عظیم شاہ صاحب سہمد	۴۰
۱۲	ایضاً	نواب حسین نواز جنگ آباد خرمہ و	۹۲
۱۳	نقطہ تاریخ سالنامہ بربرک	ہودی سید ضیاء الدین صاحب علی	۹۳
۱۴	زیب النساء	محمدرضا عابدی صاحب بی اسے	۱۰۰

تصاویر

(سنگی)

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم تاجدار دکن خلیفہ مسلمانہ

چاند سلطان قلعہ احمد نگر میں اپنی افواج کے ساتھ مدافعت کر رہی ہیں

پرہیزگاہ اور برہمن

تصاویر انقرہ پائے تخت ترکی

ایوان پائیمان ترکیب

قصریم انقرہ کا عام نظارہ

زنانہ عارضہ صحت و حقیقت عصمت پاشا انطیوٹ (انقرہ)

جدید انقرہ کی ایک شاندار عمارت (تجارتی عمارت)

انحصار گرافی میوزیم (انقرہ)

عمارت و اہل انظرہ

تصاویر بڑاڑ

قلعہ بالا پور کا ایک منظر

قلعہ بالا پور کا اندرونی دروازہ

مسند دروازہ بازار داکول

قصبہ نر تالاب میں مہا کالی کا دروازہ داکول

مسجد فتح کھیلوہ (بلدبانہ)

تالاب نواب بازار (ایضاً)

سنت گاؤں کا بڑا مندر (ایضاً)

منظر عام مندر کا ایک دیوی (داکول)



صفت کی حالت اور پتے کی ایک ہی بات اس اخیر کی نسبت یہ ہے کہ روزنامہ کو راستہ رکھتے اور پتے پر سے گزرا بنا رہنے سے نکلنے کی کوششوں میں سرگرم ہے کہ بعد از سرکار باہر اس قابل ہی نہ تھا کہ سالانہ کارنامہ ایک اس گزرا بنا رہی میں ایک حد تک کمی ہوئی ہے سالانہ ملک کے گئے ہے۔

یہ سالنامہ کہتا ہے اس کی نسبت کچھ لکھ کر رہے "اپنے نہ آپ یہاں چھوٹا سا نہیں چاہتا۔ یہ ایک ملک کے سامنے ہے۔ قاضی کرام اور اہل نظر خود انداز کر لیں گے کہ اردو کی زبان سے محافت میں یہ کیا چیز ہے اس سربسب اس کی اس خاص اور سے بڑی خصوصیت کے سوا اس کا جو اور ذکر کر آئے ہیں اس میں ایک انت اور بھی ہے کہ ملک کے مشہور مصور سید عبد القیوم نے تاریخ دکن کے وہ واقعات کو بڑی خوبی سے اپنے قلم کے ذریعہ سالنامہ کا قدرتی بیان بنایا ہے۔ ان دنوں دیکھ کر غرضش میں سے ایک دکن کی ایک مشہور ملک کی محافت کا اظہار کر رہا ہے دوسرا دکن کے مسلمان بادشاہوں کی اس رعایا پروری اور ملک نفسی کا وہ انداز اور مسلح حکمرانان پیشین کی نے نصیبی کو مورد الزام بنانے والے دوروں کے دربار میں فراہم کر رہا ہے۔ سید عبد القیوم کی کوششیں نقیض ملک کی نظروں میں قدر حاصل کر گئی۔ اسی سلسلے میں یہاں یہ بتانے کی ضرورت بھی ہے کہ القیوم جدید کی انصاف و رے حاصل کرنے میں ادارے کے جو جسد و جگر کی پڑی ہے اسکی وہ ایک نوب و دونانہ حقیقت اور خفا و آواز کا بیان کیا بارگاہی خادہ ہے اور دوسرے اس وقت کے کسی بھی خادہ کے کسی پرے میں جدید القیوم کی معور غفلت کا اظہار نہیں ہو رہا ہے اور آؤ کی انصاف و رے اس لیے اس وقت پریش کر رہی ہیں کہ اس وقت اس کو ملی سیاسی دور ہو جگہ ہے وہ جاری ایک ملک اور یہ یادگار میں بھی بیشتر جاری ہیں نہ کی کمی کی صورتیں ہیں۔

اس سے زیادہ اس کی نسبت میں کچھ اور کہنا نہیں ہے ہم عرض ملک کا اس کی ہر باتوں کے لئے اپنے ادارہ کے نکات و لطافت کا سالنامے کی اشاعت میں ان کی غیر عمومی و مجیدوں کے لئے اپنے شہر میں ان کی کاغذوں کے لئے جن کی بدلت و دراصل دیکھ کر ہلکی بڑی حد تک افسوس کہ اپنے اس وجہ معیار پر قائم رکھے اور اس شکل وضاحت کا سالنامہ پیش کرنے کے قابل نہ ہو، نگاہی اور کرتے ہیں اور اپنے خدات و فہموں کے لئے تجویز پیش کرنے کی وہ ملک میں مذاق اخباری بڑھانے اور سطح اپنی اور جرمانہ ادا کر گئی، جو وجہی بطور خاص شروع کر دیں فقط

کونیا اور گوشت و زعفرانی سے بھی اس کے قور دانوں کا ملکہ برابری سے ہوتا کیا تھا کہ وہ اب اننا وسیع ہو گیا ہے کہ ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں کسی کو اس کے مطالعہ کے لیے نہیں بھرتا جس کی ایک خصوصیت جو ملک کو اس کا قور دان بنانے کو ہے صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اس کا نہایت مفصل خدمت گزار ہے بلکہ وہ ملک کے قابل دماغوں کے انکار کیا کرتا ہے ملک کے آگے پیش ہونے کا بھی ایک بڑا ذریعہ ہے اس کی نگاہ میں وسیع ہے اس کے ذریعہ دنیا کی بہت زیادہ ناخوشیہ تاریخی کو پیش میں مختلف مذاہن کا پورا لحاظ اس کے صفحات میں موجود ہوتا ہے اس کے ترجمہ خصوصی انبار ایک خاص درجہ رکھتے ہیں اور اس میں عربی اور لاطینی زبان کے ترجموں کا ایسا نہیں انتظام ہے کہ اس کا مقابلہ ان خصائص میں بہاں اس کے ہندی معاصر بھی ایک دو کے سوا نہیں کر سکتے۔

نگران نام باتوں کے باوجود کچھ افسوس کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس قدر بڑا دھڑ کوڑ کی آبادی والے ملک اس کی اشاعت ابھی اتنی نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہئے تھی۔ چہ نے اپنے گزشتہ سالانہ میں اخبار کی ترقی کے وہ کام خاکے ملک کے آگے پیش کیے ہیں جو کسی اخبار کو ساری بنا سکتے ہیں۔ مگر اس اخبار کا ادارہ اپنے سارے غلوں و غلوں کے باوجود مذکورہ بالا حالت میں کسی طرح اپنے خاں میں وہ ساری ترقیاں داخل کر سکتا ہے جو مغربی محافت کو حاصل ہیں؟

اسی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی جس کا ہم نے اوپر کے فقرے میں ذکر کیا ہے تو یہ بات بھی کوئی نہ ہو جائے گی کہ کوئی سالنامہ اس مرتبہ ایک وہ نہیں پورے تین سال کی تاخیر ہو گیا۔

تہہ نے جس مسئلہ پر اپنے کے سالنامے ملک کے آگے پیش کیے تھے ملک جانتا ہے کہ وہ اپنی آپ ہی نظر سے کیا لحاظ مضامین کیا لحاظ لطافت اور کیا لحاظ تقابری۔ کلی مطالعہ کی تھی دانی اور طاعت کی گراہیوں کا اتفاقا یہ ہے کہ اس قسم کے سالانہوں پر ایک کثیر رقم

میں انتقاء و تامل نہ ہوتا۔ یہ مسئلہ ملاؤ و قور دان کا زمانہ ہے جس کی محال ہے کہ اس کی محنت نہ کر۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی کسی طرح اس زمانے میں ہونے کا ہوئی رہتا ہے اس کے سمجھنے کے لئے اس کے قاتلون کے جانے کا بھی ضرورت ہے کہ نہ ہائی اپنی کے نصیب میں آتی رہتی ہے جو اس کے کشا کے مطابق اپنی ذرا کیا کرتا ہے یا کہ دیکھ کر اس طرح جیسے کہ اپنی جانب سے کوشش کرتے رہتے ہیں جس طرح جیسے کا خفا اور اپنی ہے۔ آج جب کہ تین سال کے وقفہ کے بعد سرگرمی بھر پور زندگی پر نظر ڈالنے کا اس سالنامہ کے ذریعہ موقع ملتا ہے وہ یہ دیکھ کر مطمئن اور مسرور ہے کہ اس نے اپنی عمو و بصیرت کی وجہ سے ملک خاص کے ساتھ خاص اپنے کے مطابق جیسے کہ کوشش کی تھی اس کا انجام اس لئے لگا ہے کہ ملک کے اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ سارے طبقوں میں سمجھ و اداس کی ہر دل غزنی روز افزوں ہے۔

مگر نہ سالنامہ کو وہ عزت حاصل ہوئی ہے جس سے اس کے بشرو محروم ہے۔ یہ اس کی نہایت عزت افزائی ہے کہ اعظمت شہزاد دکن خلد اللہ ملک و سلطنت جو حقیقتاً فارسی اور دھوکہ کے بھی بادشاہ بجائے کہ وہ گیارہ اپنی ایک نازہ غزل جن حال "دہر کی پشت و پناہ" کے لئے کے لئے عطا ہوئی ہے اس کے لئے ادارہ "تہہ" پر شاہ شاہ کی حصول لاج و عزت اپنی شکر گزاری کے حق تین احسانات۔ ادب پیش کرنے کی جرات کرتا ہے۔

بہاں بیٹا باطل غلوں کے کہ ملک کو آگے بڑھانے کی کوئی ایسی معذور کیا نہیں ہوئی جس کو جبر دلائل و براہین کی پوری قوت کے ساتھ آگے نہ بڑھا رہا ہو۔ اسکی عزت کیابت کی بقدر لیت اور تاریخی و تجویز کی کی وجہ ادارہ "تہہ" کو غلوں خدمت ملک و ملک کی بھی خواہش اور ذاتی اغراض کے کاغذوں سے محافت جیسے مقدس ذریعے کے دامن کو بچائے رکھنے کی پوری کوشش ہے۔ اس میں اس کو کمال عقیدت کا سامان گراہی اور شاہد بڑا ہے کہ اس کے اپنے ثنائت میں غرض ہوئی اور نہ انشاء اللہ ہوگی اس کو ملی انصافا بیچانے گئے اور رہے رہے ان کو بخوشی انجیز

کلامِ فضلِ علیٰ حضرتِ سلطانِ اِسلامِ خلدیہ سلطنت

(جو بیگاہِ خرمی رہے کو سالنامہ کیلئے محنت فرمایا)

غزل

تلاؤں و چشمِ مستِ تو ماتی بکامِ مست | در بزمِ عیشِ بادۂ عشرتِ بکامِ مست
جامی و ہندیشہ و ساغرِ چشمِ دل | در میکدہ بہیں چہ قدرِ احترامِ مست
تاہر دُرتِ بہ خاکِ ارادتِ نشستہ ایم | خورشید و ماہِ خادم و گرد و غلامِ مست
زادِ حرامِ داشتِ نئے و جامِ راوے | ما عاشقِ ہمیکدہ بیتِ اسحرامِ مست
(قطع) عثمان کراچال کہ دمِ پیشِ مازند
در ملکِ عشقِ یکہ شاہی بنامِ مست

اسان میں غوثی کے خاندان سے نبی رب نے مملکت عالم میں مبارکباد کے نرائے کا نئے بار ہے
ہیں مملکت ملی داس جس نے اس سرست خیر ملت کا عجیب الفاظ میں خاک کھینچا ہے وہ لکھنے
ہو گیا :-

”گوگ اس جن میں اس قدم اور غلطان ہو گئے اگر کسی کو ایک جیسے تک معلوم نہ ہو اور
آفتاب عالم کی بکری طلع اور غروب ہو گیا نشانہ طرزیں سورج کا طلوع ہوا بھی فراموش
ہو گیا جن میں غوثیہ و دار کلاؤں کا دیوان اور غلط گلاب کا اڈا - راج محل میں رہنوں اور
سیون کا نظارہ در نظر آنا - جناب کا وہ کاہوتھا دیدوں کے گھٹوں میں خدا کی حمد و ثنا کے
گیت گانا پرندوں کے غلوں کا کام دے رہا تھا -

اگرچہ کوئل کی زیب اور راج کی زینت جباروں بھائی تھے مگر راس کی بات بھی کچھ اور
تھی بوجے کے پیر پالے میں اپنی رست سے ان کے آثار دور سے تھے سب ان پر قرار ہے اور
پھینچ کر رام پر ایسے فریقہ ہوئے کہ ان دونوں کا نام (رام چمن) ساتھ آتا اور ان کے عشق
کو تالے -

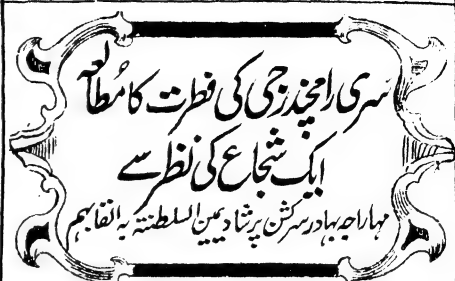
رام چندر جی کی نشو و نما دونوں بیٹوں کی مینوں میں برسوں کی ہوئی تھی - آٹھ برس
کی عمر میں چارویں چھوٹا ستارہ اور دیگر علماء و فنون میں ذہن خدا داد کے وجہ سے دکھانے کے کھانے
خارج کسین حاصل کیا تین یاہ گری میں بکمال کمال حاصل کیا تیرا انداز میں تو دنیا میں کوئی مد
تقابل نہ تھا - یہی ہزار شوق نہیں اور جب تک (دھلاؤر) کے سونے تک نہ گیا -

ضرورت ہے کہ اس مقام پر راجہ جی والی خطبہ اور کے تاریخی حالات پر روشنی ڈالی جائے
یہ راجہ جی اقبال ہوا ہے جنوں میں آج تک اس کی مدح و ثنا کے گیت گائے جاتے ہیں - یہ راجہ
فیضیت دی اور عزت دی ہوئی ہیں اور ملکی حالات میں بڑا مدبر اور منظم ہونے کے علاوہ خدا
رسیدہ اور مخلص کامل تھا -

چنانچہ سلطان راہو حقیقت اس راجہ کو جنگ ویدی کی پکار تھے - یہ بھی یعنی ہم
والا راجہ شہو رہا - خدا کی یاد میں اس قدم کو رہتا تھا کہ اس کو بھی خبر نہ ہوتی تھی وہ جسم
بھی رکھتا نہ دل - یہ بدست بکار کا عداوتی چور با تھا اور اس صبر کے حقیقی معنوں میں درجہ
خاص حاصل کیا تھا -

ذوقوراء تو اس راجہ جی سو بخیر رہی

اس راجہ کے بارے میں ایک ہی فورس ملتی تھی جس وصال کی دینی عصمت و مفت کی آقا فرات
و کاوت شفا میں یگانہ روزگار تھا اس کا نام راجہ خٹک ہے - اپنے نام پر جاگتی رکھا لیکن عام
طور پر سیتا شہو رہا - عمر کے ساتھ جاگتی تھی حسن و جمال ہی بڑھ گیا اس پر شانہ پرورش تسلیم
و تربیت کے زور سے حزن - سونے پر ہوا کا شہوت و سیرت کے شہرت نے دنیا پر فہر کر لیا بڑے
بڑے و بجاہ راجہ ہمارا اس کے اوصاف حسن عالمہ سوز اور صفات حسن کے گروہ پر جو شاد کی
خوشگوار ہوئے جاگتی تھی اس میں حزن رات کے ساتھ طاقت اور توت کی بھی کی تھی - راج محل
میں قدم رکھتا ہے ایک کان بڑی تھی جس پر سے بڑے شہزادہ ہمارے شخص کے اٹھائے
نہیں آتھے تھے تھی - جاگتی تھی اپنی خدا داد وقت سے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا - راجہ خٹک
کی آنکھوں میں غوثی کے آنے چھلکے گئے اور بعد ازاں اس طاقتور لائق خزانہ کا غامدی ایسا ہی
و ہمارا جو - آخر اعلان کیا گیا کہ راجہ اس کان کو توڑے گا یہ سیتا جو زمین میں بیٹے کا خدا
ہو گا - اس اعلان سے بڑے بڑے جرمی طاقتور رہے اور فنون جنگ میں سوزہ کار تھا راجہ
میں جمع ہو گئے - سری رام چندر جی اپنے بھائی چمن کے ساتھ ہمارے آخرمیں جنگی افواہ کے
ساتھ جنگ و جدل میں مصروف تھے - اس اعلان سے آگاہ ہو کر جی تیار ہو گئے - سید احمدی ہمارا
تھے - راستہ میں جنگوں اور سوزہ زاروں کا لطف اٹھاتے نہایت نایاب بیٹے نالکھا کھاتے منزل منزل
اپنا طوطہ اور خدا کی قدرت و قوت کا اظہار کرتے اور جب جنگ کے دارالسلطنت میں نزول اعلان فرمایا
دونوں بھائی کمان ہاتھ میں اختیار رکھتے شانہ سائت کے ساتھ بازار میں جارہے تھے اور



ہر دین انسان اپنے ہم جنوں کی فطرت کا مطالعہ نہایت توجہ اور غور سے کرتا ہے اور ہر مطالعہ کرنے
والے کا فطرت نظر مختلف ہوتا ہے پیشہ ایمان دین یا دوسرے الفاظ میں علماء و مجتہدین نہ سب کو قریب
زیب پر تمیز کی سوا سوائے دو چار چیزوں پر ہے اس لئے کہ اپنے مستحقین اور سیروں کے افعال
و اقوال کے ذمہ دار ہیں - پس اس مقدس گروہ کو یہ لیست دیگر مملکت کے انسانی فطرت پر کافی
تجربہ اور عمیق موریہ ہوتا ہے -

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک جسمانی دوسرا روحانی جسمانی زندگی تو وہ ہے جس کا
تعلق کاہنہ غامی ہے اور اس جسمانی فانی جنت موت طاری ہوگی تو اس کے ساتھ
ہی اس زندگی کا دور بھی ختم ہو جائے گا - مگر روحانی زندگی جس کو ایک حقیقی دینی نگاہ کہنا چاہیے
وہ ہے جس کا تعلق روح کے ساتھ ہے اور یہ زندگی موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے یہ زندگی
حق تعالیٰ سے رشتہ الفت کوڑنے اور اس سے حقیقی پیدا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے -
خدا نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے دنیا میں بے شمار فیوض کوارع بابت و رہنمائی بنا کر
بھیجا ان خدا کے سرائوں اور نبیوں نے مخلوق خدا کی رہنمائی اور دنیا کی جنت اور اس کی تربیت
سے نکال کر خدا پرستی کی اس ادبی نشان پر بجا بجا حیا خدا اور بندوں کے درمیان صرف
تور کا ایک یہ وہ حال تھا کہ اپنی آنکھوں سے اس نور کو دیکھ کر سرور حاصل کرتا تھا یہی اعلیٰ
راستہ اور جی زندگی ہے -

ہر ہندو دل سے ماسوائے اندر میں قدر خیالات میں کالہ تباہ - یعنی وہ چیزیں جو
اس کے دل میں خدا کے واحد کی جگہ لیتی جا رہی ہیں اور ان کو اپنی ظاہری شان و شوکت
و شوکت اور دبیر سے عجب کر کے اپنی طرف جھکا رہی ہیں ان تمام کو مخلوق جھک کر ان کی عظمت
و عزت کا خیال دل سے دور کر دیتا ہے اور سوا خدا کے کسی کی عزت و عظمت کو اپنے دل میں جگہ
نہیں دیتا - اظہار عہدیت و انکساری کے لئے اسی جی و قوم کے آستانہ تہجرت و جلال پرانی
جس میں ناز کو کھڑا ہے اور جی جی خدا کی ادبانت اور اس کی شان میں دخل دینا چاہیں
ان سب کو غم کرانا ہے جس طرح ہمارا راجہ رام چندر جی نے اپنے روحانی زندگی کا آفتاب
نصف انہار بنا رکھا -

تھے جس کو کوئل (دیر سے لگا لگا) کے کنارے ایک بڑی آبادی اور سورج سرخ
راجہ ہادی تھی - موجودہ زمانے میں کمانہ جو ہمارے ہواں کے راجہ و سرحد کی جن زبانوں
تھیں اور ان سے جا رہا لادیں ہوئی - کمان کی کو دھمکتی تھی گئی اور کمان کی آنکھ لکھ رہا
سنگین سے لکھ رہی - گروہ وقت کیا مبارک و مسود تھا کہ لائی کو لیا کے لٹن سے جنت کے بیٹے
میں لوی کے زور میں ہمارا راجہ راجد جی کی ولادت - افسار تھی -

آفتاب اسی جھلکتی ہوئی سرخ و سرخ زونوں سے دنیا کے خروچر کو دھوپ
جواؤں کا لباس بنا کر پھاڑتی جو ٹیوں کو شمع کی قدرتی شرف سے رنگین کر رہا ہے زمین و

غزل

انہر حضرت شاد صوفی ملکہ

تھلا پوری کے دنگ جوق در جوق
نہایت کے آرزو مند ہو کر دنگوں اور
کو تھوں پر جمع ہو رہے ہیں۔ تمام
دن و رات دم نہیں کے خوش چہرانی
اور صورت نورانی کے گیت گائے
لگے راہ چنگ نے شاہانہ اعزاز و
اکرام کے ساتھ دونوں کو اپنے
خاص اہل میں سمان کیا۔

دوسرے دن راہمین شہر
کی سیر کو نکلے۔ دوسرے راہ چنگ
کی ماکھی کی ایک ایک اجازت سے
بارہی کی پریشانی کے لیے ایک بھول
کے ساتھ ہوا ان خرابی آ رہی تھی
ایک بھولی نے اطلاع دی کہ دیوی
فرشتہ صورت نمبر اسے میں چل
اس شہر میں آئے ہیں اور تمام دن و
مردان کے مشہور افسانے میں ان کا
بے بنیاد نام کی آنکھیں چار ہو گئی
وادی میں نے اپنے دلی جذبات رام
کے ساتھ خاموشی سے شیش کے دل
کے اندر رافت کے گنگ کو ہنسی ہوئی
عروس کیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اگر
کمان نے اس چار کی قوت کی پیر
نہی تو نہ گنگ بلکہ خود نشان ہوگی اور
یہوت اپنے حق میں سراج کا درجہ
حاصل کرے گی۔ دوسرے دن کی ایک
مشیران دولت اور وزیران مملکت
بہتاتر کے پاس حاضر ہوئے اور راہ
چنگ کی طرف سے پیغام بادوں
نمبرادوں سے عرض کیے کہ خوش
گیب کہ اپنے قدم نیست لودم سے
شراف بخش اور سیتاجی کی سہمیر
کو بکھیں۔

موتہر کی رسم ادا کرنے کے
لے ایک چار فرائض میدان شہر
کی جانب تشریف فرما کیا گیا تھا۔
نیچ میں کمان بھی گئی تھی اور چار
طرف ہونے کے ساتھ نشین راجاؤ
کے بیٹے کے لے نامہ لے گئے تھے
ان نشینوں کے پیچھے عامہ شاہ
کی نشست گاہیں تھیں۔ عورتوں

قیس کی آنکھوں کا پردہ پردہ محل بنا
شکر ہے اب امتحان حسن کے قابل بنا
مختلف جلوؤں کا مرکز عشق میں دل بنا
کوئی بھی راہ طریقت میں کچھ سارہ نور
کس قدر ذوق فنا ہے مد و جز عشق میں
قابل عبرت ہے دنیا کی دورنگی منمو
زینتوں سے ہو گئی آراستہ بزم وجود
اک طلسم بخودی کی دل و نور عشق میں
پوچھتے کیا ہو حقیقت مجھے عشق کی
سور ہے ہیں پاؤں بھیا کشید ان وفا
اس لئے کہ زنا ہے وہ زندہ کہ بھر ہمیر
اٹھ گیا پردہ حجاب انقلاب دہر کا
ناخن تدبیر سے بھی انہیں کھلتی گرہ
پر شکن ہو گر ہوا سے جبر کی روشنی میں
غریب دریا سے محبت کی تھوکیوں فکر
سکڑوں جلوے نظر آتے ہیں برقی طور

محو ایسا تھا حجاب دید خود حائل بنا
ترجمی نظروں کا نشانہ تیرا دل بنا
یہ کبھی مجنوں کبھی لیلے کبھی محل بنا
رہنا جس کا خیال دوری منزل بنا
جب بڑھادیا بنا جب گھٹیا محل بنا
تاج جمشید و فریدوں کا سہا سائل بنا
کون ایسا تھا یہاں جو رونق محفل بنا
کچھ خرابی نہیں اس درج میں غافل بنا
سیرا ہی دل تھا جو اس کے رہنے کے قابل بنا
باغ جنت کا نمونہ کو چہ قافل بنا
ہم سب جاس کو سمجھے تھے وہ قافل بنا
آئینہ نیرنگی عالم کا میرا دل بنا
حادثات دہر سے دل عقدہ مشکل بنا
بھول کر بھی تو نہ گھر اپنا لب ساحل بنا
چاہنے والوں کی تربت اب لب ساحل بنا
کون سی بجلی تھی یارب جس کی میرا دل بنا

اللہ اللہ کیا دیا پیر طریقت نے سبق

میکرے میں شمشاد جاکر عارف کامل بنا

کے لے ملکہ جگہ آراستہ گئی تھی
راہ چنگ کی پتہ بھائی کو
ساتھ لے۔ شاہانہ کو
فر کے ساتھ وصال جگہ میں آئے
اور اپنی ملک راجہ افروز ہوئے۔
جب بے اپنے اپنے مقام پر بھیجے
گئے تو راہ چنگ کے حکم سے
سیتاجی سول سنگار کے عروا
لباس میں دلربا پاتہ اعزاز سے
آپ بوی۔ ساجوں کی نظراس
حسن کی دیوی پر پڑتے ہی کمان
پر پڑی۔

اتنے میں غیب نے نہای
کلمے آواز بلند اعلان کیا۔ اسے
راجہ جوتہ پکارو یہ کمان جو
کس سے کچھ نادر درکارا تھی ملک
نہیں کہ ماہان سے مدح اور مہر کا
نہرہ اس کمان کو کھیر آب آب
ہو گیا حجاب تھارے سامنے پڑی
ہے۔ اپنا پانا زور شجاعت کھاؤ
اور اسے توڑو اس کا انعام ہو
جائے کہ کمان تھارے شاہ جہاں بنا
کی اختر ماکھی تھی ہے۔

اعلان شہر کی ہر ایک
کی گرجت کرکٹ میں آئی۔ باری
باری اٹھے اور امتحان گاہ قوت
و دلیری میں امتحان دینے لگے لیکن
نہا کا باب ہوئے۔ راہ چنگ
یہ دیکھ کر غیا و غضب میں آیا اور کہا
اور آج دنیا بادروں سے خالی
ہوگی۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے
کہ یہ کمان زمین سے لے سکی۔ کیا
سورج نہیں کے آسمان پر کوئی
آفتاب درخشاں طلوع ہوا تو
انہوں کی باری باری میں بھی گئی تھی
یہ باری میں بھی لگھاہ گریں اپنے
جوتہ سے انہیں اسکا اپنی بھائی کا
ہاتھ کسی نادر کے ہاتھ میں نہوگا
کبھی ندوں گا۔ تمام مجمع پر کرکٹ
چھپا گیا خاموشی طاری ہوئی راجاؤ
کے چہرے پر پینے کی نہریں جاری

کوئل کی سلطنت کا عام دستور یہ تھا کہ اسے ضعیف ہوتا تو سلطنت کے کام میں کسی لائق بیٹے اور وزیر کو تشریف کر لیتا۔ راجہ درگھت بھی جب دوسرے ہوئے تو یو راج (دولت چم) کی فکر ہوئی۔ بھائی چندا پرشنتہ دار نے کوئل کا آگے کے سب کی نظر رام پر پھی۔ راجہ بھی جی جانتے تھے مگر راجے سب کی لوری سب نے حق لفظ رام رام ہی کہا۔ راجہ چندا ہوئے بیٹے کو بالکل خوشی دی اور اس رسم کی ادائیگی اور جشن کی تیاری ہونے لگی۔

یو اس میں بھی اس کا جرحا جا ہوا۔ طرف شادی رچی۔ مگر رانی کی گھبراہٹ تھا آٹھن نے دیکھا کہ راجہ رام ولی چند ہو اور لڑکا کا راج اور برادرال ہو گا اور جب تک راج نہ پائیں میری کوئی شرفانی نہ ہوگی۔ یہ سوچ کر راجے کے لڑکا ہمارا راج آپ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ دوایں جو تم کوئی ہم پوری کر سکتے ہیں اس کا وقت آگیا اب قول پورا کیجئے راجہ غالی اللہ میں تھے نہیں کیا خبر تھی کہ کیا کہا جائے گا۔ ان ہاں وہ کوئی بات ہے جو تم کو اور پوری نہ ہوئی کہ تیرے شرب کو بولی کہ بھرت کو راج

رام کو بن یاس۔ میں کہ راجہ کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ بیٹے کو لایا اور اسنادیا راج کا وارث پائیں پر گھر گھولا ہمارا راج۔ قول مردان جان داد۔ زبان ہار پیچے ہیں۔ یہ بکت ہوئے مان اور لڑکی کے پاس گئے حال کیا اور بن یاس پر تیار ہو گئے سیتا اور لڑکیں انہیں اکیلا کوں چھوڑتے وہ قول ساتھ ہوئے اور تینوں نکلے محل ایران اور ہر سسنان ہو گیا۔ راجہ اس حد سے کہ کتاب نہ لاسکا وہ بھی نام ہو گیا راجہ جی کی مقدس تمگی کے واقعات میں راون کے مکر

غزل

از حضرت شاد صوفیؒ

<p>نہ کر و طفت اگر یار آشنا چہ کند اگر و قوف بود پیش دوست بیگنا</p> <p>کسی گشت بذاتش فنا بقایا بد پرست ساغول ازے و لا حسین</p> <p>بیش قدرت حق آل مصطفیٰ چہ کند شکایت میں دلدادہ بر ملا چہ کند</p> <p>شور کثرت و سودائے ماسوا چہ کند لحاظ رندی آشام پارسا چہ کند</p> <p>بگفت مژجری دست بستہ یا مولے اگر دعا بجی قتل سازم اعدارا</p> <p>کے مقابلہ بانبندہ دروغا چہ کند خدا چو فضل کند فوج شہیا چہ کند</p> <p>بینم این کہ من فضل کبریا چہ کند اگر خدا کند فضل ناخدا چہ کند</p> <p>خلوص ہر کہ ندارد زولد دعا چہ کند علاج درد دل شاد و مل محبوبیت</p> <p>بخشگان محبت اثر دوا چہ کند</p>	<p>یہ پسندہ کمان کیا ہے پادشاهوں کو چڑے پادوں اور زمین کا پتہ لٹ دونے راجہ یہ سن کر شرم نہ ہو کر مافی خواہ ہوا۔ اور راجہ چندی سہوا تر کی اجازت سے کھڑے ہوئے دامن کر کے گردنا محبت ظاہر تھا۔ شیر دل غبار آگے چڑھا کمان کے ترب پیر کی ایک لڑکائی پر ڈالی چواری طور سیتا پر پیر حضور کا نام لے کمان کو اٹھایا اور ٹھیکہ کھانے لگے کہ بھیکہ یا۔ فلک گفت حسن لکھتے نہ شکت کمان کی آواز کے ساتھ جی را کی جے جے کے فرسے لڑ ہوئے باجے بختے لکھی کی خوشی کی اجازت رہی بلا تیار و دھرت راجہ چندی پر یوں کی بارش ہوئے لگی۔ راجہ چندی جی کا یا جی کے جوش میں کھڑے اس منکر کو دیکھ رہے تھے اور سیتا جی را کے گلے میں لادے کو آگے چھین چھین کر لیاں بھرت میں نے ہوئے چھین سیتا جی نے بے بازاری لگے میں لادلا طالب طلب کا طلب پر آیا۔ دھوم دھام سے شادی ہوئی اور دو سیتا کی انہیں جو ملی نظر میں دوستی ہوئی۔ سیتا جی را نے اس کی کہ سے اور اتوار ہو کر اور رام و سیتا کی زندگی کے شوق لگے جانے لگے۔ اب ہم ہارنے کے تمام اور ان کی سری رام چند کے آگے سر کیدان میں آتے ہیں جو لکھنے</p>
--	---

کوئل اگر دمن تھا کہ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر چینی کی دلش آگیا، اپنے تمام سے اٹھے اور ایک کی طرف مخاطب ہو کر کہا "راجہ زبان کو بھٹانے کی کڑھٹیس کی کھٹیاں ہو جو رہے ایسے غافل زبان سے نہیں نکال سکتا۔" اگر بھائی کا اپنے کلموں + کمان کو کوئل ناخن سے اٹھاؤں وہاں پیر کا سے توسر جی پر + کروں دونوں کو کھڑے برابر

یہ پسندہ کمان کیا ہے پادشاهوں کو
چڑے پادوں اور زمین کا پتہ لٹ
دونے راجہ یہ سن کر شرم نہ ہو کر
مافی خواہ ہوا۔ اور راجہ چندی
سہوا تر کی اجازت سے کھڑے ہوئے
دامن کر کے گردنا محبت ظاہر تھا۔
شیر دل غبار آگے چڑھا کمان کے
ترب پیر کی ایک لڑکائی پر ڈالی
چواری طور سیتا پر پیر حضور
کا نام لے کمان کو اٹھایا اور ٹھیکہ
کھانے لگے کہ بھیکہ یا۔
فلک گفت حسن لکھتے نہ
شکت کمان کی آواز کے ساتھ جی را
کی جے جے کے فرسے لڑ ہوئے
باجے بختے لکھی کی خوشی کی اجازت
رہی بلا تیار و دھرت راجہ چندی
پر یوں کی بارش ہوئے لگی۔ راجہ چندی
جی کا یا جی کے جوش میں کھڑے اس
منکر کو دیکھ رہے تھے اور سیتا جی را
کے گلے میں لادے کو آگے
چھین چھین کر لیاں بھرت میں نے
ہوئے چھین سیتا جی نے بے بازاری لگے
میں لادلا طالب طلب کا طلب
پر آیا۔ دھوم دھام سے شادی ہوئی اور
دو سیتا کی انہیں جو ملی نظر میں
دوستی ہوئی۔ سیتا جی را نے اس کی کہ
سے اور اتوار ہو کر اور رام و سیتا
کی زندگی کے شوق لگے جانے لگے۔
اب ہم ہارنے کے تمام اور
ان کی سری رام چند کے آگے
سر کیدان میں آتے ہیں جو لکھنے
بادشاہ راون سے پیش آیا۔ سری دھرم کی خدا و شجاعت کا امتحان بھی نہ لایا ہے۔ مگر اور کئی
راوت ایک بن سے سیتا جی کو کھلا لیا ہے۔ سری راجہ چندی کی رگ جیت حرکت میں آئی ہے
نوس کا معاملہ سے شجاعت کے جیت لازم اور مکر ہے۔ شجاع بھی کون؟ سری رام چند
چتری کی اصل ٹھکانہ سرد و دھرت اکثریت میں دھرت کی شان دکھانے والا، دھرت میں کثر شکت
مخل جانے والا۔

عالم پس پردہ

نوابی نظامت جنگل در بقا ہم

جیسے پردے پر نقاد پر ڈالی جاتی ہیں اور محراب کو غریب اس طرح دیکھا ہے جیسے کوئی سے فی الخارج کو دیکھے۔ اب اس میں ہونا ضرور ہے لیکن اس واسطے کہ اس ہوا ہے کیا ہم پر اس سے کہ اس استخراج لازم ہے کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں دانت ہو سکتا یا جن کے لئے کچھ اور ممکن نہیں ہے؟ پیغمبروں اور اولیاء نے مکاشفات دیکھے ہیں اور اسے کہنا ہے کہ ہم ان پر ایمان لانے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کے تجزیوں کی توحیح سائنس کی روشنی میں کریں، یا ان کو مجھے لہرانی کلمہ ملی کی روشنی میں کریں۔

لیکن خوشی کی بات ہے کہ چند دنوں سے ہمارے اذان میں ایک تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ سائنس کے راستے سے سیدھے رخ میں کسی قدر آگے بڑھنے کے بعد ہم نے دریافت کر لیا ہے کہ زمین میں بعض ایسی مٹی تو ہے جس میں بعض موانع پر اپنا عمل کرنے لگتی ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ کسی کو ایک طرح کی تیز یا بے ہوشی کی حالت میں لا کر یعنی اس کے حواس خمسہ کے عمل کو منقطع کر کے اس کے ذہن میں ایک زیادہ بلند اور زیادہ قوی قابلیت اور تیز تر حسیت برانگیختگی کی حالت ہے جو معمولی حالات کی نسبت زیادہ فاصلے پر عمل کر سکتی ہے۔ کوئی شخص اس حالت میں منتقل کئے جانے کے بعد یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک دور دراز کے مقام میں کیا ہو رہا ہے اور وہاں وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے اس کا تفصیل سے حال بیان کر سکتا ہے۔ آخر یہ کیسے ہوتا ہے؟ حواس کے قوت سے تو نہیں، اس واسطے کہ وہ درود سرت متقل کر دے گئے ہیں، بلکہ کسی ایسی برسرِ اوتار قوت کے ذریعہ جو ذہن کو محض خیال کے ذریعہ نہیں، بلکہ حقیقی حواس کے ذریعہ کی دور کی شے تک پہنچنے کے لئے حاصل ہے اس قوت کا انہار نہیں کیا جا سکتا۔ آخر یہ سوال یہ کہ درستی ہے لہذا ذہن کے لئے اس وقت بھی عمل کرنا ممکن ہے

جو توں کا ایک بار یک بار ساری دنیا کو جسے چھانکنا اور اس کو دیکھا کر سکتا ہے کہ گواہ ہے ہی نہیں کیا ہو اگر ایک ستارہ کا نقاب زمین پر ڈال دیا جائے۔ چل لیا مکالمہ کا تاریک نقاب؟ ہر اپنے علم و اطلاع کے لئے اپنے حواس خمسہ پر بہت زیادہ تکیہ کرتے ہیں اور وہ جہیں صرف اس چیز کی خبر چاہتے ہیں جس کو وہ محسوس کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ علم سے یہ نہیں کہتے کہ ان کے محسوسات اس سے پرے کچھ بھی نہیں ہے، اب اس میں ہم ہمیشہ یہ یقین رکھتے دکھائی دیتے ہیں کہ وہ ہمیں کچھ ایسی قسم کا سامان خارج یا بخارج ہے۔ ہمارے حواس اپنے ذرائع و فائز کیلئے کے ساتھ انجام دے رہے ہیں اور اگر ہمیں وہ اس سے زیادہ اطلاع نہیں دیتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دے ہی نہیں سکتے۔ وہ صرف ایک مٹی کی مادی دنیا میں مل کر سکتے ہیں اور ہمارے گرد و پیش کے کسی غیر مادی وجود کے (اگر کوئی ایسا موجود ہو) محرم نہیں بن سکتے۔

وہ صرف ایک غیر مادی ذہن ہی ہے جو ایک غیر مادی عالم میں عمل کر سکتا ہے۔ لیکن کیا اس زندگی میں ہم سے اس کا کوئی تجربہ ممکن ہے؟ ہم سے سنہ طور پر کہا جاتا ہے کہ بعض اشخاص کو ایسی چیزیں دیکھنے کی قوت حاصل ہے جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتی۔ غیر محسوسات اور غریبی وجود جو ان کے پاس اتنے ہی اصلی ہیں جتنے کہ خود ان کی اپنی کیفیتیں۔ ہم دنیا دار لوگ، جن کو بہتر علم رکھنے کا ادعا ہے، ان تمام باتوں پر سکراتے اور اٹھنا ہٹنا نہیں خیر انداز میں انکو تعلیمیں نظری، "ہیکو" موضوع کو ختم کر دیتے ہیں۔ ہمیں یہ لفظ ہو شمار انسانوں نے سکھایا ہے اور یہ اب ہادی ملک ہو گیا ہے گھر گیا۔ یہ ماہی دوسرے بہت سے نظائر فرمایا۔ کلام کی طرح ہادی کم علمی، کا نشانہ امتیاز نہیں ہے اس میں ذہن کو لایا جاتا ہے کہ جو کچھ ذہن دیکھ رہا ہے وہ صرف وہی تصور ہو سکتی ہے جو اس کے اندر سے نکلتی ہیں اس طرح جھپٹکی گئی ہے

نہایت آتی ہیں۔ آدمی سے یہی سمجھتا تھا۔ سیتا جی جھڑ سے باہر نکل آتی ہیں۔ راتوں کو موقع ملتا ہے اور سیتا جی لڑکھا لے جاکر لٹکا بیٹھا کرتا ہے۔ وہاں مل اور باغ بنو کر اس میں لڑکائی کے چھوٹے طرح رکھتا ہے روز جانا اور غش کرتا نام چھانکنا ہے۔ جن سے سب کا نہیں اور رات کو کچھ یوں دن گذارتی ہیں۔

راہِ حق میں سکر سے وہاں آئے میں سیتا کو غائب دیکھ کر دھوکے سے نکلتے ہیں۔ ہمارے ہمارے چکل چکل مارے ہیں۔ پاؤں میں چھانکنا ہے کہ میں نے نہیں لگا کر اٹھل چلا کر اٹھا اور یہ دونوں لٹکا کر پٹے سارے سے اسکر راہ سارے کے علاقے میں پہنچے وہ ان پر ہر مان ہو گیا اور کوئلہ کا بھالان کر ان کو فوج دتی ہنومان کو یہ سارا بنا کر ان کے ساتھ گیا۔ سب نکلے سکر کمار سے پہنچے۔ پانی زمین کا کٹ کر بند لٹکا دئے، ہوتے تھا۔ ہنومان نے بل باندھ کر ایک کپڑا فوج دیا اور چھوٹا کر اوپر اٹھا اور سیتا کی خبر لینے لگا جس میں چوٹا۔ ہمیں بدل کر کسی طرح اس میں لکھا۔ سیتا جی سے لا مال کیا، ان کے نیچے ہوتے دل لٹکا کر لٹکا۔ رات سے سارا۔ کہا۔ اب اور ہے فوج ملی لٹکا کر چری۔ راتوں میں چلا۔ لڑائی چھوٹی۔ اٹھا رہا دن ہنومان کی تہی ہو۔ لٹکا میں جو تھا سوا بان کا۔ مگر اب ہاتھوں سے جڑھ کر رہتے سب کچھ کھینچ کر ہوتے ایک بھی زبردست تھا۔ رات کی رات کی خدا داد قوت سے راتوں کا ہنومان لٹکا۔ لٹکا ہنومان گئی سارا شہر چلا اور بظاہر لٹکا ہو گیا۔ رات میں چھین سیتا ہوتے محل میں آئے۔ سام سیتا سے لے، خوشی کے آنسو سارے رات کا ڈولا اپنی فوج میں لائے۔ ہنومان کی بیٹی ٹھوکی۔ رات میں نیچے خراج تھے اور ایسی عارف متفق تھے کہ آج ابھی درست کے سیتا رام کو۔ پرانکار جوتی سرب جوت کیا بلکہ اصل ذات سمجھ کر رام رام کہتے ہیں اور نجات کے طالب ہوتے ہیں فقط





یورپ میں اسلام کی حالت اور اہل یورپ کا قلب

یہاں دونوں جگہوں میں اختلاف اسلام یورپ کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ یورپ کے اہل مذہب اور مسلمانوں کی ایک سنی چند خوش فکر آزادی خود بخود ہی مذہب اور مسلمانوں کی ایک جمعی کی حمایت کے ذریعہ اس قسم کے اشتباہ کی ایک تصدیق ہی شدہ کہ اسلام نے جو بڑے کام کی چیزیں سمجھیں ہیں۔ یورپ پر قتل کوئی اثر نہیں ڈالا ہے اور کوئی چیز منتقل نہیں ہے۔ اول الذکر قسم کے قتلوں کی اولاد کی پرورش اکثر مسلمانوں کی ہی ہیں جو انسانی الذکر قسم کے قتلوں کے تعلق کی کیفیت سے فراموشی ہو کر اس کی آغوش میں چلے جائیں۔ اہل کوئی مغربی اروپائی مسلمان کا اپنا فرقہ نہیں ہے جو اس ملک کے ایسی باشندوں پر مشتمل ہے، البتہ صرف بنگالی ہیں ایک ایسا بہت ہی چھوٹا سا فرقہ ہے۔ یہاں اس میں کوئی تلام نہیں کہ وہاں مسلمان مذہب کا ذوق و نحوہ بڑھ گیا ہے۔ یہاں کے مسلمانوں کی عالمگیر فرقہ کی کمال برادری نے اسلام کی طرف ایک ایسی زیادہ توجہ دینا شروع کر دی ہے کہ وہ اپنے کو بھی پہلے ملن یعنی۔ سائنٹفک تخیل نے روٹی اعتقادات کی جانب سے جو گہرا اثر کے پردے چاک کر دیے ہیں۔ ماحول نگاروں کی کسی ایسے مذہب یا ایسے فلسفے کی تلاش نہیں گئے ہوئے ہیں جس میں دنیا کی نسبت فوریانہ حقائق کے حصول کی قابلیت ہو۔ اسلام کی حقیقت مسلم کرنے اور تصانیف سے چھپا کر دینا۔ خدائیں جو دوسے اور شر برنا دینا اس دین کے اہل کے نظر سے چھپ چکے ہیں۔ یہاں مسلمان کا مذہب اسلام یا اسلام میں کوئی اور چیز ہوگی۔

حقیقی اسلام اور رواجی اسلام کا فرق

جب کہ اس کا تعلق اس قسم سے توڑ دیا جائے جس میں اس کو رکھا گیا ہے۔ یہ سوال اس سوال کے مشابہ ہے کہ آیا یورپ کا اس مشنری سے ملکہ ہو کر دنیا میں ہے جس کا ہم اس کے استعمال کرتے ہیں کہ برقی جاری خدمت گداری کر کے رکھے ہیں۔ جاری بنیاد اور اسے نادر خود برقی پیدا کرتے ہیں، مگر کیا وہ اصل وہ ایسا ہی کرتے ہیں یا صرف براہ کھنہ کرتے اور اس وقت کو برسر عمل کر دیتے ہیں۔

قدرت کی توفیق ایک شہت اعلیٰ کی حمایت کے بموجب کہ وہاں موقوف ہیں کہ وہاں اہل برادری اور اہل میں اپنے وظائف کی تکمیل کر رہی ہیں اور ایسی کام ایک ذریعہ جاری طور پر جاری اس قسم کی ایک خاص اہل میں بیان کا کرنے کی غرض سے رکھ دیا گیا ہے کہ اس میں یہ فرض کرنے کا کوئی حق ہے کہ اس عارضی سلامتی کی وجہ سے جاری روح اس طرح آزادانہ نقل و حرکت کی اپنی اپنی توفیق کھنہ ہے جس کو ہم نامعلوم کہتے ہیں، یہاں عارضی سلامتی کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اس قسم کے کہنہ آگے جاتی اور عین ممکن کرتی ہے کہ ذہن یا حواس۔ جسم خارجی کسی اور جگہ کا ذہن سے کہ تو اس کا غیر خواہ وہ کچھ ہی ہو۔ اس قسم کے اہل کے جہت ذہن کی قابلیت کا اس وقت ہی وہ جسم میں جو جسم ہے یہاں سے تو اس وقت اس سے کسی کچھ نہ ہوئے کہ جب اس وہاں عارضی حالت اور انہیوں سے آزاد ہونے کا جو کہ کی زندگی زندگی لاگتا اس پر مامور کر رہی ہے، اس بات کا اعتقاد و شعور نہیں ہے کہ عام ذہن اس آزادی کے بعد کو کچھ حاصل کر سکا ہے وہ ان غیر معمولی اہل کی توفیق کے احاطے میں نہیں داخل رہتا ہے جس کی نسبت ہم بعض اوقات سنا کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں جو اس پر دے کا کام نہیں کرتے بلکہ ایسی جس سادہ کے ذریعہ وہ خود پس پردہ اور غلطی دہانتے ہیں جو ان سے زیادہ قابل اور طاقتور ہے۔

جس عہد میں رہتے ہیں اس نے مذہب کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس کو آئے دلی تسکون کی حالت و اخترا کا جو چیز مستحق تباہی کے وہ حقیقت ہے کہ اس میں مذہب اور سائنس و حکمت ایک ہی ذہن پر پڑنے شروع ہوئے تھے، مگر اس وقت بھی ایک دوسرے کا انکار کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ سائنس نے متاثر قدرت میں اپنی عادت مستمرہ سے بڑھ کر عین تر اور زیادہ روحانی صفاتی چیزیں ششترع کر دئے تھیں۔



مغربی وضع کی طریق تبلیغ سے بیزاری اور تبلیغ کی حقیقی تدبیر تاج میں یورپ کو ایسے دایوں کے چھبے کا مشناتی نہیں ہوں جو حضراتی مشنریوں کے اہل کی تھائی کریں۔ یہ تو یہ کہ میرا

اس قسم کے شہنشاہی اسلامی مکتبوں میں جو شخص یہ کہے کہ ہر مغربی سرزمین میں ایک خوش نظام کے ذریعہ اور اس سے بھی زیادہ انسانوں کی رضا و کفارت کے ذریعہ موثر اور باوقار انداز میں اسلام کی تائید کی جائے گی اس کو تسلیم و تفریح کے لئے جایز کہتے ہیں جب حقائق اہل یورپ کے آگے پیش ہو جائیں گے تو میں یہ سمجھ رہی ہوں کہ وہ خود ہی اپنا مذہب بدل دیں گے لیکن جب تک کہ مسلمانان عالم کی یہ حالت رہے گی جو اس وقت ہے، اگر کوئی مغربی یورپی قوم کوئی ایسا اختیار بھی کر لے گی جو اپنے تمام ہاؤس میں اسلام کے مانند ہو تو بھی وہ اپنے آپ کو مجھے الگ رکھنے کی خاطر

اس کا کوئی اور نام رکھ لے گی پس ہمارے کرنے کا نتیجہ کام یہ نہیں ہے کہ یورپ کو تسلیم بنائیں مگر خود انہی اصلاح کریں۔ اگر انہیں اس دن کے خداؤں میں فضول اپنا وقت ضائع کرتے رہتے ہیں اور اس مشکل کام میں خود ڈالنے سے روک کر رکھتے رہتے ہیں جو ان کے ہاتھ ہی تھے پس نہیں لگا جاتا ہے۔

اسلام کی دو شاخیں

یہ خیال ہے کہ ہمارے پیغمبر اسلام کے پیام سے خداوند ان کو پیچھے والے فائدوں کا دریا بہنے کے دو شاخ ہو گیا ہے۔ یعنی بعض آج کے مسلمانان عالم کی حالت سے اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا جاسکتا ہے۔ یہ تقسیم مستشرقین اب اس پر متفق ہیں کہ موجودہ تہذیب اپنے آغاز میں نصرانیت سے زیادہ اسلام کی عنوان احسان ہے خصوصاً اپنے سائنٹیفک طبع کے اعتبار سے۔ وہ سلاوی تھے جنہوں نے یونانی اہل

اور ہندوستانی تحقیقاتوں کے نتائج کو محفوظ اور ضبط کیا اور انہیں یورپ حاضرہ کی رسائی میں پہنچا دیا۔ وہ سلاوی تھے جنہوں نے سب سے پہلے غاصت استوائی طریق کا استعمال کر کے اصول جہ

پر سائنٹیفک ایکٹیوٹی کی ابتدا کی تھیں، ایک جہل فاضل مختلف زبان تک لکھا ہے کہ در اسلام، استوائی طریق جہل حاضر اور کیا انہی ایجاد و اختراع کی شہادہ کتب ثابت ہو چکا ہے۔ بنا بہت دیر سے طریقہ قزاقیہ سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ رجحان اقبال نے کہا ہے کہ اس سے اس بات کی توضیح ہو رہی ہے کہ یوں ہمارے غیر قائم المیہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے انسان کو اس کو ماری آئندہ ترقیوں کی کجیاں عطا فرمادی ہیں خواہ وہ ترقیاں روحانی ہوں یا مادی، عربی ہوں یا

سیاسی آئندہ سے ہمیشہ انہی کی ساری کاتجہ رہیں گی۔ اسلامی پیام کے سائنٹیفک ایکٹیوٹی اور مادی حسی کو یورپ نے تنہا اس لحاظ سے تنہا جب کہ سلطان مملکت اور درمیت کے اسی مرض سے متعلق ہو کر ان کو ترک کر رہے تھے جس نے انہیں وسطیٰ یورپ کے داغ کو مفلوج بنایا تھا اور یورپ نے اس کو اس طرح اٹھایا ہے کہ لکھنا چاہتے ہیں اسلام کا پیام بدلتی ہے آج، وہ حصول میں غصہ ہو گیا ہے ایک تو وہ یہی ہے جس میں علمی فکر و خیال اور مادی ترقی کا فقدان ہے، اور دوسرا وہ مادی میں بدی اعتدال کے فقدان کی محنت ہے۔

یہ کہہ کر وہ فوں تامل میں ہیں اس عہد کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان دونوں کو کس طرح متحد کیا جائے

ہمیں کیا کرنا چاہیے

مفتی اعظم مصر مرحوم شیخ محمد نے ایک مرتبہ یہ کہا تھا کہ اہل یورپ کو اسلام سے جو نفرت ہے اس کے لئے عرب قابلِ ملامت ہیں اس واسطے کہ یورپ لوگ ہمارے مذہب کو ہمارے آئینے میں سے اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی سیلی کو کھڑے سے اندر نظر ڈالے مگر اس کے سبب یہ قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ بیشک طرح آج بھی اسلام کے مستقبل کا اعتدال مسلمانوں کے گرد رہے۔

اسلام کی عالمگیریت

اسلام کی عالمگیریت کے پہلوؤں کو ازل سے ہی تاریخ کا ایک سب سے بڑا موضوع قرار دیا ہے۔ ایک ایسا موضوع جو شہنشاہک مسلح حدیث کے جذبہ درنگ کی دولت میں دی گئی تھی اور دونوں طریقوں کے لوگ آپس میں آواز ادا کرنا کر سکتے تھے، عداوتوں کے مسلمانوں کو ملا تھا اور ان دو

عزل

از لوا فیصاحت جنگ یا حلیل

آنکھیں تو میں باقی کی اگر جام نہیں ہے جب سے مجھے آرام دہ آرام نہیں ہے قاتل کی گلی رہ گذر عام نہیں ہے سینے میں خش ہر دل ناگام نہیں ہے کہہ کر ترے حصے کا کوئی جام نہیں ہے فہرست جو نکلی ہے مرانا نام نہیں ہے سو خون کریں روزانہ کچھ الزم نہیں ہے اس کے بے نازک پر مرانا نام نہیں ہے بلبل کے لئے کیا رنگ گل دم نہیں ہے اس پر اثر گردش ایام نہیں ہے اس دور میں کسکو ہوس جام نہیں ہے

زندوں کو غم بادہ گلغام نہیں ہے،
جنگِ خلش و درختی اک گونہ مزار تھا
چلنے کی اجازت نہ فقط تیغ رواں کو
ایکابل نے گیا لیکے کدبرِ ناک قاتل
بچو مجھے بے جا مکیا بیہ مغان نے
میں نے ہی اُبھارا تھا انہیں قتلِ ملین
بیخوف کیا خشن خدا داد نے اُن کو
میں خوش ہوں تصویری جسے بارگراں ہے
کچھ دامنِ تقصیر نہیں متوقف اسیری
کشتیِ ہزنہ کھٹتی ہے نہ ہستی ہے شبِ غم
ناداں میں جیتے ہیں حلیل آپکا الزم

سلاوی کی فسطوں کی تعداد میں یہ مسلح تاسمیری تھی تیل کے تمام سلاویوں کے مملوک کی تعداد سے بہت بڑی ہوئی تھی، ہم کو اب مسلمانان صدر اولیٰ جاسکے، میان و مل کی پیروی کرنی ہے۔

(ختم شد)

اوریں

موا: اعمد الماجد صاحب ریابادی

انکا حدوث وغیرہ میں شبہ و شک کا پیدا ہوتے ہے۔
اس میں سے ہر ایک نے ایلیات میں انبیا ایک ایک نسخہ
نسخہ پر قائم کیا اور جس طرح بت پرستوں کے ت انکے
مکتوبہ تھے، یہ بھی ایسے تے ایک ایک انکے نسخہ
ترتے ہوئے تھے ایک جیسے تاں دوسرا کسی کو عقل
میں جس کے آگے سر جھکا تاں وہ اس کی ہمتی اٹھاتا۔ اس میں
خبر کا تاں ذکر نہ تھا، لوگ تاں تصافات خلاصہ کو جھجک
کھڑے تھے، اور ایلیات کی جانب سے ایک بے انتہائی
بلکہ بگانی کی رو عام ہو گئی۔ ایک ہر نے کی تنقید
معلیٰ کیا کہ تھی، اوام عقل پر تنقید شروع ہو گئی۔
انکے سارے نظامات فلسفہ کو خاصہ یہ تھا کہ عقل
مطلوبہ کی متیقن عقل سے یوں ہوئی وہ عقل اس قدر سے
یوں ثابت ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ خود عقل
کے مفصل کے حد تک مطلق تسلیم کئے جاسکتے ہیں ؟ اور
قوت عقل کے حدود کہاں ہیں ؟

مارچ کے جہاں تک پتہ چلتا ہے، اس روغن کو جس گردہ نے سب سے پہلے باضابطہ شکل دی وہ لوگ یونان میں توسفسطا تھے کہاتے، ان کے دربار پر دھو دھو تو دنوز جیسے ہوئے ہیں، ان کے ملک کا خلاصہ حرب ذیل ہے:-

ماہم وجودات نام ہے ایک سلسلہ قدرت کا
اور حواس سے کچھ محسوس ہونے لگے وہ ہمارا دودھ
ہاں، بلکہ رفت تیز و حد سے ہے۔ ہیں اگر کوئی شے
قدیم، ادب الوجود و قائم بالذات وجود ہے، حواس
کا علم حواس کے ذریعے سے نہیں ہو سکتا، اور حواس
کے ذریعے سے اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا حواس شے علم
کے سطوت غلبہ و نکرے پیکر کو اعتقاد دیا جا سکتا
ہے؟ اس لئے، گمنان حواس سے الگ اور بے نیاز
ہے کہ، ہم جنہیں معنویات و موجودات سے تیسرے کرتے
ہیں وہ تو خود ہی کسو مسات و مددکات سے ماخوذ،
مربوبہ ہیں۔ ہیں حصول علم کے لئے جب حواس
غیر مقرب ہیں، تو عقل کو رسا و تقابلی اعتقاد ملتی ہے۔

اس کے علاوہ جب انسان کے آلات ادراک
خاموش رہا سہی ہیں اور یہ یہی ہے کہ ہر شخص کے حواس
دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں تو ہمارے سارے
معلومات کی حیثیت محض اضافی ہی ہوتی ہے اور مختلف ہتھیار
کے وجود کا مفہوم ہم سب سے ہر شخص کے لئے الگ الگ ہے۔

[illegible]

موضوع تفصیلات میں خود بخود کھلتا ہی اختلاف و نزاع ہوتا ہے۔ فلسفہ کی تاریخ آج کے انسان کے دلکاش وقت تک تمام فلسفہ میں بظاہر بحث عام و مشترک رہا ہے کہ انسان کی عقل میں درجہ اولیٰ اور حقیقت شتمانی کی کماہمیت ہے، اور انسان اپنی عقل کے ذریعے علت اعلیٰ کی ابتداء صحیح نظریات و مفروضات قائم کر سکتا ہے۔ انسانیت تو تاریخ کے قطب ہے، باقی وہ دعوت و نثری کی بھی ساخت ہے کہ کسی طاق فکر کے مطابق وہ واقف، روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ارتقاء فکر میں انسان کو ایسے فوارے کس درجہ اعتماد و وثوق ہو سکتے ہیں، اگر یہ نہ ہو تو شاید دنیا کا کوئی کام انجام میں نہ دے سکے۔ کہ انسان کی سرشت ہی میں زود اعتقاد و عقل بندی رکھ دی گئی ہے۔ اس لیے جب انسانی فکر و ادراک اور انسانی فکر کا بار بار تجربہ ہوتے ہیں، جب کہیں جاکر اس میں ذیہ تلقین دیکھائی پیدا ہوتی ہے، اور وہ خود اپنے اعمال و اندھا کو تنگ و مضیقہ کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے، نزوع شروع وہ دوسروں کو جس ماہر پر چلتا دیکھتا ہے، خود بھی اسی پر چڑھتا ہے، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہتا ہے، کہ اپنے کو کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے، اس طرف اس کا ذہن کبھی نہیں مڑتا ہی میں منتقل ہو سکتا ہے کہ جس نے کو وہ رفتار سمجھ رہا ہے، وہ حقیقتاً رفتار سے بھی، واضح و ابھار کہ نفسِ انسانی۔

دوسرے علوم و فنون کی طرح بالکل ہی عالیشان کاہنہا کاہنہا لطیفات کے میدان میں ہدیوں سے پیش
وصال دیا گیا کہ آریوں کے یہ جب اختلاف کم ہونے کی جگہ دو پر وڑ پڑتا اور عہد کیا گیا، تو آخر کار یہ رستے
خوابانی کی رگ ایک سارے سوالات، دوار دوار مسقف و مجراب سے متعلق تھے، حالانکہ ان رگات کی استواریت مقصود
ہے تو پہلے نہاد کی خبر لینا چاہیے۔ یہ سلا تو یہ کہ چاہے کہ دنیاں سے عقہ و دو دفعی کسی نئے یا اشتیاء کا کتابت نہ آئے۔
پہلے تو یہ کہ گاہے کہ آ کر ان کے عقل کی وساطت سے کسی حقیقت کا علم ممکن بھی ہے ؟

اسلئے اس مفاد کے مطابق یہ قول اگر حقاً "فلسفہ اور مذاہب فلسفہ" مندرجہ مبادی فلسفہ جلد اول پر ایک نظر کریں جائے تو بہتر ہوگا۔
 علی مستوفین نے ترجمے پر انگریزی فلسفی اصطلاح "Dogmatism" کا لفظ ملا میں مولانا شیخ رحیم کے مشورہ اور نثار کے مطابق پہلی بار اردو میں یہ اصطلاح لائی گئی تھی۔ بعد ازاں حضرت
 نے Dogma کا ترجمہ شکم سے کیا۔ ان کی اصطلاح میں (Dogmatism) کا ترجمہ "مستوفین" ہوگا۔ (۱۹۳۶ء)

(۲) اس لئے انسان کو اپنی قوت فیصلہ معطل رکھنا چاہیے، یعنی کسی مسئلہ پر فیصلہ یا اثبات کوئی سماجی حکم نہ لگانا چاہیے۔

(۳) اس قوت فیصلہ اور حکمت مطلق سے وہ سکون قلب و اطمینان حاصل ہو جائے گا جو حیات انسانی کا سبب مقصود و مطلوب ہے۔

اجمالی تفصیل بھی خود پر ہوگی زبان سے سننے کی بجائے کہ ہمارے معاملات تمام تر دو چیزیں ہیں، محسوسات و عقولات۔ اب دیکھنا ہے کہ مابین ان کے تعلقات کی نوعیت سے ہونا ممکن ہے؟ کیا حواس کے ذریعہ سے؟ لیکن حواس تو بہت کم ہیں اور ان سے کیا نتیجہ ملے گا؟ ہمیں عقل کے ذریعہ سے؟ لیکن عقل کا اثر ہماری عادات اور اپنی سوسائٹی کے ہم درواج کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اختلاف عادات ہی کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص کی عقل دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ مابین ان کے تعلقات کا واسطہ حواس پر خواہ واسطہ عقل، دونوں واسطوں سے ناممکن ہے۔ اسی حالت میں ایک دانشمند شخص کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ فطری طور پر اشتیاء کے من و تقیہ پر حکم لگانے سے سکوت مطلق اختیار کیا جائے اور عقلی زندگی میں احوال کے ترک و اختیار دونوں سے احتراز رکھا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تسکین خاطر حاصل ہے گی، جو فلسفہ و مابعد الطبیعیات کے مناقشات میں پُرکار باطل مفقود ہو جاتی ہے۔

یہ کہ ایک نیا گرامش ہو ہے اس لئے فلسفہ کے خلاف اپنے استاد کے دلائل پر اس جرح کا اور اضافہ دیکھا، کہ یہ لوگ اذیت کا بلا دلیل و بے ثبوت کیسے صحیح تسلیم کرتے ہیں، درحالتیکہ ان کے اصول پر ہر شے کے تسلیم کرنے کے لئے کوئی منطقی دلیل پونا چاہیے۔ پھر اگر اذیت پر دلیل قائم کی گئی، تو وہ متعلقہ دلیل پر اور ان پر اذیت کی تعریف ہی صادق نہ آئی تو خود دونوں صورتوں میں مستقیمین کے لئے کوئی مغرب نہیں، اقراض ان کے مسلک پر ہر صورت میں وارد ہو جائے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں سے فطرت اور سوسائٹی کے ڈانڈے الگ ہوتے ہیں۔ مستقیمین (یا متفکمین) حقائق اشتیاء کے بارے میں ایجابی دعوے کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم فلاں فلاں مسائل کو عقل کی مدد سے فطری طور پر ثابت کر سکتے ہیں۔ سوسائٹی کے مقابل میں اعتقاد و حکم کی اسی قوت کے ساتھ سلبی دلیل اختیار کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہم فلاں فلاں مسائل کا بطلان فطری طور پر کر سکتے ہیں۔ متفکمین کا مانتا ہی دنیا سے الگ تھا۔ ان کا مسلک لامتناہی کا تھا اور وہ کہتے تھے کہ اثبات و نفی کے ان دونوں طریقوں میں ادما سے علم خشک ہے، ان کا کہنا تھا کہ ہم حقائق اشتیاء کے منکر یا ان کے بطلان کے مدعی بھی نہیں، بلکہ صرف آئینہ ہیں، کہ ہمیں ان کا علم نہیں۔ سوسائٹیہ علم عدم کے مدعی تھے، اور متفکمین عدم علم کے۔

آر سیسلس (سلسلہ نام مستند ق م) نے اکادمی کا بنیاد ڈالی وہ اپنے فطریات میں فطری حیثیت سے، جو کہ سوسائٹی کے خلاف تھا، جو عدم علم کا تھا تھا، لیکن آر سیسلس نے ایک دین بنائے۔ پیدا کیا، کہ عدم علم کا دعوے کو کدو کے سلبی ہے لیکن ہے تو دعوے ہی اور دعوے کی عدم کار، اور کسی صورت میں بھی ہونے فطرت مطلق کے منافی ہے۔ اس بنیاد پر آر سیسلس نے یہ کہنا تھا کہ ہم حقائق اشتیاء سے اس قدر علم ہیں، کہ خود اپنی لاعلمی کا علم نہیں رکھتے، اور یہ کہ نہیں جانتے، یہاں تک کہ اپنے نہ جانتے کو بھی نہیں جانتے، اس پر اعتراض یہ ہوتا تھا، کہ اس فطرت محض اور ارتبا مطلق کے ساتھ دنیا میں کے فطرت کو نہ کرنا ممکن ہے؟ اس کے جواب میں یہ فطرت کہنے پر، کہ ہم فطری و اعتقادی حیثیت سے فطرت محض، (اور ہر طرح کے یقین و ادعا سے محض نہیں، لیکن علمی زندگی کے اصول فطری زندگی سے کسی قدر مختلف ہیں۔ یقین کا عمل تو ہم علمی زندگی میں عجمی کسی مسئلہ کا نہیں رکھتے، لیکن روزانہ

ایک شے کی کوہ نظر آتی ہے، کسی کو زرد۔ زرد کو چوٹی معلوم ہوتی ہے اور دگر کو بڑی۔ ہم میں کو ایک شے کے وزن سے کچلے جا رہے ہیں، آپ میں کو اس کو ملاکت لکھ لکھ سے تھکتے ہیں اب جب ہر شے کے دکھات و حقائق محض اعتبار سے لکھ، تو جن تصانیف و کلمات کو ہم نفسیات کے درجہ میں رکھتے ہیں، ان کی حیثیت بھی اضافی ہی رہی۔ اور حقائق واقعی ہمیں یہ حقائق رہے ہیں، بلکہ ان کے دوسرے حقیقت بھی، افراد ہر گز کے اختلافات مزاج و حواس وغیرہ کے ماتحت و مناسب، ایک دوسرے سے مختلف قرار دینے چاہئے۔

ان مفکرات کی بنیاد پر سوسائٹیہ کے کلیات ذیل قائم کئے۔

(۱) دنیا میں جو حقیقی کسی شے کا نہیں۔

(۲) ادما کو بھی تو ہمارے پاس اس کے علم کا کوئی ذریعہ نہیں۔

(۳) اور ہر باطن کوئی ذریعہ علم ہو بھی، تو اس علم کو دوسرے تک نقل کرنا

مطلقاً ناممکن ہے۔ ان نتائج کے خلاف سوسائٹیہ کے نزدیک اشتیاء کا من و تقیہ ذاتی ایک ہی نفسی نقطہ تھا۔ ان کو اس کا ایک اصول یہ ہو گیا تھا، کہ ابھی ان شے کے اثبات پر زور نہ توڑا، خود دوسرے تقریر کرتے اور بھی خود ہی دیکھتے ہی زور دوت کے ساتھ اس کی نفی و ابطال کے دلائل دینے لگے۔ اس کردہ سے فلسفین کی تمارت و مسجید کی مفقود ہو گئی۔ فلسفہ کے اصول، اور منطق کے قوانین ان کے نزدیک کیا تھے، محض سامعین کی فحشی اپنے انہماک کے لئے جب چاہتے، سیاہ کو سفید، اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے لگتے، اور حاضرین محض سے خوب خراب داد و تحسین حاصل کرتے۔ گویا ان کا فلسفہ یہ تھا، کہ جب دنیا میں حق و صداقت بذات خود کوئی شے نہیں، بلکہ جیسے حق اچھے جا ہے، باطل ثابت کیا جا سکتا ہے، تو پھر انسان اپنے جاہ و اقتدار کے یوں دست بردار ہونے لگے؟ اس اسی نظریہ پر ان کا عمل تھا۔ مجلسوں اور عقلوں میں زبان آوری و طلاقت انسانی کے کمال دکھاتے اور نام پیدا کرتے رہتے۔

سوسائٹیہ یوں کہہ دیتی، یونان کی ترمزین پر، ان کے خلاف شدید رد عمل شروع ہوا۔ فلاطون و ارسطو وغیرہ میٹن شاہرہ فلسفہ کے بد و بکر سے پیدا ہونے لگے، جنھوں نے مابین اشتیاء پر تقریریں کر کے دم دھوئے کس۔ حقائق موجودات سے متعلق نظریات پر فطریات مدعیانہ تب و جو میں بیٹھ گئے، اختلاف اسلامیت کے بے باک دعوے کئے، اور سوسائٹیت کا لغت، تنقید و تفسیل کے موقع پر استعمال ہونے لگے۔ لیکن استقلال و ثبات فلسفہ و انہیں کے اس دور کے تعصب میں بھی نہ تھا۔ کچھ روز کے دور تو کچھ بدیدہ طوفان بھی کڑ گیا۔

فطرت کی بنیاد، اپنے اصلی معنی میں، اسی وقت سے چڑی ہے۔ ارسطو کے آخر زمان میں ایک شخص نے یہ بیان کیا، جس کا نام کوئی مستقیم بیرون کہتے ہیں۔ اس نے عقل انسانی کے واسطہ سے اور ان حقائق اشتیاء کی قابلیت کا کیر کا کرنا۔ وہ کہتا ہے کہ مسائل مابعد الطبیعیات میں شخصیت انسان کے لئے مغرب ہے اور بے معنی کچھ۔ مغز اس کا محاذ ہے بجائے سکون و اطمینان قلب کے، ان سے طلب کی بے اطمینانی و اضطراب میں اضافہ ہوتا ہے، اور بے معنی اس حیثیت سے کہ عقلی دلائل سے ہر مسئلہ کی نفی و اثبات دونوں کو کیا قوت کے ساتھ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ یہ جو کے نتائج انکار کا خلاصہ تصانیف ذیل میں لکھا جا سکتا ہے۔

(۱) مابین اشتیاء کا علم ہو نہیں سکتا۔

نرمیات کے لئے ہم استاد ہندہ کچھ لکھتے ہیں، اگر کسی ملا کا ایک پہلو عقاید و مسک کے راجع ہے اور اس کے لئے ہی اسی قدر رجحان کافی ہے۔

اس کے تقریباً ایک صدی پہلے کا مذہب پیدا ہوا، جو اپنے اعتقاد و اعمال میں قدما سے سوسطیائی سے غایت مشابہت رکھتا تھا، چنانچہ یہ مذہب کیا ہے وہ پہلے دن عدل کے خاص ہیں اس خوبی نے تقریباً ایک صدی پہلے کے عقائد کو گرجا اٹھا، لیکن وہ مسک ہی دن اس نے اپنی جہتی تقریباً ایک صدی پہلے اس زور و قوت کے ساتھ کیا کہ حاضرین دیکھ رہ گئے۔ کارڈس کا ایک خاص کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنی پروردگار کو جیسی سے عکاس دوا خدائیں کے فلسفہ کی بنیادیں ترس لیں کر دیں۔ وہ کہتا ہے کہ وہ آئین اپنے خدا کو عالم کی روح قرار دیتے ہیں، اس خدا کا روح ہمارا تو لازمی ہے کہ وہ روح کے خواص بھی رکھتا ہو اور روح کا ایک خاصہ قابلیت احساس ہے، تو گو ایک ہند مختلف احساسات سے شخص ہوتا ہے لیکن احساسات سے متاثر ہونے کے یہ معنی ہیں، کہ اس میں تری بی نرات کی صلاحیت موجود ہے اور جسے متاثر ہوتی ہے وہ حادث ہوتی ہے۔ پس درائنیں کا خدا حادث ہوا، حالانکہ اس کی تعریف یہی ہے کہ وہ انہی وادی ہو۔ اس کے علاوہ اگر خدا کا وجود ہے تو وہ حال سے خالی نہیں، یا تو وہ محدود ہوگا یا غیر محدود۔ اگر محدود ہے تو یہ اپنا خدا پر خدا ہونے کی تعریف صادر نہیں کی اور اگر غیر محدود ہے تو ضرور ہے کہ وہ انہی وادی کا ناقابل تیر و ناقابل حرکت ہوا و دوسرے فعلوں میں وہ کوئی زندہ جاوید وجود نہ رکھتا ہو، مگر صورت بھی ناقابل تیر و ناقابل تیر ہے۔ اس کے علاوہ خدا یا تو نیک کردار ہوگا یا اسیا نیک، اس قول کے تسلیم کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کمالی و برتر خدائی قانون کا پابند ہے، اور یہ بندی مرچا اس کی خدا کی خلقت کی نفی ہے، لیکن اگر حق و حقیقت میں یہی ہو تو کون ایسی ہی کو خدا تسلیم کرے گا، جو نیک کردار کے وصف سے محروم ہو؟ غرض اس طرح درائنیں نے خدا کے خلق جو تخلیقات نام لکے ہیں وہ سب (کارڈس کہتا ہے کہ) باہم متناقض اور ناقابل قبول ہیں۔

روائتیں کے یہاں ایک خاص مسئلہ تھا کہ جن محرمات کی تردید کبھی ہمارے تجربے میں نہیں ہوتی انھیں حقائق کے درجہ میں رکھنا چاہیے، لیکن کارڈس درایت کر لیتے کہ اس دعوے کے صحیح کیا ہے؟ کیا ہمارے پاس کوئی معیار ایسا ہے جس کی بنیاد پر ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ فلاں فلاں محرمات کی تردید حقیقی انسانی تجربے میں نہیں آئی ہے؟ کیا حقائق اور سامعین جو ہمیں نظر آتے ہیں ان کی بات میں اس وقت ہمارے یقین نہیں ہوتا کہ ان کی محسوسیت ناقابل تردید ہے؟ یا کیا اس طرح ایک دہانہ اپنے جہان محرمات کو اسی قدر قطعی و یقینی نہیں خیال کرتا، جتنا کہ ایک صحیح احساس نفسی ان محرمات کو؟ پھر جن محرمات کو ہم غلط قرار دیتے ہیں اور جن کو صحیح، کہا ان کے درمیان کسی خاص نقطہ پر کوئی حداف اصل قرار دینا ممکن ہے؟ دراصل قطعی کے حدود صحت کے ساتھ اور صحت کے حدود قطعی کے ساتھ ایسے ہی سوئے اور لگتے ہیں، اگر کسی خاص نقطہ پر ان دونوں کے درمیان خطافرتی کی گنجائی نہیں ہوتی، پس ایسی حالت میں کسی شے کے قطعی طور پر حقائق کے درجہ میں رکھنا ممکن نہیں۔

لیکن اگر یقیناً بات کا علم انسان کی دوسرے سے باہر ہے تو اس تفکاک نے کہا، کہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ قطعی زندگی میں احتمالات و غنیمات سے فائدہ اٹھا میں آئی کیا جائے۔ کارڈس کہتا ہے کہ ان کو قیاس کے عین درمیان قرار دینا چاہیے، وہ سب سے ابتدائی طبقہ میں وہ ادراکات داخل ہیں، جو جہان سے خود بخود معلوم ہوتے ہیں، لیکن ہمارے دوسرے ادراکات کے مطابق ہیں، اس سے ان کا باطنی واسطہ ان ادراکات کا ہے، جن کی تائید ان کے تلامذہ و متسامر ادراکات سے ہوتی ہو، اس کے بعد آخری اور سب سے بلند تہ ذہن ادراکات کا ہے، جن کی تائید یہ خود ان کے

ادراکات متلازم و متسامر کے ادراکات متلازم و متسامر موجود ہیں، غرض اگر چہ ان کے اعتقادی و نظری حیثیت سے، عقائدی مشابہت، کلام ممکن نہیں، لیکن زندگی کی عملی ضرورت کے لئے ان کے باطن و قیاس تمام امتیاز میں ایک فرق مراتب و مدارج باطل کا کافی ہے۔ کارڈس کے بد شکاک کی قیادت اینڈریس کے ہاتھ میں آئی، اس نے شکاک کی تائید میں دلائل و دلی قائم کئے۔

(۱) امتیاز عالم کے خواص میں اختلاف، جو چیزیں ایک شخص کو ایک خاص صورت میں نظر آتی ہیں، وہی دوسروں کو اس سے باطل مختلف محسوس ہوتی ہیں۔ (۲) ان اشخاص کے احساس و عقل میں اختلاف، جس کی بنا پر ایک ہی شے مختلف افراد پر مختلف اثرات ڈالتی ہے۔

(۳) ادراک ایک ہی شخص کے مختلف حواس کے درمیان اختلاف، جس کی بنا پر ایک ہی شے دیکھنے میں خود بخود معلوم ہوتی ہے مگر لکھنے پر باطل میرہ نکلتی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہی چیز کے مختلف احساسات و ادراکات کے درمیان تغایف ہے۔

(۴) اس کے علاوہ ہم یہ باتیں کریں کہ تجربوں نے مختلف عناصر احساس سے مرکب ہوتی ہے۔ مثلاً ایک سیب ہمارے سامنے رکھا ہے، یہ سیب بے گول ہے، کچھ دیر دیر ہے، خوشبودار ہے، شیریں ہے، وغیرہ۔ اب وہی صورتیں ممکن ہیں، یا تو یہ سیب ایک فرد کے لئے ہے، جو رنگ، شکل، وزن، ذائقہ، شیرینی وغیرہ کی کوئی خاصیت اپنے اندر نہیں رکھتا، بلکہ مختلف حواس ان خواص کو اپنے لئے پیدا کر رہے ہیں، اور یا اس کے خواص غیر محدود ہیں ان میں سے یہ چند خواص ہوں کہ اس نے محسوس ہوئے ہوں، کہ ہم قدر حواس رکھتے ہیں، اگر حواس کا تعداد زیادہ ہو تو حواس امتیاز بھی زیادہ تعداد میں معلوم ہونے لگیں، غرض محسوسیت امتیاز و دونوں شقوں میں حواس کے تابع ہے۔

(۵) ادراک امتیاز میں ان اشخاص کے اختلاف ماحول کے باعث تیز تر، جتنے جتن ہیں پس ہمیں معلوم ہوتی تھا، جو ان میں اس سے نفرت ہوتی، جو خدا کی عیون کے وقت نہایت بے لطف معلوم ہوتی ہیں، حالت سیری میں کوئی لطف نہیں محسوس۔

(۶) ادراک امتیاز میں، امتیاز کے اختلاف ماحول کے باعث تیز تر، متحرک شے اگر بہت دور ہے تو سامن نظر آتی ہے، یہی کہ درختی آفتاب کے کھلنے سے تقریباً فیروزہ کی دہتی ہے، یا حتیٰ کہ فاصلہ سے دیکھ کر خود ادراک ماحول اور نظائر کے کا۔

(۷) کوئی ادراک خاص نہیں ہوتا، ہر ایک میں اجزاء غیر کی آمیزش ہوتی ہے۔ مثلاً آواز کو اس کی تیزی یا دھماکا، ہوا کی شدت و خفت پر مشروط ہے، یا اجسام کا وزن کہ ہوا میں زیادہ ہوتا ہے، یا بی بی مگر وغیرہ۔

(۸) اختلاف محسوس سے بھی کثیریت میں اختلاف پیدا ہوا جائے۔ شراب کا استعمال اگر محدود کے اندر تو مفید ہے، بے اعتدال کی حالت میں کم قابل ہے۔ ریت کا ہر پرندہ سخت ہوتا ہے، لیکن ریت کا ٹوہہ نہایت نرم ہوتا ہے۔

(۹) ادراک حرف امتیاز کے تفکرات باہمی کا ہر کسما ہے، کہ ان کی بات (۱۰) حالت ابتدائی تربیت رکھو روانہ و فرہ کا اثر، ہم جس قوم میں پیدا ہوتے ہیں، اور جس ماحول کے درمیان نشوونما پاتے ہیں، اس کے عقائد و خیالات، مذاہب و مذاہب، اطوار و مذاہب، غیر متروک طور پر خود بخود اندر کر لیتے ہیں۔ ایک میلانی مذہب کے خیالات پر ہندوستان کے ایک پارسی ہندوؤں کے مذہب و ادراک کی تشکیل کر لیتے، ایک یہودی کو عیسائیوں کے عقائد و عقائد متعجب سے معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ اس سب کی بنیاد اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی کہ ابتدائے زندگی کے بیچ ذہنیت جیسا کہ اس میں ہے، آج میں قوم یا مذہب کی کوئی بات عجیب معلوم ہو رہی ہے، اگر شروع سے اس کی باتیں مانوس ہوں تو یہی حالت و ادراک رائج ہو گئی ہو۔

اس کے علاوہ علت اگر تمام ہے، تو اس سے مولود خود بخود پیدا ہو جاتا جائے کسی اور شے کی اعانت کی حاجت باقی رہتی ہی نہ چاہیے۔ حالانکہ فلاسفہ و اہلین کا اس پر اجماع ہے، کہ علت کے توڑ دھونے کے لئے جس سے پردہ عمل کر رہی ہے، اس میں بھی قوت مغفل کا ہونا ضروری ہے۔

ہجرت سے سوال پیدا ہوتا ہے، کہ کیا ملت کے لئے صرف ایک ہی خاص مہلتا ہے؟ زیادہ متند دھرم و عبادت رکھتی ہے؟ اگر تشریف اول صحیح ہے، تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس سے ہر عالم، اور ہر متمدن پر پوچھنا چاہیے کہ کیا اس مہلتا کے لئے ایک ہی خاص مہلتا ہے؟ تو ہم دیکھتے ہیں کہ مہلتا کے ہندوؤں میں ہر رنگ اور ہر وقت کیسا ہی دیکر نہیں پائی جاتی۔ کبھی آفتاب چھڑو کو حلاہ تیلے سے کبھی اس سے صرف گرمی کا

احساس ہوتا ہے اور بھیجی
بھی نہیں ہوتا، بلکہ ہر اس کی
روشنی ہمیں محسوس ہوتی ہے
دور سے اس سے ملنا ہوتا
ہے، کہ آفتاب کے متعدد
خصوصیات ہیں۔ لیکن اگر
یہ تسلیم کر دیا جائے تو چاہیے
یہ حکام کو خصوصیات
متعدد کا علم ہو ایک ساتھ
ایک ہی دنت میں ہو۔ یعنی
چاہیے یہ حکام کہ آفتاب
جلانے، گرمی پہنچانے،
روشنی پہنچانے کے کام
ساتھ ہی ساتھ کرسے۔ یہ
ہنہ کہ کبھی اس کی ایک قوت
کا علم ہو اور دوسری
کی نہ ہو۔

دلِ حقیفہ، نالوں ابلیہ یا بغیر ہے
کے دیوان میں عزیز
خاکِ انیس ہے

کون ہے اور معلول کون۔ مثال کے لئے انجن اور دھڑا پور کر لیجئے۔ ایک طرف پیسہ
 کو تسلیم ہے کہ انجن کی حرکت کا باعث دھڑا پور ہے اور اگر دھڑا پور اپنی قوت کو رد کر
 دے، تو انجن میں مطلق حرکت نہیں رہ سکی، لیکن دوسری طرف یہ بھی صریح متناہی ہے
 کہ دھڑا پور کے جسم کو جو حرکت ہو رہی ہے اس کا باعث فعل انجن ہے۔ اور اگر
 انجن کی مقدار میں بڑھ جائے، تو دھڑا پور کا جسم بھی ساکن ہو جائے گا، ایسی حالت
 میں یہ فیصلہ کرنا کیسا جاسکے گا کہ ان دونوں میں فعل علت اور مدخلان معلول ؟

یہ چند مثالیں کافی ہوگی کہ اس طرح کے مبسوط دلائل اور دہرائی جن کا بنیاد پر انیڈیکس نے قلیل کے مسلم و متعارف قانون کا بطلان کیا ہے۔ اس سے تقریباً ایک صدی بعد اگر بنیاد ہوا، اس نے اپنے شہر

مقدمات بالا سے انہیں دیکھیں اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ہمارے تمام مملوکا
و درکات محض ایک اعتبار یا اخلاقی حیثیت رکھتے ہیں، اور ہم کسی شے کے متعلق عجی
پہنیں کہہ سکتے کہ وہ ان حقیقت کی راہ۔

مستحقین (استغنی) کے بارے میں نظام فلسفہ کا رنگ بنیاد پر مدلل ہے۔
 فلسفہ سبیل ہی کہ ایک بھی حقیقت کا طرح فرض کرے جس کو، دنیا کا عام اعتبار و باہم
 قانون ملت و مدول سے وابستہ ہیں اور انسان کو ان کا علم ہو سکتا ہے، پھر اس کے بعد
 اسی بنیاد پر نتائج و گولت کا کفر یا اشیاں خارجیہ قائم کرتے ہیں۔ اشاعتی سے سرے
 سے کسی بنیادی کچھ کی شرعی و ادنیٰ متعدد دلائل اس پر قائم کے کہ تو نہ عقل کا
 تخیل ہی سے بنی ہے۔ ان دلائل کی حقیقت کا اعانہ و ایک غلوں سے پرکار۔

تینیس کھتا ہے کہ
 ملت و ملت کے درمیان لڑائی
 جیتنے سے تین ہی رشتے
 ہوتے تھیں ہیں یا تو دونوں
 (دعوت باطل) یا کل ہزاراں ہوں،
 یا ملت مٹو ہو (اور ملت ختم)
 اور یا ملت مقدم ہو اور ملت
 منمو، ان میں سے تیسروں
 تو بدشاہت کا راجہ اکیٹ ہے،
 جب ملت کے بغیر اور اس کے
 وقوع سے قبل ہی ملتوں ایسا
 وجود قائم کر سکتا ہے تو ظاہر
 ہے (اسے اس ملت کا کل
 دینیجہ کی کٹر کر دیا جا سکتا
 ہے؟ یہی مسئلہ اول، سو وہ
 من کے لئے قابل قبول ہے
 اور جب دونوں دعوات کا تقاضا
 ٹھیک ایک ہی وقت میں ایک
 ہی ساتھ ہو تو اس طرح کہا
 جا سکتا ہے کہ کھانے سے
 یہ بے پروا ہے؟ (اور دونوں
 میں سے ایک ملٹ سے غائب ملل۔
 میں ملٹ ملٹ سے غائب ملل۔

[illegible]

نغمہ

از نواب عزیز یار جنگ بھادرنی

نغمہ بیکجی بھی زاد تارِ نغمہ ہے
لیا سُری بھی صلاخِ حرفِ حق و زار
عذرا بیخوشِ نوایر آنکھ ہے صیاد کی
نالہ دل ہنوا لے نغم مرغِ محفل طور
کیا خبر کیا ہستی پھرتی ہے گلستا میں صبا
ساز تہی رہے اپنا تو مدارِ زندگی
آنکھ ہو تو کوئی دیکھے گوشِ عبرت سے سنے
تقریر ہو طوطا کیو جھے عشرت کا رنگ

کس قدر اندر اکبر ؟ اعتبارِ نغمہ ہے
آج تک گنگ ہماری بھی نغمہ ہے
نرگس شہلا سرا پا انتظارِ نغمہ ہے
سیلِ اشک دیدہ تر آستانِ نغمہ ہے
پھول کی ہر پنکھڑی مستِ نغمہ ہے
ہوش میں لانا نہ لانا اختیارِ نغمہ ہے
نغمہ میں ہر ہر روز نغمہ کی یادِ نغمہ ہے
دلِ ضعیف و ناتواں لبِ زارِ نغمہ ہے

شعردہا میں حضرت غالب کے دیوان میں عزیز
یہ غزل میری اسی دے کا خمارِ نغمہ ہے

تہ الف ادب ہمارے پیش نظر ہیں ان سے
 لیا جاتا ہے اور یہ دوسرے کیا جاتے، آف کا وجود
 علت سے مہم کو ہی نہیں کہے اس کے علت
 لیکن جو ہی ہے وجود میں آگا، الف قطعاً
 تھی ہی اور اس علت ابھی ہیں قرار دے کے
 اب الف علت ادب کو ملوں قرار دیا جاسکے
 ہی کے اصولی منطق کی دوسے تینوں مفروضہ
 دران تین کے سوا کوئی اور چوتھی شے تصور کی

یہی ہے اصول منطق کی دو سے تینوں مفروضہ
دران تین کے سوا کوئی اور چوتھی شق تصور کی

پیشہ دہ کے وہاں کے قریب ہی تہذیب ذیلی کے اصول پر اپنے کلنگ کی بنیاد رکھی،
(۱) اخلاق منہاجیم یعنی اخلاق اور مذہب ہم استعمال کرتے ہیں ان سے
ایک شخص کے ذہن میں جو مفہم پیدا ہو گیا، دوسرے کے ذہن میں لینے ہی مفہم نہیں
پیدا ہوتا۔ اس بنا پر حقائق کی تعلیم و تبلیغ کا خیال ہی بے سود ہے۔
(۲) سلاطین کا لاٹھیاں ہونا کسی نئے کی اصل ماہریت اسی وقت دریافت
ہو سکتی ہے جب ہم اس کی آخری علت دریافت کر لیں اور ایسا ہونا پیشہ نامکن ہے۔ ہم
جس نئے کو کسی دھوکے کی علت کہتے ہیں، وہ خود کسی دوسرے واقعہ کی سبب ہوتی ہے اور یہ
سلاطین اور انہما یہ جو ہمارا دیکھنا چاہا ہے۔
(۳) عقول و ادراکات بشری کا اضافی ہونا ہم متباد کو معرفت ان کے باہمی
تعلقات اور مظاہر کے ذریعہ سے جان سکتے ہیں ان کی ماہریت عقلی کی دریافت کا کوئی ذریعہ
ہمارے پاس نہیں۔
(۴) مقدمات کا تسلسل پر مشروط ہونا جن مقدمات کو ہم علم رکھ کر کسی نتیجے پر پہنچتے
ہیں فوراً کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ خود اس نتیجے کی محنت پر ہی مشروط ہوتے ہیں اور
مشکا انسان کے صاحب عقل ہونے کے ثبوت میں یہ کہا جاتا ہے، کہ وہ صاحب عقل ہے حالانکہ
عقل خود عقل و فہم کا نتیجہ ہے نہ کہ عقل و فہم کی علت۔
(۵) ادبیات کا بے دلیل ہونا جو ناچیز قضا باکے ادیب کی بنیاد پر ہم اپنے سامنے
قلعے کی عمارت کا نظام مقرر کرتے ہیں وہ خود عقل ثبوت ہوتے ہیں، اور خود اس کی دلیل قائم
نہیں کہ انہیں بلا دلیل تسلیم کر لیا جائے۔ ہرگز نا کمال سے چھوٹا چھوٹا اجتماع عقیدین کا خیال ہونا اور
اس قسم کے علوم متعارف کا جو دعوئے ہیں ایسے ہی محتاج دلیل جیسے وہ مسائل جو ان پر مبنی و متفرع ہیں۔

تخلیص قدم کا آخری سرور سیکشن آپریشن ہوا ہے۔ یہ بذات خود کچھ ایسا
مجتہد الفکر تھا، البتہ قد ماہ کچھ مراد مجھ و گئے تھے اسے اس نے مجھے اب کتاب
کے ساتھ ایک حدیث میں دیکھ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کے فلسفہ کا خلاصہ مختصر الفاظ میں
یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔
حقائق و مشاہدہ کا علم ہونے کے لئے یہ ضرور ہے، کہ پہلے حقیقت شناسی کا کوئی
سیار مقرر کر لیا جائے، لیکن خود اس سیار کی محنت کا کیا سیار ہوگا؟ اس سے بھی بڑھ کر
یہ کہ تخلیق ہی سلاطین کو کر کے بندھے دیا گیا ہے کہ انسان کے لئے ادراک حقیقت ممکن ہے؟
انہما اس کا فیصلہ کر لے کیا ہے؟ کسی ایک شخص نے یا دنیا کے تمام اشخاص نے؟ اگر ایک
شخص نے، تو وہ کون تھا؟ اور کسی پر قرآن انتخاب کیوں پڑا؟ اگر ماری دینا ہے، تو تمام
افراد کی رائے کی طرح لی جا سکتی؟ نیز اگر بطور فرض مان لیا جائے، کہ انسان کے لئے
ادراک حقیقت ممکن ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کے کن قواعد کے ذریعہ سے؟ کیا حواس کے
ذریعہ سے؟ لیکن حواس تو ہر شخص کے دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، بلکہ وہ ایک ہی
فرد کے حواس میں روزانہ کے ساتھ تغیر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ حواس سے
جو علم ہو سکتا ہے، وہ محسوسات کا ہوگا۔ اور ان محسوسات کا ماہریت ان سے جدا ایک ایک چیز ہے،
پھر کسی عقل کی وساطت سے؟ لیکن عقل تو ایک باطنی و غیر مادی قوت ہے۔ یہ عالم خارجی و
مادی پر کیونکر مادی ہو سکتی ہے؟ ان سوالات کے بعد ادراک ماہریت و مشاہدہ کا دعوئے
ہر طرح مشکوک و مجروح ہو جاتا ہے۔
روایتیں کے بیان ایک خاص مسئلہ یہ تھا کہ مظاہر میں کا وجود بجائے خود
اس امر کی ایک زبردست دلیل ہے، کہ ان کے عقب میں و مشاہدہ کی حقیقت پنہاں ہے وہ

سچائی ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے

ہمارا فرم ہمیں سال سے نہایت کامیابی کے ساتھ بیلنگ کی خدمت کر رہا ہے۔ ہمارا ہیئت بھی اصول رہا کہ خریدار صاحبین کو قابل اطمینان اشیاء و اچھی نرخ سے
میں اس کو جو وہ فیشن کے لحاظ سے ہم نے اس دفعہ خاص خاص مشہور کارخانوں کے بہترین وضع و روش و دفعہ کارکنین اسٹاک منگوا ہے۔ نیز فیشن کیب "شیر گود"
و کرکشی کا خانہ کے دست و داری کی دیکھنا یا سلیکے دستان، بنیان، سینٹ، مصابین، اسٹیل و کٹری کا اعلیٰ سبب استھاک آیا ہوا ہے۔
ہم امید رکھتے ہیں کہ مغز بین لہ و اضلاع اپنی خدمت کا موقع
دے کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

فضل حسین عظیم علی جسٹس چنٹ

سالار جنگ بلدیگ
حیدر آباد دکن



تہا اور ہمارے پیدا ہوئی رہی۔ لیکن اب وہ جو کچھ کہتے تھے، وہ صرف تہا کی حد سے باہر نکلتی ہوئی تھی۔ اگر کیا، مانتیں، چہرے، سانچے، فی و آئیہ، گھنول، ہر تہا، ہوتے وہ، ایسے عقیدے، انھیں بے شبہ پہنچانے میں پیدا ہوتے رہے، جن کے سورج و قمر کی تغیر سے تاریخ نگار کے عقائد آسانی کے ساتھ ملے۔ لیکن یہ عقیدے، کچھ کچھ اور جہاد نگاری کے لحاظ سے ان کو گولے کوئی قابل فکر تعریف چھوڑی اور ان کے عقیدے کا فلسفہ کی تاریخ پر کوئی کامل محاذ افریقا۔ اہم پرستی نام ہے افراد عقیدے کا، وہ جب دماغ میں ملا کر بنے گئے تھے، تو تنہا و تنگ جہاد نام ہے، تقریباً عقیدے کا اس کے لئے بیشتر ہی سے ملے خالی کر دیے۔ برسی صدی میں سے لے کر سولہویں، سترہویں صدی تک یورپ عقلی حیثیت سے برابر جوہر پرستیوں کا مرکز بنا رہا، اور اس طول مدت میں فلسفہ، تنگ فکری، ایک قلاب بے روح ہو رہا۔

اٹھارہویں صدی میں ڈیوڈ ہیوم نے اس میں مردہ میں از سر نو روح پھونکی جس طرح یونان میں پرچہ اس وقت عالم وجود میں آیا تھا، جب سارا ملک غلامان و اسکو، و داس و داس و اولاد میں جزیرہ واپس کیوں نہ نظریات متناقض کا نشانہ بنا ہوا تھا، اسی طرح یورپ میں پرچہ کے تنگ فکری و تنہا کی جانب فلسفہ و ادبیات کی ساری تصانیف پرچہ و ڈیوڈ ہیوم نے نظریات کی گھٹا میں چھائی تھیں، تہا و تنگ فکری کی طرح ہیوم کی تصانیف آج تا پید ہیں، اور اسے اپنے خیالات کی شرح کے لئے انبار کی

ترجمانی کی حاجت ہے۔ اس لئے اس کے نظریات کی تفسیر، کسی حد تک تفصیل کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

۱۔ انسانی جن جن غلامات کے تجربے سے عبارت ہے، وہ نوعی حیثیت سے دو معنوں کے ماتحت رکھے جاسکتے ہیں۔ ایک محسوسات، یعنی ہماری وہ سبب کیفیت، ذہنی، جہاد پر اس ظاہری و جذبات کے براہ راست متاثر یا محکم ہوا، غلامان و غلامان، سو گھٹا، چھٹا، چھٹا، محبت کرنا و غیرہ، دو سے تصورات ہیں وہ کیفیت، ذہنی جہاد پر اس حالت میں ہیں ہوتے، بلکہ محسوسات سے مرکب و ماخوذ ہوتے ہیں۔ دماغ کی قوت تصور، بظاہر غیر محدود معلوم ہوتی ہے اور ایک نظر یہ خیال ہوتا ہے، کہ انسان کو کچھ باہر تصور کر سکتا ہے۔ لیکن دراصل تصورات محسوسات

کہتے تھے۔ کہ غلامات و وطن کے ہوتے ہیں، ایک وہ غلامات جو دوسرے غلامان کی ساتھ وابستہ ہیں اور اپنی موجودگی سے صرف ان کی یاد دلاتے ہیں۔ مثلاً ایک کی علت دوسرا یا۔ مد کی سلامت رتی وغیرہ، دوسرے قسم کے غلامات اس کے مقابل ایسے بھی ہوتے ہیں، جو کسی گزشتہ تجربے کی یاد دہانی نہیں کرتے، بلکہ کسی جدید وجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مثلاً عام مظاہر طبی، کہ خود ان کی نگاہیں اس امر کی دلیل ہے، کہ ان کے عقب میں عقائد و مشاہد پر مشدہ ہیں۔ یہ روایت کا عقیدہ تھا، اس پر سیکس طرح کرتا ہے، کہ کیوں حقیقت، اس آزاد فکر و قوت کے غلامات کا وہ دے بھی؟ روایتیں ہیں کہ یہ غلامات ظاہری، عقائد اصلی کے جوہر پر دلاتے کرتے ہیں، لیکن تاہم، لیکن ہم کسی سے نئے نئے واقعات نہ ہوں، کیونکہ بتا سکتے ہیں کہ غلامان تھے اس کی سلامت ہے؟ دلیل کی طرف

تو خود ہی مدلول سے واقعت کی مستلزم ہے، اور تصور کی محنت کا دوسرا جب ہی کیا جاسکتا ہے، جب صورت سے واقعت ہونے لیں جب غلامات میں یہ سلامت ہی نہیں کہ جو دواشیاد کی دلیل بن سکیں، تو غلامات یا مظاہر طبی کی بنا، برحقان آشیاد کے وجود کا نتیجہ تھا، اس طرح درست ہوگا۔ منطق میں، تعریف پر بہت زور دیتے ہیں، لیکن کہتا ہے کہ تنہا ہی ہے تنہا ہے۔ جس کے لئے تنہا منطق ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ ہمیں معلوم ہے، اور یا معلوم، اگر معلوم ہو تو اس کی تعریف کا بے سود ہونا ظاہر ہے۔ باقی اگر نامعلوم ہے، تو بھی ہمارے لئے کسی حیثیت سے سود مند ہو سکتی ہے؟ اندھے کے سامنے روشنی، ہرے کے سامنے آواز، گونگے کے سامنے گرائی کی تعریف تھیں ہی جامع و ملحقہ جن کی جائیں، کیا ان کے علم میں ان سے ذرہ برابر بھی اضافہ ہوگا؟

سیکس کی زندگی کے ساتھ ہی یونانی تنگ فکری کا بھی خاتمہ ہو گیا، فلسفہ اور فلسفہ تنگ فکری دونوں کا قلاب اپنے نصف انتہا پر پہنچ کر ڈھلنے لگا۔ یونان و روم دونوں سے حریت نگاری کی روح سلب ہو گئی، انتہا و عقلی کی قوت باقی نہ رہی، اور عالم علم میں جمود و سکون عام ہو گیا، نتیجہ یہ ہوا، کہ اب جو لوگ حکماء و فلسفہ کے نقشے تھے، وہ بھی سراسر تقلید و جہاد کی بندش میں گرفتار اور جہاد کی ہم پٹی بن گئے۔ تنگ فکری اب بھی سرے سے معدوم نہیں ہوئی، ان کی ایک ایسی خامی

غزل از مولوی امین الحسن صاحب

انھیں ذرا بھی تکلف ہوا نہ آنے میں
ایٹھ بے ہوش مجھے جواب وہ دیں
جنون اور بڑھا شوق ہو گیا دونا
سرور میں فراوان تھا گھر تھار شکرام
شریف و حق میں قیمت کو لوگ بہنتے ہیں
یہ اتفاقات نہو مشق نازی خاطر
کرامتیں میں محبت میں ل کے جانے میں
بڑے مرنے کا ہے اقرار مکرانے میں
نقاب بن گئی مشاطہ منہ چھپانے میں
وہ جلوہ پاش تھے جتنا غیب خانے میں
یہ کس طرح کا ہے اندھیر اس زمانے میں
کوئی غرض تو نہیں ہے مرے بلانے میں

وہ میر و نگر کا بندہ ہے، آسمان سے کہو
کمی ذرا ہو تنہا کے آزمانے میں

گڑی بیانیہ پیش قدمی کے باوجود یہ ممکن نہ ہو سکا کہ دونوں جہیزوں میں یہ دو کوسوں سے بہار
خروج ہو۔ نتیجہ یہ معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان سے باہر سے ممکن نہیں ہے۔ چونکہ یہ کوئی تصور
ہمارے ذہن میں پیدا نہیں ہو سکتا، اور حقیقتاً وہ حاصل ظاہری یا باطنی سے اخذ نہ
ہو سکتا، تو کیا میں تسلیم کرنا چاہیے کہ کوسوں کا تصور، جو یہ متفقہ متذکرہ میں سے کسی
کے ماتحت نہیں آتا، اس کے بجائے ذہن میں پیدا نہیں ہوتا؟ گرامر کی کسوچ
سے اصرار کا اعطاف باطن اور بیانیہ تصور کے ایک ہی نوعیت کے نزدیک نہیں ہے۔

میں، دو محدود چیزیں ہیں، (دوسرے سے) جسے صاحب فکر تصور انسان کے بس میں بھی اس سے زائد سمجھیں گا اپنے غموں سے ہی ہیں۔ دوسرا، صرف وہ اضافہ، ترمیم و تفسیح کر کے کوئی تصور قائم کرے، جو طے ہو چکا ہے، نہ اسلام ہو گا، لیکن یقیناً دوسرے سے کوئی ایسا تصور خلق کر اذہن انسانی کے دوسرے سے اصل باہر ہے۔ چنانچہ یہ تصور جو عموماً اسے نہایت مفید اور بالکل نیا مانتے ہوئے ہیں، تو کیا حاسے، تو وہ بھی عموماً ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا کا تصور جو بہت قائم کیلئے تحلیل کرنے سے علوم ہو سکے، اس میں ہم اپنی حیادت کا لکھن، علم، حکمت، رحمت، قدرت و غیرہ کمالات کا مجموعہ دوا خدا کر کے دیکھتے ہیں۔ اس کے لئے یہ شخص کا حیثیاتی خدا دوسرے سے مختلف ہو سکے۔ اس سے بھی مراد کہ نبوت ہے کہ اس میں چیزوں کے متعلق ہمارے دماغ میں عموماً سمجھتے ہوئے ان کے بارے میں کم کی تصور بھی قائم نہیں کر سکتے، مثلاً اڑنے کے ذہن میں روشنی کے متعلق، اور بہرے کے ذہن میں اواز کے متعلق کوئی بھی تصور نہیں پیدا ہوتا۔

ان ضرورت کی طرف سے یہ بھی ضرورت تھی کہ حکومتوں سے باخبر رہتے ہیں، بلکہ انہی کو یوں ہی ایک خاص ذریعہ کے بھی باندھتے ہیں، یعنی یہ ضرورت ایک سلسلہ کی مختلف ذرائع کی طرح ایک دوسرے ضرورتوں سے وابستہ و متعلق ہو رہے ہیں۔ یہ ترتیب و وابستگی ذیل کے قوانین مثلاً کے تابع ہوتی ہے۔

(الف) قانون مماثلت۔ ہر تصور اپنے مماثل تصور سے وابستہ ہوتا ہے۔
(ب) قانون تقارن۔ دو تصورات، زمانی یا مکانی حیثیت سے،

ایک دوسرے کے معارن و مقصود ہوتے ہیں، ان میں باہم وابستگی پیدا ہو جاتی ہے۔
(ج) قانون عیسٰی۔

سید الشہداء علیؑ

مسوال ہے کہ کیا ان دواؤں سے تصحور حاصل ہوا، کام میں آیا یا نہیں ؟

ظاہری کی دوا ملت کے، محض جلیقہ ہوا ہے، باطن دوسرے نعمتوں کے یہ تصحیر بھی عموماً ہوتی ہے مآخذ ہوتا ہے؟ فلاسفہ قرآن شوق اول اختیار کرتے ہیں، لیکن کیا صحیح ہے؟ کیا ایسا ہر انکی حالت میں بھی ممکن ہے؟ ہر ایک گنبد پر جب یہ جگہ کی ضرب لگاتے ہیں، تو وہ تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہیں، لیکن یہ علم ہم کو کسی تجربے کی مدد سے حاصل ہوا، نہ ہمیں اس کا تجربہ۔ دوا کی دوا ملت سے کرتے۔ یہ بھی اس تجربہ پر مبنی ہے کہ اگر جگہ کی ضرب، گنبد کی حرکت کی علت ہے، خواہ محض جگہ ان اور گنبد کی ساختوں پر موقوف کر کے کرتے اپنی عمارتیں گرا دیتے! اس سے ظاہر ہے کہ قانون غلغل کا تصور بھی دوسرے تصحورات کی طرح محض عموماً ہوتی کی دوا ملت سے پیدا ہوتا ہے۔ اوساں ہم باطن کا کائنات کی کسی شے کا سمجھی تجربہ نہ کریں، تو ملت دسلول کا تصور ہمارے ذہن میں پیدا نہیں ہو۔

اس کے بعد دوسرا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب تک یہ سلسلہ کائنات کو
میں محسوسات سے ماخوذ ہے؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ میں نے
میں کو کم قوت، بافت، علت، یا سبب کہتے ہیں وہ ذات خود اس ظاہری سلسلے میں
کرنے کی جڑ ملتی ہیں۔ کچھ کچھ ایسے حواس سے دیکھتے ہیں وہ اس قدر اور درمیان
قدہ رہے کہ فلاں سے فلاں کے یہی وقوع میں آئی، لیکن اس کا جواب، اگر کوئی
میں کے وقوع کا باعث ہوئی، ہمارے حواس سے چیز مجہول بننے والا ہے۔
یہ ہے شہید مہدی تمامہ کی جہاں میں جاتے ہیں، اگر ان کے ساتھ سردی اور آگ کیساتھ

۱۵۔ اس سؤل کی مزید توضیح، راقم ہذا کے رسالہ "فلسفہ حُجُبَاتِ" (طبعی ناکتہ) کے باب میں ملے گی۔

[illegible]

(۱۱) ہر تصور کے لئے لازمی ہے کہ اس کا ماتخذ حواس ظاہری یا باطنی کا کوئی تجربہ ہو اور تجربہ حسی کے بغیر کوئی تصور پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

(۲) اجسامِ اذیان کے سارے دائرے میں کچھ ایک تجربے کی بھی مثال
نہیں ملتی، جس سے نسبت تعلیم کا تصور مدد ملتا ہو۔

(۳) تواریکشیار کے متعدد وینیم تجربات کے بعد زمین ایک واقعہ کے بعد

(۴) اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ علت و معلول بننے کی خصوصیت کسی شے میں یا غیب موجود نہیں، بلکہ یہ محض ہماری ذہنی عادت کا اثر ہے، جو خلعت اختیار کر کے تشریف لے جاتا ہے۔ یہ تصور ہمیں بھی یاد رکھنا ہے۔ تصور نیل کی تحلیل ہمیں یہ کہ ظاہر و غائب کا ٹانگہ بنیاد ہے، جب یہ ثابت ہو گیا کہ علت و معلول کا وجود، اشارے کے اعتبار سے نہیں، بلکہ محض ہماری عادت ذہنی کا نتیجہ ہے، تو ظاہر ہے کہ محکمات کا جن دو جزو کو ہم علت و معلول قرار دیتے ہیں، وہ حقیقت نفس الامری کی بنا پر نہیں، بلکہ نفس کے بعد تو ذہنی کی بنا پر قرار دیتے ہیں، اور اس کے تسلیم کرنے کے بعد مستغنیین کے سامنے نظام فلسفہ کی بنیادیں سرخزل ہو جاتی ہیں۔

۱۔ میری عمر کو معتقدات میں یہ ہو کی طرح خشک محض تھا، لیکن اعمال میں

مرض کا دوا علاج ان مسائل کی طرف سے ہے تو جی دے انتہائی ہے۔ مجھے اس علاج پر پورا اقامت ہے، اور اس بنا پر میں اسے بطور علم متعارف کرانے تسلیم کرتا ہوں کہ اس وقت انطوین کی خواہجہ چارے پر، مگر ایک گھڑے کے بعد انھیں کھانا پینے حاصل ہو جائے گا کہ عالم خارجی و باطنی دونوں کا دوا دے؟

تقریبات بالاسے انطوین کو معلوم ہو گیا ہوگا، کہ جہیزم کس حد تک مامور کا مقلد تھا، اور کس حد تک ان کا مخالف۔ وہ بیان تک نہایت مشکلیں کا باطل ہوا، ان کا کھانا انسانی کے پاس حقیقت شناسی کا کوئی سبب نہیں، لیکن تصانیف پر ان اس سے جو نتیجہ دینا ہے بے تعلقی اور علیٰ حی کا نکالتے تھے، جہیزم اس سے متفق نہ تھا۔ وہ لکھا تھا، کہ گو ہماری عقل کو حقائق اشتباہ کا اور ایک نہیں چمکا، لیکن امتیازات کا تو کامل علم حاصل ہو چاہیے، میں ہمیں اس پر کھانے پر اپنی پوری توجہ دے رہی ہوں صرف کرنا چاہیے۔ قانون تئیل کی بنیاد دے مشبہ صرف ہماری ایک حالت ذہنی پر ہے، اشتباہ کے اقتضا کے طبی پر نہیں، لیکن اس سے اس قانون کے وجود پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ جو کون توں قائم ہے، اور ہم مجبور ہیں، کو علمی زندگی میں اس کی اہمیت کو بدستور ملاحظہ رکھیں۔

جہیزم کے بعد جہیزم کی کثرت نے فلسفہ تشکیک کی جگہ فلسفہ امتقادت کا صور جن لہذا آہنگ سے بچو، اور گزشتہ صدی میں انگلستان میں سبب پرکشی نے "لا ادریت" کی جن سرگرمی سے سنا دی کی، اس کا تفصیل ایک مستقل علم کا عنوان کی غناج ہے۔ فقط

سلاہ جہیزم کی سوانح غری سے اس دائرہ کا ذکر خالی از ویجی نہ ہوگا کہ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد جب اس نے حد سے زیادہ ریغ کیا، اور اس کے دوست مڑو کی سنے اس پر ایک گونہ اظہار جرات کو جہیزم نے اس کے جواب میں اس کو لکھا کہ گو میں اپنے نظریات کو علمی و فلسفی دنیا کی دلچسپی کے لئے پیش کرتا ہوں، لیکن میں دیگر ممالک میں عام افراد سے جدا مختلف خیالات و جذبات نہیں رکھتا؟



بجائے ہر کے تشکیک مطلق کا قائل نہ تھا۔ نظری حقیقت سے اسکی تعلیم تھی، کہ انسان کے پاس حقیقت شناسی کا کوئی میا نہیں، اور اس نے ہر مسئلہ کے فنی و اثبات دونوں پر مساوی وقت کے ساتھ دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن علمی حقیقت سے وہ خوب گھٹتا تھا، کہ اس کی یہ تعلیم نظریہ فیزی کے سقد و مخالف واقع ہو چکی ہے۔ اور اسکی مطابقت میں علم رکھ کر ان اس دور چرندار کبک محال ہے۔ اس بنا پر وہ اس کا قائل ہو رہے، کہ عقائد عقل کے درمیان مطابقت نہ صرف غیر ضروری ہے، بلکہ نظریہ فیزی کی جو ترکیب واقع ہوئی ہے، اس کے لحاظ سے یہ ممکن ہے، کہ انسان تشکیک و ارباب کے عقائد کے تحت دنیا میں ایک ممانت بھی کر اسکی۔ اس معیوم کو اس نے اپنی تصانیف میں بار بار میں طبع ظاہر کیا ہے، اس کا تو دکھانے کے لئے یہاں چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ ایک جگہ اپنے عقیدہ تشکیک کو تفصیل سے بیان کر کے خاتم کر لکھتا ہے۔

اگر اس موقع پر مجھے سے دریافت کی جائے، کہ آیا میں دل سے اس استدلال کی صحیح تسلیم کرتا ہوں، جس کے تحت ہر امتد زود میں باہوں، اور آیا میں حقیقت ان تشکیکی میں سے ہوں، جس اس کے قائل ہیں کہ دنیا میں ہر شے متبہ ہے، اور ہماری عقل کسی ممانت میں حق و باطل کو کسی حد تک بھی دریافت نہیں کر سکتی۔ تو میرا جواب یہ ہے کہ یہ سوال سیکر سے بیہوش ہے، اور کہ نہیں، اور نہ کسی دوسرے شخص سے بھی اس عقیدہ کو عترت ک دل سے یقین ملتا ہے، قدرت نے ایک علمی ذکاوت کا قائل تردید تو کے ساتھ ہمارے لئے رائے قائم کرنا و بیای لاف و قلابیہ کیا، کہ ممانت دنیا، یا اشتباہ خارجی کو محسوس کرنا، اور جس طرح بحال مبادی میں اس پر مجبور ہیں، کہ دماغ سے کام لیں، اور آفتاب کی روشنی میں اپنی آنکھوں کے گرد و پیش کی اشتباہ کو دیکھیں، بالکل کسی طرح ہمیں اس سے بھی چارہ نہیں کریم، مفلوٹ و افتات کو اسے گزشتہ محاسنات سے ان کے مادی تعلقات کے متناہ مایع یقین میں رکھیں۔ میں جن شخص تشکیک مطلق کی تردید کرتا ہے، وہ ہوا سے ترسا ہے، اور اپنے دلائل دہرا ہیں کہ درہر سے اکیلی تو تسلیم کرنا ہے، جو خود قدرت نے جہیزم ہی سے ہائے نفس میں دہریت کر رکھی ہے (اور جس سے ہم گزرتی نہیں سکتے)۔ کچھ دور اس کے مل کر لکھتا ہے۔

میں اس طرح تشکیک باوجود اس علم کے کہ وہ اپنے عقائد کو دلائل سے نہیں ثابت کر سکتا، پھر بھی نفس استدلال سے کام لے ہی جاتا ہے۔ اور اسی طرح وہ مادہ کے وجود کو ناکر برانہ تسلیم کرتا ہے، کہ وہ اس کے تحت میں اپنے فلسفہ کے کوئی دلیل نہیں لاسکتا ہے۔ قدرت نے یہ تیرے ہمارے بند و انتخاب کے میں میں رکھی ہیں ہی ہے۔ بلکہ یہ معاملہ اس درجہ اہم تھا، کہ اس نے اسے ہمارے مشبہ دلائل و نظریات کے اقتقاد پر مطلق نہیں چھوڑا ہے۔ ہمارے سوال پر تو باشبہ غور کر سکتے ہیں، کہ درجہ مادہ پر ہم کمن اسباب کی بنیاد پر یقین رکھتے ہیں؟ لیکن یہ دریافت کرنا، کہ مادہ کا وجود ہے یا نہیں؟ ہر ارباب ہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسے جس کی صحت ہمیں تمام مسئلہ لاث میں لا محاذ فرض کرنا چوٹی ہے، ایک اوموقع پر تشکیک کو ہمیں (اور ہم امتقادت کو اس کا علاج قرار دیکر قدرت بشری کی کھروریوں کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

عقل دو اس سے متعلق ہے تشکیک و ارباب ایک مرض ہے۔ جس سے فضا کا لکھی حاصل نہیں ہو سکتی، اور جو ہر نقطہ ہم پر طاری ہوتا ہے کہ خواہ ہم اسے کتنا ہی دور رکھیں، اور ہر اوقات بظاہر اس کے نیچے سے باطل آزاد ملامت ہوتے ہیں۔ اس جھقل کی صحت کو کسی دلیل سے ثابت کرنا ناممکن ہے، اور جو جن ہم اسکی زیادہ سمجھ کر رہے ہیں، آسانی زیادہ انھیں زیادہ مورد اقتراض نہلتے ہیں۔ تشکیک و ارباب چرکہ ان مسائل پر جو خود فرض ہی کا نتیجہ ہے، اس نے جتنا زیادہ ہم ان کی تردید یا تائید میں غور کرتے جاتے ہیں اسکا قدر میں اس اعاضہ چرنا جاتا ہے۔ اس



روہوں اور فریوں کی کشمکش رنجی پڑوں کے تھان اور گہنوں کی پٹیاں لاری رہی ہیں۔ میرا کچھ روہیہ مہینہ کا برقدار ہے۔ اس کی پرموں بنی ہوئی، ہم خوب لوگ دولت کے طور کیا جائیں ہی کی گھائی اور گونا گونا ہوتا۔ آج کل ہمارے عورت کا فیصلہ ہے لیکن ہماری آمد اگر کچھ تو ہمارا حیرت برپا ہے گا۔ بادشاہ میں نے اپنے بادشاہ کو بھی دکھا ہے۔ تو میرے سامنے کا بچہ تیری حکومت کی سہنے ہوئی ہے اس نے نہیں کو ہماری خوشی غامک میں مل جائیں۔ جہاں غلام کے پیچھے میری بہو کو بچلے اور مار کر نہیں ہو سکتا تو اور تیرا کو دل بچہ کو میری بہو اور چار برس کے پوتے کو تیرا کر دو گوارا عورت تو بادشاہ میں تیرے دھوم میں سر مٹھتی ہوئی اگر کچھ کو آج مات کی ہلت دے دی تو صبح سویر نکلتے ہیں پلے دو دن ہلاکت میں ملے جائیں گے میں نے سارے چار روہیہ کی گاڑی سیکڑی کی کی تیری ہاس روہیہ نہ تھا۔ کچھ ہسٹلی ناموں تمام طرف کوئی گروہ اس وقت نہیں چلتا، بل تھکے ہوئے ہیں مجرم چلے گا۔

یہ کھڑکیا میرا ہے دھوم میں گر پڑی تھی میں اب یاد اسے ضبط تھا اس کے بیان کے ساتھ میرے آئینہ گل رہے تھے۔ میں نے اس کا سر اٹھایا اور مکان کا پتہ پھر گھبراہٹ میں لگا تو بڑھایا کھنڈ اور تیز ہوا اور اس نے کہا "بادشاہ کی لگا ہنیں کر جاگ ہے ہم بوجہ گزری کے چلیں گے کو کچھ کو بھی اس کا بد رطل ہے گا۔ میں جاتی ہوں مگر یہ کہہ جاتی ہوں کہ آج بد رطل جاتی نہیں جاتی۔"

بڑھ چلی گئی اور اب میری حالت عجیب تھی۔ جی جانتا تھا کہ اگر خدا خداں ملے تو اس کی پٹیاں جی جاکوں اور اپنا دل جبر کر رہا ہے کچھ میں دیدوں کہ دیکھئے۔ اس کی گائیاں ادھر میرے واسطے پیام رحمت تھے کہ تیرا یہ حقوق خدا کی کوئی خدمت کر سکو۔ اس وقت دل کے گوارا کیا کہ خداوند نواز دینے سے پہلے کی صورت دیکھو یا اپنی دکھائی اسی حالت میں جو کیا بنا سالتو سے، پھر گیا اور کچھ دیر میں کچھ چلی گئی مگر کچھ دیر نہ ہوا۔ آدھی رات تیرے خدا کے بندے بہت سے سوچے تھے اور میں سوئے والے تھے میں ایک گلی کے کونڈے پر بیٹھا تھا کہ کھڑے کی چاب نکالی دی۔ میں نے جانتا کہ کچھ تو سمجھا تھا اور اس کے ساتھ ایک نامیں، میں بھی پیچھے پیچھے ہوا۔ جوتی چوتی

نسلے پردہ دنیا پر ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ انسانی صورتیں بادشاہی اعمال میں سمجھ جاتی تھیں۔ یہ سزا ہاں سے اسطے آج بھی جاری ہے۔ فرق صرف اتنے ہے کہ اس وقت کا طریقہ دوسرا تھا آج دوسرا اس وقت کی تکلیف جہانی تھی آج کی روحانی گراہج کی سزا اس وقت سے زیادہ سنگین ہے اس لئے کہ ہمارے روشن کار نامے ساری سے بدل گئے اور دنیا ہمارے اسطے کے ذہن اعمال کو شکار زندگی کے تاراج اور ہمارے سرخروپ رہی ہے۔ خشت سیات سے بدل گئیں اور جھوٹے زندگی کی ہر حقیقت میں انسانییت کے ڈنکے بجائے جن کے ملامت نے ہمارے کو مصلو کا اور دنیا کو ہکا بکا دیا جن کے سمجھنا ہی سے انصاف و حق کے پیچھے جھوٹے وہ آج اپنے جبر گھبراہٹ کو اپنی تنہیم آگیز خاک میں ملا کر اس قابل نہ گئے کہ جو ان کا مٹھا کر لیں اور گئے ان کو "میشین پن" اور معمار کہہ کر لیں۔

کس قدر قیامت خیز وقت ہے کہ ہمارے مصوم بچوں کو زندگی کی ضروری طوق و سلاسل بن کر یہ جتا اور پڑھا ہے کہ اسطے چلیں گے کہ "جنگا گری دی جاتی" اور شاہ جہاں دی "سان کی مٹھ کر کاوش اور محنت کا نتیجہ ان ہی الفاظ کے عادیہ اور یقین پر ہوا اور ہم ان زشتہ صفت انسانوں کے احسانات قبول کران کی زندگیوں کو جاہد کر پھروں سے مزین ہیں ایک آدھ صفت میں مہر در کروں۔ سخت ضرورت ہے کہ اسلامی تاریخ کا قلم ہمارا جتا ہو، نصاب ہمارا اپنا اور تصنیف ہماری اپنی تاکہ ہمارے بچے اپنی صورتیں حقیقت کے انہیں میں دیکھیں اور بے مینا دلائل سے دلغہ کو محفوظ رکھیں۔

پچیس سال پہلے ہوں گے میں نے ایک معصومانہ فرعون عدل جہانگیری "صحت" میں لکھا یہ معصومانہ بتاؤ کہ کتنے بچوں میں نعل ہوا اس کا قلم بھی تیار ہو گیا، مگر معصومانہ قتل کرنے والوں نے توجہ غلط سے باخبرارت سے دوچار جگہ رنگ ہی بدلا تھا، قلم والوں نے یہ غضب ڈھایا کہ اسل جہانگیری خاک میں ملا دی۔

جہاں گری کی بابت ہم نے تاریخ میں خود بھی پڑھا اور دوسروں کو بھی پڑھتے دیکھا کہ سلطنت یک شہر اس کی پہلی پروردگار بن کر کے پانچ سو خزانہ دی، جب اس کی اصل تصویر سامنے آئی تو معلوم ہوا کہ یہ وہ بادشاہ تھا جس کے عدل و انصاف کے گیت زمین و آسمان گارہے تھے۔ خاندان منلیک کے شہنشاہ وہ تھے جو دنیا کے سامنے انسانییت کی تعریف کر گئے، وہ تھے جن کے دل بادشاہ ہو کر دولت فقر سے مالا مال تھے اور جن کے ایمان اور صداقت کی دنیا پہنچے قسم کھاتے گی۔ جہاں گری جس واقعہ کا ذکر میں نے کیا ہے اس کے مختصر حالات یہ ہیں جیسا کہ زبان سے اچھے معلوم ہیں۔

رات کا ابتدائی حصہ آہستہ آہستہ گزرا نہ تھا نور جہاں بیگم نے تھکنا کو دوسرا خان چنے کا حکم دیا کہ کسی فریادی نہ گھنچے سچائی میں اور بیگم دونوں ٹکے اپنے تھے کیونکہ کسی تمام کو شک سے واپس ہونے تھے، گھنچائی آواز نور جہاں کو ناگوار ہوئی مگر باہر نکلا۔ خط کے دروازہ پر ایک عورت سر سے پاؤں تک سفید کپڑے میں لپیٹ کر دھکا دی۔ وہ کچھ دیر تک خاموش رہی۔ میں سمجھتا تھا یہ عورت نے زبان بند کر دی لیکن اس پر بہت دیر تک یہ کیفیت جاری رہی میں نے فور سے دیکھا تو اس کا جسم کا پڑا تھا لیکن یہ بھی غصہ کی حالت تھی جو مجھے بد میں معلوم ہوئی۔ میں نے دریافت کیا کیا ہے؟ "عورت کے کپڑے دروازہ خاموش رہی اور پھر کہا "تیرا کوئی اعداد خداں آج آدھی رات کو میری بہو کی عورت نے گا۔ تین روز سے اس کی کشمکش

رنگ کے کھانا دیکھا تو اس میں ایک اشترنی موجود ہے۔ دونوں بلخ ہو گئے۔
آجھی رات کے قریب تلخ پھر آیا اور اس طرح یہ سلا جاری ہوا کہ گھنٹہ بھر
گھنٹہ فقیر نہر، رنگی پاؤں دانی، چلتے وقت وہ جھولی اٹھ دیتا اور چلا جاتا۔

سال ڈیڑھ سال میں قحیدہ کے پاس اشتریوں کا ڈھیر ہو گیا۔ ٹانا بڑا مکان بارہ در
سے اور فقیر قاتول سے بدلی اور دن عید رات خبرات ہونے لگی۔ اوپر فرخندہ حکم شوہر
کے بد کچھ ایسی مصائب میں مبتلا ہوئی کہ دانت کر دینے کو ٹھکا تھا۔ حمیدہ کی کیفیت دیکھ کر
اس کے نومذہب بانی پھر آیا اور بیٹی کا تعاضا کیا۔ آخر میں طرح حمیدہ کو بھی اسی طرح
فرخندہ نے اگر شادی کی تاریخ مقرر کر کے کی درخواست کی۔ حمیدہ نے کہا "میں تو اپنی بیٹی
فقیر کو دے چکی وہی اس کا بپا ہے۔ اس کو پورا اختیار ہے، میں اب کچھ نہیں کر سکتی۔"
فرخندہ حکم نے اسی روز جا کر دوسرے دائرہ کر دیا۔

صاحب قرآن ثانی تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے امر اور کد سادست بیت
حاضر ہیں۔ دونوں بیٹوں کی شکایت سننے کے بعد شاہی اطفال اس طرح گویے۔
رنگی تو اس فقیر کو پہچانتی ہے جس نے مجھ کو بیٹی بنایا۔
رنگی، مہجانب شاہ! میرا سلسلہ سال ڈیڑھ سال۔ میں کبھی اس کی صورت
نہیں دیکھی، میں صرف اس کے پاؤں دانی تھی، اس کی پندیاں اگر لاکھ پندیاں میں ہیں
تو پہچانوں گی؟
بادشاہ نے حکم دیا کہ نہر کے تمام قحیدہ۔ جمع کئے جائیں ایک بھی باقی نہ رہے۔

حکمرانی میں ہوئی اور رنگی نے تمام قحیدہ مردوں کی پندیاں دیکھ کر کہا
"میرے باپ کی پندلی ان میں نہیں ہے؟"
اب بادشاہ کے حکم سے تمام راکھیں دیار نے اپنی پندیاں دکھائیں، مگر رنگی
نے وہی الفاظ کہے۔

تخت طاؤس کے ٹھپے والے بادشاہ نے ٹھٹھہ ہر کر اپنی پندلی سامنے کی اور
کہا "اب یہ پندلی رہ گئی ہے اس کو دیکھ۔"
رنگی نے پندلی کو غور سے دیکھا، بوسہ دیا اور سینہ سے لگا کر کہا
"میت باپ کی پندلی ہی ہے۔"
بادشاہ نے اپنی بیٹی کی طرح اس رنگی کی شادی کی اور کئی نہر کی جاگیر
جہیز میں دی۔

یہ تھا خاندان منلیک کا وہ تاجدار جس کو خلق خدا کا درد اس
لئے درد و درجیک منگرا تھا کہ رعیت کا کوئی شخص کسی پر ظلم نہ کر رہا ہو، غریب چوکا
نہ سوتا ہو، اور امیر یا طاقتور اپنی دولت اور طاقت کے زلم میں غفلت اور کور
کو نشانہ نہ کر رہا ہو۔
سلاج محل کا سراج عمارت کے کھن غاہری کے ساتھ ہی مشہور ہے
کھن باطنی کو بھی سامنے رکھے کہ یہ خفاہ جہاں ہے جس نے راقوں کی مٹی میندی
اس طرح اپنی رعیت پر قربان کیا ہیں۔

یورپ کے کڑا کٹ غلط کہتے ہیں

کہ یونانی طب میں زخموں اور مریضی امراض کے ددر کرنے کے تدبیریں اور علاج
کا یہ فوٹو نہیں۔

وہ دہی دواؤں کی قوت تاثیر سے آگاہ نہیں ہیں۔
ہم مریضی طب کے دلدادگان اور دہیسی علاج کے ماہر حضرات کو دعوت
ہم دیتے ہیں کہ وہ

مرہم نادور (میرزا)

کی آزمائش کریں جو اپنی سر پہ آزمائش اور دوائی فوائد سے بہت بڑے طبقہ کو گرویدہ کر چکا ہے۔ خون اور طبع کے امراض پھر
پھینکنا تو زخموں کا غرض ہینے والے زخم مانگی کھینچی، اور کھن کے سر کے پھر سے زخموں اور زخم کے لئے نہایت موثر تاج پھر
اور مالک محمد سرکار علی میں اپنا اعتماد جا چکا ہے۔ قیمت فی شیشی ۹۔ بڑی شیشی عدد ربیعہ علاوہ وصول ڈاک۔ حیدر آباد کے
تمام بڑے دوا فروشوں یا

کاغذیہ مرہم نادور میرزا علی حیدر کا

سے طلب کرو۔ (دہلی) اسٹول کے ہر ٹیٹ مقام پر اینجنیئر کی قوت ہے۔ ایک دہی سے کم کا دہی پنی نہیں کیا جائے گا۔



ہندوستان میں ایسے افراد کی کمی نہیں تھی جو اعلیٰ تعلیم انسان سلطنت کا کافر دیکھ کر کچے تھے۔ سیاسی رہا کے الٹ جانے کے وجہ سے قدیم تہذیب کی کثرت کا جو پیغام آیا تھا، اس سے ان کے دل و جگر میں گہرا اثر ہوا تھا۔ اس پر تو ہی غلامی کا احساس اور گہرا انگیزہ حاکموں کی سلطنت کی طرف تشریف لے گئے۔ ایسے امور تھے کہ ہر احساس دانے کے دل پر کاری ضرب لگا رہے تھے۔ سلطنت کی تباہی کے بعد سے اگلے علوم و فنون کا بھی خدا ہی حافظ نظر آ رہا تھا۔

یہی امور کے جنھوں نے دہلی کے آخری کھنڈروں اور آثارِ اصدادہ سے غیر متوقع طور پر چند غیر معمولی حساس ہستیوں کا ایک مجمع پیدا کر دیا۔ جس کے نام قابل احترام سر سید احمد خاں تھے۔ سر سید کی جماعت قوی اصلاح کی اعلیٰ تعلیم انسانِ حریک کے کچھ کھڑی ہوئی تھی کہ نظر اس سے علم و فن اور تہذیب کی کئی کتابیں بھی نکلیں۔ اس قابل احترام جماعت کے آخری ذوق کے یہ دو زمین ہونے سے پہلے بہت سی تحریکیں بار آور ہو چکی تھیں۔ اور ہماری قوم ایک نئی تہذیب راہ پر گھڑی نظر آ رہی تھی لیکن سب سے زیادہ اٹھا اٹھیا اس سے بھی حیدر آباد راہ راست متاثر ہوا۔ اس کے کئی سال پہلے تحریکِ انقلاب کی صورت میں دریا نہیں ہوئی۔ بلکہ وہاں اس نے ایک تدریجی ارتقاء کی شکل اختیار کر لی۔ اس کا سہرا ایضاً اور دراندیش بادشاہ وقت اور بادشاہِ وزیر کے سر پہ۔

آصف جاہ داس کے بعد ملک ریاست کا نظم و نسق بدلتا ہوا (اس پر مبنی تھا۔ ریاست کے چاروں طرف جب نئے نظام کا رواج ہوا تو ریاست کو ماحول کے ساتھ ہم آہنگی اور ہندوستان کے نظم کے ساتھ یکسانیت کے خیال نے اپنے نئی شکل نظام کو بھیج دینے پر مجبور کیا۔ لیکن یہ کام اس نے تدریج کیا۔ اور اس کا آغاز اسی عہد سے ہوتا ہے۔ اس نے یہ عہد جب حیدر آباد کا ملک بنایا ہے۔

غرض اس طرح قزاق میر محبوب علی خان کو پہلے پہل نے نظم و نسق کی سلطنت میں رائج کر دیا۔ اور اس عہد میں قزاق میر علی خان سر سالار جنگ اول کی آئین بندی اور فرائض سے مری ہو گئی۔ نئی اصلاحات کو ملک میں لگ دینے کے لئے حکومت نے ضرورتوں کی حیثیت میں تدریج تبدیلی شروع کی۔ اور اصلاحات کو نافذ کرنے کے لئے دو کام تھے۔ ایک طرف زوال ملک کو عرب و ہندوستان کے فکریات میں بھیج کر کام لگایا۔ دوسرے ہندوستان کے سربراہ اور عہدہ داروں کو حکومت ہند سے اپنے اس معیار یا بار کا تعذر اپنے پاس براہ راست کر دیا کہ کوئی تہذیب ہندوستان کے عہدہ دار اس وقت سے پہلے جب یہ انگریز کا نظم و نسق کا کافی طور پر واقف ہو چکے تھے۔ اس طرح تھوڑے عرصہ میں سلطنت کے اکثر محکمہ میں تبدیلیاں کر لی جا سکیں۔

اس عہد میں ملکی ترقیوں کا ذکر کرتے ہوئے پھر اپنی نواہت "تاریخ حیدر آباد" لکھتے ہیں۔

"نہایت ریاست اور مملکت کو کوئی تغیر ایسا نہیں تھا جس میں قزاق میر محبوب علی خان کے عہد میں مناسب اصلاحیں نہ ہوئی ہوں۔ تعلیمات، طب، فوج، پولیس، تعمیرات عامہ، غرض وہ تمام خصوصیات، جو آج کل عرب سلطنت کے لئے ضروری ہیں۔ ریاست حیدر آباد میں مکمل صورت میں موجود ہو چکے تھے۔" (صفحہ ۵۶) فوج اور زمین میں نئی اصلاحیں جو ہیں، فوج کو کفرن اہل ملک جیسے زبردست سپاہی اور ہر برائی قیادت نصیب ہوئی۔ تعمیرات عامہ کا محکمہ قائم کر دیا۔ اعلیٰ اہلی کی نئی تنظیم عمل میں آئی اور محکمہ عدالت کی اصلاح برطانوی ہند کے طریقہ پر کر لی گئی۔ (ان امور کو میں بیان تفصیل سے بحث کرتی نہیں ہے۔ علمیت کا جو باب زیادہ اس عہد میں رکھا گیا ہے صرف اسی سے ہم یہاں کی قدرتی تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں۔ حیدر آباد میں قدیم نظام پر نئی تعلیم و عہد سے رائج تھی۔ کئی مدت سے

اور ملک قائم تھے جس کے تسلیم یافتہ خاص قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، لیکن اس عہد میں ملکی اور نظریاتی سطح اور ادبی، دودھن طرز کی جدید تہذیب کی ابتدا ہوئی۔

تہذیب کے لئے انگریزی اور عرب کے وہ عہد سے قائم ہوئے جو چند سال پہلے جاوید غائبہ کے فنی کالجوں کے قائم ہونے تک ملک میں فنی تعلیم کی ترویج کا داعی نہ رہے ہوئے تھے۔ ریاست کے فنی محکموں کے لئے فارغ التحصیل لوگوں کی ایک قابل قدر تعداد اپنی ہندوؤں سے فراہم ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ کو نام ملی کے انشیں کے روپر و مدرسہ انگریزی میں مل کر مکی کی صدارت میں اس فن کے طلبہ کی تربیت میں مدد دے دے تھے۔ دوسری طرف خیریت آباد میں طب کا وہ ادارہ قائم اور میوزم فنی تعلیم تفصیل کے تحت کارزار کرتا تھا جو ساہو سال تک ملک اور اہل ملک کے تحت ترین درودوں کا درماں بنایا۔ دکن کے دور دراز مقامات سے (فن میں) کے طلبہ اس مدرسہ میں شل بائید کی سبق کے خیال سے آ کر شریک ہوتے تھے۔

انگریزی کی اعلیٰ تعلیم اور اس میں ایک اور نظام کالج کی تشکیل سے ہوئی۔ جو اپنے انگریز پرنسپل کی تحت گرائی میں ملک کے لئے شائستہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا قابلِ توجہ سرمایہ فراہم کر رہا۔ یو فیویر غلام علی خان جو حیدر آباد میں سائنٹفک تعلیم کی ترویج اور ترقی کے سلسلے میں بھی فرائض انجام دے چکے تھے، ان کے لئے اس کالج کے سربراہ اور دکن، اور محلوں کے ناظم رہے۔

مظاہرات کے سلسلے اور ہیئت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بنگلہ جیسے مدرسہ کا نظام قائم ہوئی جو آج بھی ہندوستان کی بہترین مدرسوں میں شمار ہوتی ہے۔ بالآخر ایک اہم ترقی دار سے کا ذکر اور رہی ہے۔ مشرقی علوم اور ان کے تباد کے لئے دارالعلوم کا مدرسہ اور کالج قائم ہوا جس کے قلم یافتہ درحقیقت آج تک ملکی ملک کو علم اور علمی فنون کی روشنی سے منور کر رہے ہیں۔ (دینی، علمی، صحافتی خصوصیتوں کے لئے حال تک بھی یہی دارالعلوم کا کارکن اور اہم کارکن رہا تھا۔ یہ مدرسہ کو اب ایک جدید اور وسیع تر ادارے میں ضم ہو کر اعلیٰ القیادت اور حیات متاخر جنم کر چکا ہے۔ لیکن اس کے فارغ التحصیل صبیح مولانا خاں، قائدِ حریت، صدر شعبہ دینیات، جاوید غائبہ، مولانا جمال الدین، نور محمد، یو فیویر غلام علی خان، یو فیویر غلام علی خاں، اور علمی کے مددگار غلام مصطفیٰ دہس، قادیان، محمد نواز، مولوی اکبر علی، اور علمی خد خد مولوی محمد رفیع، اور ملک کے ماہر ناز نواز، مدنی الدین، من کیش، جیسی بزرگ عہدہ جیتاں اس شرقی کالج کی آغوش میں تربیت پا کر نکلی ہیں۔

اس کے علاوہ قدیم مدرسہ فضا میں کمالیہ دار مدرسہ نظامیہ (دبلیو گج) تھا۔ جس کے بانی، نور غضنیر، جنگ مولانا اور انشا اللہ خان جو محمد صدر العہد دار اور مدہبی کی خدمات کا یادگار ہے جنہوں میں آج تک ترقی ہے۔

مذہبی علوم کی جو مدت اس سرزمین نے ادب کے عہد زریں میں کی ہیں وہ ناقابلِ حجب ہیں۔ لیکن گزشتہ صدی کے آخری زمانے میں بھی مولانا غازی مصطفیٰ حقیر کوئی "علاء مدنی" صاحب "تقریر و اجاب" مولوی محمد عثمان میں مصنف "الاسلام" کے علاوہ صاحب "تاریخ و تمدن الدین غازی" اور "تاریخ خاندان احمدی جیسے صاحبِ دونوں اہل قلم کی کمی نہیں تھی۔ لیکن شروطن کے جو عہد سے حیدر آباد بھی غالی نہیں رہا۔ گو گاندھ اور تیجاؤ کے زریں عہد ادب سے نیکر اس وقت تک ہر زمانہ میں بیسیوں قابلِ ہر شاعر پیدا ہوتے رہے۔ ذریعہ دوسرے قریب ایک طرف حضرت فیض کے شاگرد سیکڑوں کی تعداد میں موجود تھے تو دوسری طرف حضرت سیکڑوں کے لافذہ کی بھی کمی نہیں تھی۔ حال تک بھی حضرت فیض کے خزانہ پرستوں کے کیونچہ نہیں

منفعہ ہوتی تھیں جن میں ملک کے تمام سربراہوں و شعرا جمع ہو کر اپنی کتب و نسخوں کا داد دیتے۔ ان کو بچے سمجھتوں کی تصویر کسی قابل تصور کے مولف کی محتاج ہے۔ ہمارا چاہنا تھا وہی الزام شاعروں میں شرکت فرما چکے ہیں۔ اس وجہ سے پہلے شہر محمد خان کا نام اور محمد صلیبی کی اس میں شمولیت کے لئے علم الثبوت اساتذہ گزشتہ ہیں۔ ایمان کے کمال فن کے تمام مہاترین متعرف تھے۔ حورتنوں میں مرہا تھا چیدا کا دیوان انگلستان کے کتب خانے میں اب بھی نہایت حفاظت کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔

راست کے مشہور وزیر ہمارا چاہنا تھا وہی الزام شاعروں کا نام بھی نہ دینا کہ سرپرستی کی پہلی صف میں آئے آپ خود بھی اچھے شاعر تھے اور داراللطافت کو چند وستان کے بہترین

شعرا سے ہمراہ دیا جاتا تھے۔ مشہور استاد تغیر آپ ہی کی طلب پر جہاد آباد تھے۔ تھے۔ ہمدرد کے زمانے کے سرپرست شعر و سخن نواب کلہ علی خان والی رامپور کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد جب داغ دہلی جہاد آباد آئے، اور حضرت غفران کے لئے ان سے مشورہ کرنا شروع کیا تو انسان علی دین مولف کے مصلحت سے ان سے سخن کا خاص ذوق ملک کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ اس زمانہ میں شعر و سخن کا ذوق اعلیٰ لطافت کے لوازم حیات میں داخل ہوا تھا۔ داغ کے اثر نے ان کی طرز کے بعض اچھے شاعر دکن میں پیدا کیے۔ خود حضرت غفران مکان کے حکام پر داغ کا نمایاں اثر ہے۔ کچھ جوانمرد زمانہ میں کن کے سب سے بڑے شاعر بنے وہ اپنے سے پہلے میں سکڑنے کے عوض پر جلتے رہے جن سے انھیں نمند

عاشق تھا۔ عیدیں وہ بھی داغ کے دستان کی جوت مائل ہو گئے تھے۔ لیکن یہ دستان خراب اسباب کی حرکت تھا۔ کچھ تو فلسفہ کی مناسبت سے اور کچھ سکتی کی پیروی کی بدولت زمانہ صومع آخر میں ان کی غزل کے مخصوص فضا میں رہے اور کئی زمانے میں بھی یہ دستان طبع نہ بدل سکا۔

داغ کے دستان کے دو سر شاعر نواب غازیار جنگ بہادر تھے جن میں ایک کچھ خاص طرز کو نہایت کامیابی کے ساتھ تیار رہے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ داغ کی اس عالمگیر شہرت اور ان کی طرز کی کمیوں میں کسی قدر داغ کو

بھی بہت دخل ہے جو حضرت آصف کے دربار میں ہوئی۔ شہرام بابو سکندر مولف "تاریخ ادبیات اردو" اس قدر داغ کے متعلق لکھتے ہیں "عبد رباب میں داغ دہلی خوش حالی کے مزاج کمال پر پہنچ چکے تھے۔ اردو کے کسی دوسرے شاعر کی تذکرہ ہوئی اور کسی نے یہ انعام اکر دیا ہے" "دلہ پٹری آف اردو لٹریچر" ص ۱۹۳ء رام نارائن لال ارباب

داغ کی کامیابی نے ہندوستان میں ان کے سینکڑوں متعلم پیدا کر دیے تھے۔ چنانچہ عصر حاضر کے سب سے بڑے شاعر آبشار بھی ابتدائی زمانے میں داغ کے انگو (مذاہر سے متاثر ہوئے ہیں نہ رہ سکے۔

دکن کے اکثر شاعر داغ کی سہولتی کا دم بھرتے لگے تھے لیکن جلال الدین تو حق ہی ایک ایسے شاعر ہیں جو داغ کے اس عالمگیر اثر اور ان کی مقبول مام طرز سے متاثر نہ ہوئے۔ وہ عورت پیدا اور صرفی فضا انسان بھی اور ان کی شاعری ان کی زندگی کا ایزد رہی معنی فائدہ لکھتے سنجیدہ میں درد کے بعد ان کے بچے کا شاعر کوئی نہیں ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت شاعر آصف سے تمہارے دیکھتے ہیں لیکن آپ کی مضطرب طبیعت اور ارتقا پذیر ذہنیت نے آپ کو کسی ایک طرز پر تمام کامیاب مصر کرنے سے باز رکھا۔ داغ اور آصف کے مکرر ملاقات و شاعرانہ میل آپ نے اپنے فن کی کمی اب بھی جبکہ حیات کی سخت کشش کوئی نے نہ دیکھنے کے ذوق سے طبیعت کو مردہ بنا رکھا ہے، شاعر کا دربار

جدید اور قدیم دونوں طرز کے شعرا کام کر رہے ہیں۔ ان میں شاعرانہ راہ جو درجہ صافی پر تیار باقی، دکن کے اطراف میں خاص رتبہ کے شاعر ہیں۔ باقی کی باہیات کو کبھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس طبقہ کے ایک اور شاعر نفعان الدولہ ہیں۔ باقی شاعروں میں ڈاکٹر احمد حسین مائل، محمد عبد الحی زنگ، میر نواز علی محمد (دوسرا) میراج محمد، ڈاکٹر بھی ناگزیر ہیں جن کے رخصت سے موجود دور سے پہلے تک دکن کے تمام اعلیٰ مائل مستفید ہوئے رہے۔

داغ کی انسان کا کامیابی نے ان کے معاصر اور اردو کے سربراہوں کو

غزل

ادولو ابولا شریعتا عجیبی آقا فی ابوالعلانی

پھر بھی نگاہ عشق سے کوئی نہاں نہ تھا
کچھ ناخدا کے کشتی غم رواں نہ تھا
اندھا سناخ گل پہ تو کچھ آشیان نہ تھا
گویا نظیر میں اور کوئی آستان نہ تھا
وہ آگیا جواب کہ جس کا گماں نہ تھا
رو داد درو عشق تھی، راز نہاں نہ تھا
لنگر نہ تھا کبھی تو کبھی بادیاں نہ تھا
اندیشہ نشیب و فراز جہاں نہ تھا
بکلی گری و ہاں کہ جہاں آشیان نہ تھا
تیرا خیال وجہ تسلی کہاں نہ تھا

تھے رہروان راہ محبت تو سینکڑوں
لیکن عجیبی اپنا کوئی راز داں نہ تھا

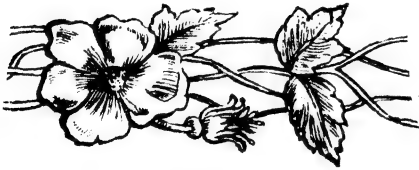
ماتا گھن پردہ در این و ان نہ تھا
کیوں دل کی بحر عشق میں نہ جلتا تھا
تھے چار تنکے ہو گئے کیوں نذر برق باد
ایسی جیس جھکی کہ در دل پہ رہ گئی
دنیا کے منظر اب بھی تاخیر نامہ بر
کیوں جلتے جلتے حشریں پھر رک گئی رہا
یوں کشتی امید رہی بحر عشق میں
خود فتنی کچھ ایسی رہ عشق میں رہی
محرومیاں نصیب کی حد سے گز گئیں
ہر ہر قدم پہ عشق میں دشواریاں تھیں

تھے رہروان راہ محبت تو سینکڑوں
لیکن عجیبی اپنا کوئی راز داں نہ تھا

ادبوں کا کسی نہ کسی طرح ریاست سے تعلق رہا۔ ان پر گزیدہ تعلقات نے ہمارے آصفیاء
سادوں میں دارالسلطنت کو ہندوستان بھر میں نہ صرف قابل رشک بنادیا تھا بلکہ
میراں کی علمی معروضیوں میں ایک غیر معمولی چل پیل پیدا کر دی تھی جیسا معلوم ہوتا تھا کہ
حکومت حیدرآباد انکشاف ہند کے کسی قابل اثناء عالم اور ادیب کو، دارالسلطنت سے
باہر نہ رہنے دے گی۔

صحافت اور میاری رسالے کے مبادی میں بھی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ رسالہ
”حسن“ جو جن بن عبادت کی ادارت میں دارالسلطنت سے تعلق پرتا تھا اپنے بلند
پایہ مضامین اور لائق مضمون نگاروں کی وجہ سے دنیائے صحافت میں اس عہد کی
یاد دہندہ تازہ رکھے گا۔ اس کے مضمون نگاروں کی خدمت میں ایک اترنی کا بدیہ پتہ
کیا جاتا تھا۔ یہ سرسید کے مشہور ”جہد“ تہذیب الاخلاق کا مامور اور سر
عبد القادر کے رسالے ”تجربہ“ کا سیم باہ تھا۔ مولوی عبدالحق صاحب متحدہ انجمن ترقی
اردو کا پہلا رسالہ ”انصاف“ بھی اس عہد کی پیداوار ہے۔ اس کے علاوہ ”صحیفہ“ اور
”دبیر آصفی“ ”ادیب“ ”معلم نسوان“ ”غیب الکلام“ ”دکن روڈ“ ”خادہ“ ”ذوق“
اس عہد کی صحافتی معروضیوں کے اچھے نمونے ہیں۔ یہ صرف میاری رسالوں کی
فہرست تھی، معمولی رسالے بیسوں کی تعداد میں تسلسل جرتے تھے۔ نئی رسالے جیسے ”معلم
جہل“ ”فتون“ وغیرہ جو اس زمانے میں تسلسل پورے تھے ان سے یہ ظاہر ہوتا
ہے کہ علمی رجحانات ملی اور نئی ادب کی طرف بھی ہونے لگے تھے۔ ”معلم نسوان“ اردو
کا پہلا رسالہ ہے جس کے مظهر صنف لطیف کی تربیت اور اصلاح تھی۔

رسالوں کے علاوہ اس کے قریب اخبار نکلتے تھے جی میں سے چند جیسے
”سیر وکھن“ ”پہر زارستان“ ”شیر وکھن“ ”دورۃ النہار“ ”اھالی ہفتہ دار“ ”ہفتہ دار
اخبار“ میں ”دکن تیج“ ”اخبار آصفی“ ”جام مجتہد“ ”محبوب گزٹ“ ”طلوع محبوب“
”ملک دولت“ ”دکنی“ ”مبارک“ کے نام ہیں۔ اپنے مآثرین میں کسی سے کم نہیں تھے۔
یہی گونا گوں واخبات ہیں جن کی وجہ سے عہد نصف جاہ سادہ اس کو
ایک غیر معمولی امتیاز حاصل ہو گیا جس میں جیل میں کاتر دار حاضرت غفر اللہ
کے علمی ذوق اور ذہنی شغف پر تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ عہد ادب کی جدید اصلاحی
تحریکات کو کامیاب بنانے میں بہت بڑا حصہ حیدرآباد کا ہے۔ اس عہد کی علمی و ادبی
تاریخ کے لئے حبیب روایا کی یہ ساجی، ذریعہ وقت ثابت ہوں گی۔



شاعر آئینہ نیانی کو بھی بیان کھینچنا لیکن دلای کی خوش نصیبی ہر ایک کے حصے کی بات تھی۔ پہلا
آئے کے چند سال بعد ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ لیکن آپ کی ناکامی آپ کے شاگرد اور آپ
کے فرزند کیلئے زینت ثابت ہوئی۔ چنانچہ اول الذکر راج ریاست کے ایک میل انقدر عہدہ پر
سر فرازیں۔ اور آخر الذکر اور نہ ہی کی نظامت جیسے ذمہ دار عہدہ کو سنبھال رہے ہیں۔
شعر و سخن کے اس اجالے کو ذکر کو ختم کرنے سے پہلے نظم لکھا جائی اور ضامن
کستوری کا ذکر بھی ضروری ہے۔ نظم ”شہنشاہ“ کے زوال کے بعد، دکن کے آئینہ طلوع ہوئے
اور ذوق سخن کی قابل اثناء خدمات انجام دیں۔ دارے کے انتقال پر نظم اور ضامن ہی صف
اول کے شاعر رہ گئے تھے۔

جبریل قیوم طرزی شاعری کا آخری مامن حضرت فخران مکان کا دار ہوا تھا
اسی طرح جبریل طرزی شاعری سے پہلے جیل میں عہدہ رہتاس پر آگیتھی کی کسی نے ان
کی زندگی ہی میں علمی شہسوار و ہندو طہذبت کے بانی غلام مصطفیٰ دہن اور اردو کے سب سے
بڑے راہی کو شاعر آج جیسے قابل قدر شعرائے ایک مبارک شکر دین میں پیدا کر دی تھی۔
اردو کے چند بہترین مورخ اور تذکرہ نویس بھی، حیدرآباد نے اسی زمانہ میں
پیدا کیے۔ اسی طرح لاہور کے بگ ڈو اور دلی کی مانگ سوسائٹی کے تقریباً ساٹھ ہی
ساتھ بیان نئی ادب کی طرف بھی توجہ کی گئی۔ مرزا ہدی خان کوکب اردو کے ادیبین نئی
معنیوں میں سے ہیں۔

لیکن شعر و سخن کی سرگرمیوں اور علم و ادب کی سرپرستیوں سے زیادہ اہم
دراستہ آصفی کا کارنامہ علمی کر کے اصلاحی تحریکات کی امداد ہے۔ جدید علمی اشاعت
کے لئے علی گڑھ کالج کے قیام میں حکومت کی طرف سے جو تا نا امدادی تھی اس
کالج کی بنیادوں کو استوار کرنے میں خاطر خواہ مدد ملی۔ اس کے علاوہ اس جماعت کے
اراکین کی فرزند ذوق بھی مدد کی گئی۔ انھیں بری بری مائرتیں دی گئیں اور ذہنیہ مقرر
کئے گئے۔ جس کی بدولت یہ گروہ فکر حاضر سے جڑی حذبک مصلحت پر جڑا تھا۔ اس تحریک
کے بانی مبادی انجمن سرسید احمد خان، انہی گونا گوں معروضیوں کے سبب ملازمت کے
سلسل میں حیدرآباد میں قیام پذیر ہو سکے۔ تاہم انھیں جب بھی مالی اخلاقی مدد کی
ضرورت ہوئی، ریاست کی طرف سے نہایت فراخ دلی کے ساتھ ان کا ہاتھ بنایا گیا۔
علی گڑھ میں بھیج کر یہ اپنے مصلح کے کارکنوں کو منتخب کر کے حیدرآباد بھیجتے رہے۔ چراغ علی
ہدی علی، مشتاق حسین، جبرسید احمد خان کے دست باز و تحفے، ریاست کے بڑے
سے بڑے عہدوں پر عہدہ تک فائز رہے۔ اس تحریک کے ادبی کارکنوں میں سے سادہ
بھی سرسید کی طرح بیان مصلح طور پر قیام پذیر نہ ہو سکے لیکن ان کی معاشی فکر وں کو
ذہنیہ کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے درگزر دیا گیا۔ اردو و اطمینان کے ساتھ شعر و شاعری کی اصلاح
میں منہمک رہے۔ سبکی دائرۃ المعارف کے ناظمی حیثیت سے جو حد تک بیان رہے۔
حافظہ نذیر احمد کو تعلقات دی گئی تھی۔ اہم خدمت دی گئی تھی۔ اردو زبان کی واحد مستند لغت
”فرہنگ آصفیہ“ حیدرآباد کے نام سے ظاہر ہے، خادۃ آصفی لکھا اس ساتویں بادشاہ
کے نام سے منسوب ہے۔ اس کے مصنف مولوی مینا حیدر علی کو اس کام کے لئے ریاست
سے وظیفہ مقرر تھا۔

مذکورہ بالا پر ذکر کے علاوہ سید علی گلگاری اور مولوی عزیز مرزا مختلف
ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز رہے۔ رشتہ دارنگار شہر شاعری بیان رہے تھے ہیں۔ ہند
اردو ناول کے بانی اور تاریخ اسلام کے مستند مورخ مولانا عبدالحق صاحب نے بھی ملازمت
کے سلسل میں کئی دفعہ بیان آئے۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد بھی جبریل طرزی سے ان
کی مدد کی جاتی رہی۔ ان کی تاریخ اسلام، حیدرآباد کی امدادی سے لکھی گئی
اس طرح کس عہد میں ہندوستان کے تقریباً تمام سرآمدہ شاعروں اور

ہیں بہت ہوشیاری سے کام لینا پڑے گا۔
ہسپتال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا: اگر اس انسان میں
کوئی ایسی حرکت کروں جو تمہیں پسند نہ آئے تو تم مجھے صاف کر دو گے؟
اُن کو نے خود ذرا غصہ کی حالت میں کہا: تم میں سے کبھی بدگمان نہیں
ہو سکتا ہسپتال۔ تم تاحیہ سوال پوچھتے ہو۔

اس کے دودن بعد سے اس کا شروع ہوا آغاڑیوں پر اُکھٹنا ایک
پرمیں ان کی یاد دہانی کی نکتہ کی کہنے کے بہانے سے روٹا ہے۔ اور اسے یقین
دلایا کہ وہ سب کتنا ہیچا تب تک جا رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ پورے میں اس کی صحت
اس تلاش کو بندھ جانے سے ہو کر بھی، مگر وہ کڑی کہنے کے بعد اس نے ان سے قطع تعلق
کر لیا ہے اور وہ اس سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ روحنا کار کردہ آدمی تھا اس
نے ایسی دانت میں اس موقع سے خوب فائدہ اُٹھایا اور کہنے ہی ایسے اسرار پرست
تجربہ کر کے حقیقہ یوں والوں کے ہتھ پڑا رہے تھے: سلام ہو سکے تھے۔ دونوں ایسے
ایک دوسرے کی حالت میں تھے آخر عورت غائب آئی۔ اس آدھ ٹھنڈے میں ہی رومات اس کے
حن دادا کے کچھ اور اس کے خلوں کے جادو سے متاثر ہو چکا تھا۔

پچھلے وقت رومات نے کھڑے سے کھڑے ہو کر کہا: مجھے امید ہے کہ یہ
ہماری آخری ملاقات نہ ہوگی۔

ہسپتال نے ہاتھ ہٹا کر کہا: پورا آرتھ نے جس وجہ سے میری وضاحت
سنی ہے اس کے لئے آپ کی بے حد ممنون ہوں۔ کل آپ میرے یہاں جا دیں۔
رہیہ ضبط کر چکے تھے۔ روٹا کا دھنہ اُن کو نے سن دیا۔
کہہ دیتی تھی۔ رومات ہیچ بڑا بیانیہ طبع اور صاف گو واقع ہوا تھا۔ وہ رحم دل اور

نیز پر رکھ کر اُدھر ہی ٹری آکھوں میں جگہ گریاں سی بھر کر موی۔ یہ سب صحیح ہے اُن کو
لیکن پھر بھی میں اسے قتل کر سکتی ہوں۔ جانتے ہو میں کیا کروں گی؟ میں اس سے راہ و
رسم پتہ ان کروں گی۔ اس کے دل میں اپنا اعتبار تھاؤں گی۔ اسے اس دم کو میں ڈالوں
گی کہ میں اسے بہت پیار کرتی ہوں۔ غلامی سے غلامی، خونخوار سے خونخوار، مرد معزوں کے
لئے اپنے دل میں ایک نرم جگہ رکھنے۔ میں تو سمجھتی ہوں وہ منافق کی یہ بیڑی اور سنگدلی
نا کام بہت کا مضاربے اور بچے نہیں۔ اسے کسی عیارہ نے چکڑا دیا ہے اور اس کا دل گھبرا
اور نفرت سے تر ہو گیا ہے۔ نفسانیت نا کام جو کہ خونخوار ہو جاتی ہے۔ مگر ایک حسد
کے لئے اسے ناؤ میں کرنا چھ بھی ممکن نہیں ہے۔ ایسے کو تو وہ جنگیوں میں اپنے جنوں
پر کر سکتا ہے۔ تم جیسے سیانیوں کا رام کرنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اگر تم شتم
کرتے ہو کہ میں بدھرت میں ہوں تو یقین ناؤ میں اپنے ارادہ میں کا بیاب ہوں گی تیار
میں میں ہوں یا نہیں؟

اُن کو نے اس کا ہوسرے کر کہا: تم مجھے سے پوچھو ہو ہسپتال، میں تو نہیں
دنیا کی حسین ترین عورت سمجھتا ہوں۔

ہسپتال نے منہ پیر کر کہا: اگر تم اس بات سے پوچھو تو تم اچھ ہو اُن کو۔ اس
خبر میں، نہیں ہماری جماعت میں ہی، مجھے سے بد چلنا خوب لڑکیاں موجود ہیں۔ یا
تم اتنا کہہ سکتے ہو کہ تم بدھرت میں ہو۔ کیا تم مجھے میں نہیں دینا کاسب سے
خود و نوجوان سمجھتے ہوں، میں ایک نہیں، سو نام لگا سکتی ہوں جو تم سے کہیں زیادہ
قبول صورت میں مگر میں کوئی ایسی چیز ہے جو میں سے ہے اور مجھے اور کہیں غور
نہیں آتی۔ خیر میرا بدھرت کا سو۔ بندہ دن تو مجھے اس سے رہیہ ضبط کر چکے تھے۔
لگتی تھیں۔ پھر ایک دن ہم اور وہ دونوں رات کو پارک میں جا ملے اور تالاب
کے کنارے پہنچے۔ تم کسی وقت روٹے اور میں نقد تمام ہو جائے گا۔ اس
شیطان سے دنیا کو بچھ ہٹا ہو جائے گا۔

میسارم پہلے کہہ چکے ہیں اُن کو ایک رہیں کا لڑکا تھا اور انقلابی سیاست
سے اس کی بدھرت تھی۔ نہیں کی صحبت کے آخر سے کچھ ذہنی بدھرتی ضرور پیدا ہو گئی تھی۔
مگر بدھرتی بدھرتی صرف زبان سے کام لیتی ہے، جان کو کھڑے میں نہیں لاتی۔ اس
نے ملانہ تو اُتر اُتر میں کیا۔ مگر حضانہ انداز سے بولا: لیکن یہ تو سوچو ہسپتال، اس
طرح کا قتل کوئی انسانی فعل ہے؟

ہسپتال نے نیچے ہنسنے کہا: جو دوسروں کے ساتھ انسانیت سے نہیں ہنسنے
آتا وہ انسانی برتاؤ کا سخت نہیں۔ ہمد با گناہ اس کے انھوں تک کی سختیاں نہیں ہے
ہیں۔ کتنی جلدی تھا میں روز بھائی جاتی ہیں۔ اور کتنے پہل باب رہوگوں کی جانمادیں
ضبط کر لی جاتی ہیں۔ ایسے آدمی کے ساتھ کسی طرح کی رعایت جائز نہیں۔ تم نہ ملے کہوں
اسے ٹھنڈے ہو۔ میں تو اس کی جڑوں کا خیال کرتی ہوں تو میرے خون میں اُجا آتا ہے
اُن کو۔ معلوم ہوتا ہے جیسے برس بدن پر آگ لگ گئی ہے جس وقت اس کی سواری
نکلے ہے تو میرا ایک ایک ذرہ معدود قتل کے جذبہ سے جھنڈا رہا ہے۔ اگر میرے
سامنے کوئی ایسی کھان بھی جھینے کے مجھے تم نہ آئے۔ اگر تم اپنے بعد راجی بہت نہیں
باتے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ میں خود سب کچھ کروں گی۔ ہاں دیکھو میں کتنی صفائی سے
اس میں سے کا خاتمہ کر سکتی ہوں۔ حسد کے لڑکا ہاتھ بھی بیٹل چلا سکتے ہیں؟
ہسپتال کا ضرورت چہ وہ قاتلانہ حرارت سے متاثر تھا۔

اُن کو نے بھی کرم ہو کر کہا: نہیں نہیں؛ بات یہ نہیں ہے ہسپتال۔ میرا مشا
یہ نہ تھا کہ میں اس کام میں تمہارا شریک نہ ہوں گا۔ اُن کو بدھرتی رمی سے جنم میں گی
ہنسنا ہوا چلا گیا۔ لیکن میں پھر یہ کہوں گا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے اور



دکن ہیر آئل

ملک کا مایہ ناز غریب مالک میں
متنازع، مضرت پاک فوائد سے
ملوؤ، اہل کلیموں مغزین
ملک کا ازودہ ہی وہ پستیل
تیل جو جسکے مفید ہونے سے دنیا
کی کوئی ہستی انکار نہیں کسکتی

ہر ملک میں ہے
میکر کھڑی

محکم دلائل سے مزین
معلومات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہندوستان کی مشہور نمائندگی
سے طبعی یافتہ

دکن ہیر آئل کسینی حیدر آباد

اچھی نہیں ہے۔ جلد مجھے میرے گھر میں بچا دو۔ اُدھر سے چلے جانا۔ یا کہیں اور چلے۔ یہاں بیٹھے گا جی نہیں جانتا۔
رومان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے من میں سمجھاتے ہوئے کہا: لیکن بوڑھو تو گیارہ بجے جاگ اٹھی ہے۔

ہملن کے ہونہ سے چیخ چیخ نکلی گئی۔ گیارہ بجے یا
"اب اس گیارہ بجایا ہے۔ ذرا دیر اور چھو۔ بیٹھے میں نکلتی ہوتی ہر قریب سے زافر سر کلک لٹ جاوے۔ آج تو ابھی بات چیت ہی نہیں ہوئی۔ تم نے میری زندگی کی تمام سیر جو تبدیلی پیدا کر رکھی ہے اسے سوچ کر میں حیرت میں آجاتا ہوں۔ میں تو جیسا ہوں تم اس دن میری خوش نصیبیوں کی دیوی بن کر آتی تھیں ہملن۔ نہیں ایک میں نے خدا جانے کیا کیا کر ڈھاکے ہوتے۔ اس ملاطفت کی کامیابی سے خدا میں کتنا خوشگوار اندیشہ پیدا کر دیا ہے کہ اس وقت میں خواب میں بھی اسکا امید نہ کر سکتا تھا۔ ہملن کی استبدادیت میں جو کچھ کر لیا تھا وہ دونوں میں حاصل ہو گیا اور اس کے بدلے میں تمہارا شکر دہوں ہملن۔ بیدار ہو کر دیکھو کہ کتنا ہی گورنمنٹ شامی کا کچھ پیرا نہیں کرتی۔ وہ صرف ملنا جاتی ہے، دوا کرنا نہیں جانتی۔ ذرا کمر بٹھروں میں ابھی سے چھریاں لگائیں ہوئے ہیں اور مجھے یہاں سے واپس بلانے کی تجویز پیش ہے۔ ان کے خیال میں میں بہت ناکام امیر ہوں۔ حالانکہ میں نے تھپک لیا ہے کہ جب تک ہر شخص زار کے کاروبار سے مارے حالات نہ بدلیں تو وہ یہاں سے جانے کا نام نہوں، ورنہ اب تک جو کچھ لیا ہے وہ سب مٹی میں مل جائے گا۔"

دخشا ناراج کی چھریاں بند کرنے والی روشنی بجلی کی طرح چمک اٹھی اور دیر اور چھوٹے کی آواز آئی۔ اسی وقت رومان نے جیت مار کر اُن کو پکڑ لیا اور زور سے چلا یا قتل قتل!
پارک میں کسی ستری تینیاں تھے سب کے سب فوراً اُپکے اور اُن کو گڑھا کر کے آتش کی طرف چلے۔ دم کے دم میں خدا جانے کہاں سے آؤں بیس اور سواریوں اور سٹیج بیس اور دفین بیس کے برے برے آپس بچے بیس کے اسپیکر نے رومان کا بیان کیا اور اسے سسے راری پر بٹھا کر اس کے گلے پر بٹھا دیا۔
رومان نے ہملن سے ہاتھ ملا کر کہا: "اُن آؤں تو وہی شخص ہے جو تمہارے ساتھ یہ نیر دیتی میں تھا۔"

ہملن نے مری ہوئی آواز میں کہا: "اُن ہے۔ لیکن مجھے اس کا مطلق گمان نہ تھا کہ وہ انقلابی ہو گیا ہے۔ گویا میرے سر پر سے سن کر گئی ہوئی نکلی گئی۔
"یا خدا!"

"میں نے دوسرا نشانہ چلانے کا موقع ہی نہ دیا۔"
"مجھے تو اس نوجوان کی حالت پر انوس آ رہا ہے ہملن۔ یہ بے غیب مجھے ہے کہ ان اہل خانہ حرکتوں سے وہ ملک کی اصلاح کرسکے۔ اگر میں مری جاتا تو میری جگہ کیا تھا؟ مجھ پر زیادہ جابر اور ظالم آدمی نہ آجاتا۔ اور کیا یہ سلسلہ کبھی قطع ہو سکتا ہے۔ ابھی خدا ملاحظہ۔ تم سلطان پریشان نہ ہو ناہملن۔ مجھے کسی طرح کا رنج یا غصہ یا خوف نہیں ہے۔"
دوسرے دن چھریاں کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا۔ اور ہملن سرکاری گاہ تھی! اُن کو مکمل ہوا دینا اندیر ہو گیا ہے امداد کی اس اتہار گراہیوں میں دھنسا چلا جا رہا ہے۔ مقدمہ سرکش ہو رہا۔ وہاں بھی ہملن موجود تھی۔
اور اس کے بعد وہ سال کے قیدیت میں چتر سے ماری اذیتیں اور صوبتیں اس کے لئے آسان کر دیں وہ ایک خصل تھا جو چتر اس کے اندر مقبوس تھا۔ وہ ہملن کے کاؤں میں ان مشعل کوٹائی، مگر درگاہات کی طرح داخل کر دینا چاہتا تھا جو طر

فریضہ بھی تھا شریک اسے یقین ہو جائے کہ اس کا جہم ہے مرنے نہیں ہے۔ وہ تعلیم یافتہ آدمی تھا اور اپنے زمانہ میں اس نے یونیورسٹی میں امتیاز حاصل کیا تھا۔ یا بیات کے اصول سے بھی وہ ماہر تھا اور مانتا تھا کہ کبھی ہی سہا کر ایک یا سہا کر ایک کا دوا نہیں ہے۔ پر کئی سال سے انسانی فطرت کے تاریک پہلو کا مظاہرہ کرتے کرتے اور اس خاص ماحول میں رہتے رہتے جسے تبار نشأت اور سید ارتضیٰ کی رسائی نہیں ہے وہ پکا استبدادینہ عالم ہو گیا تھا۔ اور انقلابیوں سے تو اسے حقیقی نفرت تھی جنہیں وہ انسانیت کے درجے سے گری ہوئی مخلوق سمجھتا تھا۔ جو اصولوں اور طریقوں کے اختلاف کو بدعتی پر محمول کرتے ہیں اور اس حقیقت سے انکس بند کر دیتے ہیں کہ دنیا میں شنائی آدمیوں کا پھیلنا چھٹا رہا ہے اور رہے گا۔ بہت عرصہ کے بعد اسے ایک ایسی عورت سے شگافا ہوئی جو اس کی دفتر اور عدالتی دنیا سے باہر کے مسائل اور حقائق کی باتیں کرتی اور یہاں کا نہ انداز سے اس کے قیود بھی اس پر روشن کر دی۔ چنانچہ اس کیل میں وہ بھی ہملن اس کے حوا میں اسے زیادہ دل چسپی تھی اور کئی فریضوں پر شہر میں دوسری مرکز میں اختلاف پذیر ہوئی جاتی تھیں۔ وہ بیٹھے کر رہے۔ اس کے بعد وہ بیٹھے اور کر رہے اور آخر وہ مقررہ دن آیا۔

اس دن آؤں اور ہملن کسی ملا برکت کہتے رہے۔ آؤں پرندہ باطنی کیفیت طاری تھی کبھی اتنے دن کی لینا گوارا تھا کہ کٹل کوئی گئے پر گولی چلائے، کبھی استامحاطہ پر جانا گوارا اس کے سامنے صلیب کا تختہ ہے۔ نا معلوم کی ہیت اس کے جواس کو مفلوج کر رہی تھی۔ ہملن بھی مرنے اور ذرہ عارضی۔

ہملن نے آج کے لئے خاص طور پر مٹ و سگرت ٹوٹے تھے اسے نکالی ہوئی دردناک جیس ہوئی۔ "انسان زمین و آسمان کے ناگوار فرائض ادا کرتے جرتے ہیں آؤں۔ آؤں نے اسے بوسے دل سے کہا: "اس کا نام زندہ ہے۔"

اس کا نام زندہ نہیں۔ اس کا نام دوزخ ہے۔
"وہاں ابھی کچھ دن اور اسکی ضرورت رہے گی۔"
کاش آؤں اس کے ان نکالیوں کی تہ تک پہنچ جائے۔ اسکی جانب سے اگر ذرا بھی تامل کا اظہار ہوتا تو ہملن بھی گل ہو جاتا، مگر آؤں میں اتنی فراست نہ تھی اور ہملن جلد ہی جرات نہ تھی۔

دونوں کو بے گھر کر رکھتے ہوئے کون جانے یہ آخری ملاقات ہو، دونوں کے دل بھاری تھے اور انکھیں نم۔

آؤں نے کہا: "اس ٹھیک وقت پر آؤں گا۔"
ہملن نے کچھ جواب نہ دیا۔ دل کہیں اور تھا۔
آؤں نے پھر کہا: "خدا سے دعا کرنا ہملن۔"

ہملن نے ہنسے دوتے ہوئے لگے سے کہا: "مجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ پھر بھی دعا کرنا۔ خدا ملاحظہ۔"

دس بج گئے تھے۔ ہملن اور رومان پارک کے ایک کچ میں بیٹھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ تیز ہوائیں دلی تھیں اور کچھ دیر پہلے اس کی طرح کچھ بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ ہملن نے اوپر اوپر وحشت آیز نظروں سے دیکھ کر کہا: "اتو دیر ہو رہی ہے۔"

یہاں سے چلنا چاہئے۔
رومان نے بیچ پر ہائیں جھپٹاتے ہوئے کہا: "ابھی تو ابھی دیر نہیں ہوئی ہے ہملن۔ زندگی کے بے غم علم نہیں خراب کیا حقیقت، لیکن میں نے تازہ گلاب کی مہک ہے جس نے میری ماری زندگی کو مفلوج کر دیا ہے۔"

ہملن نے بین بکر اٹھی اور رومان کا ہاتھ پکڑ کر کہی: "میری طبیعت آج کچھ

اس نے دھیمت کے کہ تمہارا بڑا لگا اس کا یہ بنام تم تک پہنچا جاؤں۔ جس وقت وہ کھڑا
 میں آئو سحر کے تمہارے دور روانی تو تم چربی ہوئے تو گیل جلتے۔ کیا اس وقت بھی
 وہ جس انسانی صورت ہی کھڑی نہیں آتی؟ خدا کر کہ اس کے خداں جسے کہ کھانا
 آؤں۔ تمہارا بی اچھی اسی کہ اس کا بوسہ لینا چاہے گا۔ مجھے اس کا وعدہ ہو گا۔ دیکھو
 اس کی صورت اس کی کسی باتیں سے رہی ہے۔ وہ ان بچوں کے بچے میں پیدا ہوئی آہا
 کتنی حسین معلوم ہوتی ہے۔ اس کی طرف ایک متاثرہ لڑکی گئی تھی آؤں۔ وہ تمہارا سحر ہے
 عاشق کا دل بے انتہا ماضی ہو سکتا ہے۔ انتہا ماضی۔ مجھے یقین ہے کہ جسے تم
 نے ایک بار سچے دل سے پیار کیا تھا اس کی اس اچھا کردہ نگر دیکھو۔

یہ کہتا ہوا درخشاں اکون کا ہاتھ پکڑے، صبا بھینس لگا ہوں کے
 درہن میں خار سے کپاس میں بچا اور تاون کا ادب ہی تھکے کہ میں کا چہرہ اسے
 دکھا۔ جہیل ابھی اپنی زاری دار ہائوں کے ساتھ چن پر اب بارگاہِ روزداشت کرا
 رہی تھی، مہین، پرستار، مٹی جو پی تھی گویا اتھکے الفاظ اس کے لب پر ترس رہیں۔
 اسے فرم کے باہر نہیں لگے۔ اکتان کے دل نوزائ پر موت کے لکان انگڑی پر
 کا برقی اتر ہوا۔ اس کی نظروں میں وہ سارک دن چھ گیا جس نے پہلی کو آؤنگا
 محنت میں لیا تھا اور اس پر ای جان شاکر تھی۔ اس ابک لکھ کر دھالی راحت
 کے لئے کیا وہ چہرہ جو سال کی خوشیاں بھیلے پر آدہ نہ ہو جائے گا؟ اس کے
 دل سے کہ دردت اور منافرت کا فضا کٹنی اترے شتا جا رہا تھا اور اس میں چہرہ بچا
 محنت اڑی آئی تھی جب کہ خنار کرتا ہے اور صلا میں حاجی کی بار ابھی اس کی
 زندگی کے بہتر لمحہ نہ تھے جو پہلیں کے ساتھ گزے تھے؟ اور کیا، جن چندوں
 کی لانا دل مرت کو وہ ان پر وہ برسوں میں بھی فراغت کر سکا تھا؟ اس کے دل
 میں جھلے ہوئے (پرس سے دفنائیں جانے کی طرح طلع پر گئی۔ اور آؤنگا نوبت
 کے پاس جا کر گھٹوں کے بل بیچ کر بولا۔ اے پاک خدا! تو میری پہلیں کو جو
 محنت میں لگے دے۔

ادرس وقت دہا تو بت کو نہ دے پھر رکھے ہوئے چلا تو اس کا
 نفقہ منہ نہ تھا، اچھی کھڑی، اچھی شکلی، اچھی انداز، یہی وجہ تھی اس
 لافانی محبت کی مہربانیاں یادوں کو گزرا تو اس کے اکتفا اور مہارت کے جذبات
 بیدار کئے، ادرب پھر جس ثابت رکھ دیا گیا خود وہاں اچھے کھڑے (جائے کتب
 تک رہتا رہا۔ کیا سوچ کر، کون جانے۔



کے سلاب کی طرح اس کے اندر سلام کو پہنچتے تھے اور جن کے میں بھی جزیرہ بہتا تھا۔ عین حال میں جہاں اپنا بیچنے کا لاس کے دل میں بھی خیال ہی نہ لگتا تھا۔ وہ اپنی عروایت کو لیک کر دھرت کے قتل سے فرخندہ تر لگتا۔ جہاں تعلق کو وہ اس زمانہ کی سزا سن رہا تھا۔ وہ اسے بکلی سوتلی لگاں کی طرح ترسیتے اور اچھٹے دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کے وہ اعلاہیلن کی طرح پر نہریے آتشیں سیلاب کی طرح گر گئے تھے اور اگر اس میں ہفت کا احساس نہ تھا جس پر ٹیکہ ہے تو اس کے جسم کو ایک ایک عضو بھیجے والے جسم کے جاں بحق لنگھوں کی جاں بحق کی عین کھینک لگتا۔

ان جوہر ملاں میں اس نے جاں دیتا چھٹی شخص اس میں چند گھنٹات کے بعد کو بالان کی روح نکال کر بیسوت کر دینا جا رہا تھا۔ ہمیں کئے اسے اب اس کے دل میں کس بلا مٹ یا درد اچھو کر نکالتی تھی۔ اور وہ اعلاہیلن کی طرح تھے، ہمیں سب سارا جہاں کی ہے سناہدہ نواہی مہاروں کا تاریخ میں بھی ہے سنال ہے۔ میں تو شخص ہمارے سناہو کا سلام تھا۔ تم نے ہی مجھے وہ دوشاف کے قتل پر آنا دیا کیا تھا۔ اور تم نے ہی میرے خلاف شہادت دی۔ ہمیں ایسی یادگاروں میں آن اور دینے کے لئے میرے خلاف کوئی دوسری شہادت نہ تھی۔ وہ دوشاف اور اس کی ماری یوس فحش شہادتوں سے مجھے ماخوذ کر چکے تھے۔ اگر تم نے شخص اپنے نفس کی کشتی کے لئے ہمیں دوشاف کے کردہ خوش میں اپنے زمانہ راز بوس کو یاد کر کے کئے ہیں تم ٹھیک یا۔ گردیکھ اور کھار۔ آج اکون۔ تیری ان ماری ملکابیوں (ادبوس ماریوں کا پردہ فاش کرنے کے لئے سب سے سامنے کھڑا ہے۔ تیری ماری حرام کاربان اسکی جہنم کو! بال ہنس کر کہیں۔ کوئے قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھایا تھا قوم کا بیڑا اتنے ہی خوف کر دیا۔ تو اپنے کو قوم پر تیار کرنا چاہتی تھی۔ لیکن نفس کی پہلی عیب میں تو اپنے سارے اصولوں اور ارادوں کو سبب بنت ڈال کر نفس کی ملائی کرتے پر آنا دیکھتی۔ اختیار اور اختیار کا پہلا ہوتی رہو! اتنا خوش دیکھ کر قوم بلائی رہی اس پر ٹوٹ پڑی۔ غصہ ہے تیری نفس پروری پر! منت ہے تیری زندگی پر!!

—(۳)

شام کا وقت تھا، مغرب کے آقے پر دن کی چامل کو ٹھنڈی ہوا بھری تھی۔ اور
دوسروں کے ساتھ ابھی اس سہیل کا جنازہ سے ملنے کے تیار یاں ہو رہی تھی، شہر کے ہفتینا
جمع تھے۔ اور در و محاف سیاہ بادہ بیٹے، جانے کو کچھوں سے آدا نہ کر رہا تھا۔ اور
انھیں ایسے انھوں سے نر کرنا تھا۔ اسی وقت آقے وقت کی تصویر بنا رہا لاغ،
تو دلہہ نو، عجمہ، بہریت، کوکھڑا، اکرسیا سے، اس کے طرف دھیان پھرتا رہا۔ کچھ کے
سائل ہوگا، خواہے موتوں پر ذرت کے لئے آجا مکتے ہیں۔

جب شہر کے راستہ پہنچے اور جعفرتہ خیمہ گری اور غافغاف کے درختان پر
 نئی زندگی کے خیر مقدم کا گانہ گا سکیں تو انھوں نے جنازہ کے پاس اگر اپنے غصے کی ساری
 خفا تہمتی اور دہریہ دہلی کو غفلتوں سے جھک کر کہا: "ساری دنیا کی دخترانِ مہم اور
 راہِ سولہ کی گاہ و راہبان بھی اس سولوں عورت کو جہنم سے پیش کیا سکتیں۔ وہ بیوہ بھی دغا
 نہارا بھی، حسرت (غصن) بھی۔۔۔۔۔"

کئی آدمیوں نے دہڑا دوسرے پبلک کمراس کا پھوپھو اور دھکے دے رہے تھے
جہاں تک کیڑے ملتے ہیں۔ اس وقت رومانیت کے کراسے اس نر سے نکلا اور اسے پھوپھو
نے مار کر پھاڑ دیا۔ کیا تمہارا نام کاڈس آف ناسے؟ ہاں تو وہی ہے۔ تمہاری
صورت یاد آگئی، ایک ماکہ بہت تندرست ہے۔ مجھے یہ کچھ معلوم ہے۔ ذرا دھڑک رہے۔
ہائین نے مجھ سے کہا کہ اُن کی بات پر تندرست نہیں تھی۔ اسے زندگی جیسا کہ انیسویں صدی کے
اس ادعا دار کے کچھ عجیب عجیب کلام ہے کہ کتابت میں لکھتے تو تمہارے اندک کا آتش تھا
جیسا کہ وہ جانتا تھا اور اگر کہتی رہتی تھی جیسا کہ تھی۔ اس کی زندگی کی یہ
سب سے مری تھا تھی کہ تمہارے سامنے تھیک کفر کی خواہش رہی۔ مرنے مرنے



سے پہلوی اس کا جواب بادشاہ کو دل گیا۔

ایک شخص ہندوستان سے خلیفہ کے واسطے ایک طوطا لکر چلا جو سورہ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ لڑا اس نے وہ طوطا مر گیا۔ اس کو سخت رنج ہوا۔ اتنے میں طوطہ کا غامزہ اگر وہ طلب کیا۔ وہ شخص بوجھ اور کہنے لگا کہ تو رات کو مر گیا۔ غامزہ نے کہا مجھے معلوم ہے لا مارا ہوا طوطا ہی دیکھے۔ اور رات کیا تھے خلیفہ کے اقامت کے اقامت کے قریب تھی اس کا بیان نہ بنا۔ غامزہ نے واپس موٹنا کہے کہ کھڑکھڑا کر کہا کہ یہ لو کہانیوں پر نہیں کے خلیفہ کے ہیں تو رنج زندہ نہ ہو چلا تھا اس کی کو خلیفہ کو رسالہ ملا۔ صاحب نے جواب دیا کہ اس کی مراد بہت سارے فقہا بھی تھے۔ ان کی بیانی نے کہا۔ گھر بڑا میں چھوڑ

ماہ کو رہا ہوا خدا کی اور میں جن سے۔ انھوں نے کہا کہ خلیفہ وقت تک کو اس گھر سے کے جسے کی خانہ بھری اور کوئی بھلا کا سے کہتا ہے۔ خلیفہ نے اپنے اور بھی کو دے رکھا تھا اور گھر انھیں لیا مانے چاہتا اور بھی نے تہذیب کو مار کر گھر میں لیا عرب نے فرما کر کہ میں نے وہ نہیں کی۔ مگر صاحب دس پلے لگے تو ان اور ان کے ساتھیوں کو بارگاہ خلاف سے نعت اور غامزہ دیا گیا اس فقیر کو بھی نعت ملا اور وہی گھوڑا اس طوطا سازان کے دیا گیا۔ خلیفہ نے خود اپنی زبان سے فرمایا انا گھوڑے نو۔ خلیفہ کو تنبیہ اس کے لینے کی جڑ تھیں ہوئی لیکن اس کے کہی اوتنے خدمت گارے اس میں لیا یہ کہ خلیفہ کے حواس غائب ہو گئے اور خلیفہ کی کلمات کا قائل ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک سو اگر فقہا اس کا اس کے ساتھ ملائی سنان تھا۔ چنگی داہوں نے عمل و طلب کیا مگر اس نے کہا کہ یہ پاس وہ چیر نہیں میں جن کا تم معمول طلب کرتے ہو۔ اس پر وہاں ہوں نے تمام چیزوں کا نشانیاں اور ہر شے کی صورت و شکل بیان کی اس پر وہی و انکاری رہا۔ اس خلیفہ کو مطلع کیا گیا اور بارگاہ خلاف کی جڑ کے موجب وہ صاحب کا کرتے اپنے ملاں ترک غلام کو خال وجہ سے قل کر کے مندر کے کاسے نہیں دیا ہے۔ یہ سسکر و حیران ہو گیا کہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ تھی ان اصل بیان کرتے ہیں اور اسی میں طرح خلیفہ نے خبر چھوڑ رکھے تھے جو جزئیات تک کہ کسی خبر دیتے تھے چنانچہ ایک شخص نے معمولی طور پر چند آدھ کی دولت لکھو اور آٹھ آٹھ مہانوں سے بیٹے اس نے اپنے ہاتھ دھوئے باہر سے اس کی چشم پوشائی کی۔

اس صراحت سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خبر رسائی کا کیا انتظام اور کس قدر وسیع تھا۔ دیگر اسلامی مملکتوں میں بھی اس کا انتظام تھا

کیا گیا تھا۔ خبر رسائی کے جو مختلف ذرائع اختیار کئے گئے تھے ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ سر نہ وہ کوخون میں کر کے بادشاہ کے پاس روانہ کیا جاتا کہ کسی عمر کی خلیفہ مطلع ہو جائے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ شہام بن عبدالملک نے جب شہر قسطنطنیہ میں ایک عمارت مرقوم نام تعمیر کیا تو اس کو یہ خواہش ہوئی کہ ایک روز اس طرح غلوٹ میں بسر ہو کر کوئی عمر کی بات نہ ہی جائے مگر وہ پیر نہ ہونے پائی اور ایک زندہ جو کسی لغو سے خون اوپر کے عمر کی خبر نہ لے کر کوئی عمارت بنایا۔ اس کو دیکھ کر شہام نے کہا انھوں ہم کو ایک دن صبح بے ٹکری کا نہیں ملنا۔

یہی عباس کے زمانہ میں بھی سلطنت کی وسعت کے دخل خبر رسائی کا بھی وسیع انتظام کرنا لازمی تھا چنانچہ اس کا معمول انتظام تھا۔ اس جیسے عروج کے زمانے کے قلعہ تعمیر زوال کے زمانے کے بعض واقعات تحریر کرتے ہیں جس سے اس امر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عروج کے زمانہ میں اس کا کیا مجھے انتظام نہ ہو گا۔

خلیفہ الانصار لدین دہر دکن ۱۲۲۵ھ میں اس امر کا خاص انتظام کیا تھا اور یہی وہ خلیفہ طبرس کو حالات سے مطلع کیا کرتا تھا۔ خلیفہ کے انتظام اور اس کی خاص دیکھی کا قیود تھا اور دور دور کے واقعات کا بالکل صحیح مشہور ہوتا تھا جسے خلیفہ کے اہل خبر رسائی کے باعث اکثر گوشہ ہندہ لوگ خلیفہ کو صاحب دل اور روشن ضمیر تصور کرنے لگتے تھے۔

یعنی واقعات سے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں واقعات کے کا اگر اداری کی بخوبی مرادست ہو سکتا ہے۔

خازنہ شاہ کا اپنی اپنے بادشاہ کا مخفی خاسر بہرہ رکھتا رہا۔ باہر نے اس کو دیکھتے ہی کہنا دیکھے اس خط کے مصنف کی اطلاع ہے تم ہا میں بے جاؤ اس کا جواب پہنچ جانے لگا۔ چنانچہ اصل انجی کے دایہ پیچ

اسلامی نظم و نسق میں خبر رسائی کی جو اہمیت تھی اس کے مد نظر اس وقت اس کا ایک نمونہ خاکہ پیش کیا جاتا ہے موجودہ زمانے میں حکومت ملک اور اہل ملک کے حالات اور خیالات سے واقفیت رکھنے کے لئے جو کام ہی آئی ڈی کا سرپرستہ انتظام دیتا ہے وہ دراصل قدیم وقائع نگاری اور سورج نویسی کی دوسری شکل ہے۔

اسلام میں وقائع نگاری کی ابتدا کاغذ اسلام ہی سے پائی جاتی ہے جس وقت آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے فارحہ میں تشریف لائے تو اس وقت علیہ انھیں ابوہریرہؓ کو اس امر پر تعین کیا گیا تھا کہ وہ تمام دن مکہ میں رہیں اور رات کے وقت غار کے پاس کڑھیں کے حالات سے مطلع کیا کریں۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور جنگ بدر میں دشمنوں کے ساتھ حضرت عباسؓ آپ کے غم مختصر بھی قیود نہیں آگے تھے تو انہیں رسائی کے بعد چلے دیا گیا تھا کہ وہ علی حاکم میں قیام کریں اور قرآن سے حالات سے مطلع کیا کریں۔

آنحضرت صلوات اللہ علیہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس کی جانب خاص توجہ کی گئی اور خبر رسائی کے سلسلہ کو ترقی دیا گیا۔ آپ نے ہر فتح کے ساتھ چہرہ نویس لگا رکھے تھے جس کے باعث فتح کی معمولی سے معمولی بات بھی آپ سے پرشیدہ نہیں رہتی تھی آپ نے اس کا انتظام اس قدر باقاعدہ اور منظم فرمایا تھا کہ اگر ایک دن وہ چاہے کے بعد جیسے طلوع اس کی اطلاع ہو جاتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ عمرو ممدی کہتے ہیں اپنے اسکریشان میں گستاخانہ لکھ کر آیا۔ حضرت عمرؓ کو فوراً اس کی خبر ہو گئی اور اس وقت انھوں نے عمرو ممدی کرب کو خبر کے ذریعہ بتا دی چنانچہ ان کو پھر بھی ایسی جرأت نہیں ہوئی۔

مخلفانے راشدین کے بعد جہت نبی میں اس کے متعلق مزید اہتمام کیا گیا اور نہایت باقاعدہ نظام

طوائف کے خوف سے اس کو
نظر انداز کیا جاتا ہے۔ صرف
مذہب حکومت کے انتظامات
کے تعلق مراحت کی مافی ہے
مذہب حکومت کی انتظامیہ
سے ماہانہ اس کا وجود اچھا ہے
اس کی مختلف صورتیں تھیں
مثلاً ایک کے زمانے میں دھڑکی
ایک اور سے میں بھی استغاث
ہوئی تھی یعنی خود پٹاشا کے روزانہ
حالات اور روزانہ کا مرتب
کرنا اور خود کو یہی کھانا تھا
کے لئے روز دو تھیں مقرر ہوتے
تھے جو ایک دھڑکی کو لکھا کرتے
جن امر کو یہ ضبط تحریر میں لاتے
دیتے تھے بادشاہ کے احکام جاری
اور کارپردازان سلطنت کی عرض
میں بادشاہ کا اکل و شرب
خواب و بیداری نشست و برخاست
حرم میں وقت گزاری کی ریت
رواق اخروزی دربار عام و خاص
کیفیت شکار و گریح و قیام و غذا
ساعت کتب، خیالات و انعام
ریاست روزانہ و ماہانہ عطا
تھیں و دیگر خبر و غرض خارج کی
وہشی مبارکہ و بیخ و بیل پیش
ار سالہ فائدہ فراہم، سوا تھیں کا
پیش ہوتا اور جوابات، طوائف
خصت، ملاحظہ، انوائف و
جنگ و صلح و دیکھا برکی
موت کی اطلاع، حال و رو
کی لڑائی، کیفیت منظمی ارباب
سستاری، معاقبات، روزگار
در بار عام، شادی، پیدائش
جوگان بازی، گھر، گھر، غلغلی
گھوڑ و غیرہ اس کے سوا حادث
ارفعی و سادہ و غیرہ و غیرہ
ہیں کہری سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس خدمت کی ابتدا
ای زمانے میں ہو چکی اور جو مذہب
کام کے متعلق تھے اس کے

دوروزانہ حاضر ہوتے اور اپنی معروضہ خدمت کو بجالاتے تھے۔ جب یا تھا کھدے جاتے تو ایک
افر کے توسط سے ان کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا جاتا اور تین عمل میں آتی تھیں اس امر کی تھیں
ہوتی اور دیگر ملازمین برعوض و حیدر کی ہر میں ہوتی تھیں۔ اس کی تعلیم بھی کی جاتی اور اس پر دھڑکیوں
برعوض داروہ کی ہر میں ہوتی تھیں۔ اس کے بعد اس پر جان دولت کی ہر میں بھی ہوتی تھیں جس کا مقصد
یہ تھا کہ واقعتاً جو ہے اور ضرورت کے وقت کسی قسم کی کمی و بیشی نہ ہونے پائے۔ اس لئے کہ تھیں کو تعلیقہ

غزل از علامہ ضیاء جنگ بہار ضیا

احساں خواب دیدہ راحت پسند کن
چشم اگر پیالہ بہشتاں زند چہ سود
چوں ناک سر بریدم اجا برابر است
دل را بر غزالہ آزاد کردہ است
عمریت دل زل تو آتش گرفتہ است
چوں مہر پر سجدہ شکر تو دادہ ام
زخم جگر کہ بستہ دہان است خوب نیست
یا قوت لخت دل بگر شک پیش نیست
مضمون نہاں زندا دیدن نمی شود
گر تیرہ شد زمانہ بہ اہل سخن چہ باک

چیداست گردن گہر ختہ بند کن
کہ جرعہ یکام دل درد مست کن
از ہم جدا چون شکم بند بند کن
طوقش بہ گردن از ہم شکست کن
در مان اختلاج زلزلین وقت کن
نام مرا بر صبر گیتی لبند کن
ابن پستہ را نکت لب بپوش خند کن
در خاطر اچھ خوش بہ ناید پسند کن
در مجرای قراضہ بجائے پسند کن
روشن چرخ بزم کمال فخر کن

تا کہ ضیا ز دست نظری فغاں کنی
معنی لبند آورو دعوے لبند کن (لہ ایزہ زرد)

کھنے والے کو تعلیقہ نہیں کیا کرتے تھے
اکبر کے بعد جو کام دھڑکیوں سے وابستہ تھا اس کی مراحت صنعت مراہمچی نے تفصیل سے
کی ہے۔ اس سے منہم نہ تھے کہ ہر فوج میں دھڑکیوں کا ہونا بھی فوج کی خدمت ملا کرتی اور
کسی عہدہ شخص بھی نہ ہوتا تھا یعنی ہر گز جات پر اس کا اس بھی رہا کرتا تھا جو وہاں لگا لگا کرتا اس کا کام تھا کہ ہر

تا قلم کے تحت حالات دیے اور خود جات کے
عدالتی فیصلوں کو نوال کے حالات
سے مطلع کیا کرتے۔ اس کے علاوہ
ضبطی و دیگر شعبہ۔ فوجی و فرائض
ذیر عارضی و غیرہ لکھ کر اس پر ہر
کر کے دیوان موبہ کو روانہ کر کے
دہان سے داروغہ ڈاک کے ذریعہ
بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیا
جاتا تھا۔

دوسری خدمت سوانح
نویس کی تھی۔ دھڑکیوں کی جاری اور
سوانح نویسی پر یہ تھی کہ
دھڑکیوں کی اطلاع کو توسط
کے ساتھ ملایا جاتی تھی اور
سوانح نویس کی اطلاع راست
بادشاہ کو ملائی تو سوا کے خیر
طوری دی جاتی تھی۔
دھڑکیوں کی طرح سوانح
نویس بھی موبہ طاعت اور برگز
جات و غیرہ میں ہوتا تھا اور
ضبطی طور پر جاتا لکھا کرتا۔ ان
اجازتوں کو بادشاہ کی خدمت
میں داروغہ ڈاک پیش کرنا تھا
ان دونوں خدمتوں کے متعلق
ایک اہل خدمت ہر کارور کی
تھی تھی جو ان اجازتوں کو پہنچایا
کرتے تھے۔ ان تینوں کو اجازت
کہا جاتا تھا۔

شاہی کاتب کے جو کہ
ہوتے تھے ان میں اس خدمت
کے ذمہ دار کی گزرتی بھی شامل
ہوتی تھی کاتب کا ترجمہ ہوتا
تھا داروغہ ڈاک کے اختلاط
کی گزرتی کر کے اور خط لکھنے
والے تھے خبر بہار کا شخص
مقرر کر کے، نامہ بر کو تو
کے رہنے کے مقامات سے
واقف رہے اور ان کی گزرتی
کر کے۔ ڈاک کے ہر کارور اور
گھوڑوں کی گزرتی بھی اس کے
زمن میں شامل ہوتی تھی۔

مذہب سلطنت کے زوال کے وقت
اخبارات کی جہالت اور کیفیت
مختصہ ... ۵۰ ... اندر میں کا کافی
کیشن کی رپورٹ سے واضح ہو
ہے اس کا خلاصہ پیش کیا جاوے
تا بعد کے اخبارات میں ضرورتاً
کے لحاظ سے دو قسم کی تبدیلی لکھا
دینی ہے پہلی یہ کہ ان میں اخبارات
دربار اور ملک تیس یا پندرہ شاہ
کی طرح دربار کی کوئی قسمی تالیف ہو
یا بڑی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ
جہالت ہی طویل اور مختصہ واقعہ
پر مشتمل ہوتے ہیں یا بھاری کول
میں ہوں گے کہ ان میں سارے کی
طرح باطل غلط نہیں ہونا۔ بلکہ
ان میں اخباری رپورٹوں کی کمی مہیا
ہو جائے۔ ان میں دوسری تبدیلی
یہ ہوگی کہ کچھ روز کی پائیدر
روز کی طرح ہر ایک کی اخبار
میں لکھی گئیں۔ ان اخبارات
کے نام میں بھی تبدیلی ہوگی اور
یہ اخبارات دربار ملی کے نام سے
موسم نہیں ہیں بلکہ ان کا نام
اخبار - سوانح - پرچہ - اخبار
یا حوالہ نازہ ہے۔
دربار شاہ کا روزنامہ اخبار
دربار ملی کے نام سے موسوم تھا
ان اخبارات کے لکھنے والے نالک
یا مویہ داروں کے مقرر کردہ نمائندے
ہوتے تھے۔

عام طور پر ان اخبارات میں شاہی
دربار کی روزانہ خبریں ایک
جھوٹے کاغذ پر لکھی جاتی تھیں
ان میں دربار کے اقتصاد اور جہالت
کا ایک وقت گھنٹے اور منٹ
تک بتا دے گئے ہیں۔ علاوہ ان
بار بابت شہداء خاص کے نام و ماور
نہ دے۔ جدید اعلیٰ تقررات
نزقات - خلیفین - بخت مویہ
حالت کی مرسلہ میں ان جگہ کی خبریں

شاہی حکام سفر خانان اور بہت سے
کے مومن تھے۔ ان اخبارات سے اس زمانہ کی زندگی کی مٹی تصویر دکھائی دیتی ہے
خبریں کا ورنگ زیب نے خاموشی اختیار کی اور دوسرے موقع پر جب کہ شہزادوں کی زیادتیوں اور مظالم کی انتہائی
اور خواندہ شاہی بھی ان نقصانات کی کافی نہ کر سکا اور ایک مویہ کے حلقہ دیر سے بھی اطلاع دی تو بادشاہ نے
اس کو خاموشی سے بڑھا اور اپنی پاکی میں رکھ لیا۔ اور کچھ عرصہ میں جبکہ دشمنان کے ہمارے وقت سر پہ سہ سالار

غزل

از مولوی محمد عبداللہ خان صاحب کابل

لب لعل تو جنبش ز سر ناز آمد
ہر کجائی مگر میفت نہ محشر خیزد
آنکہ سیلاب کند نشہ لبان راز نظر
لب نوشیکہ جہانیت در افرا آمد
لوفی بنہرہ گل چوں فروز گرد
درہ عشق بدایت بہ نہایت بیکو
نصرت و فتح مبارک شہ غماں باد
از رزیدنی اشارت بسو فتح ہمار

کاملاً از رہ انصاف بھی می گوئیم
کیف مستی بہ نواز باد شیراز آمد

قلعہ سے شہر اطلس کی درختاں پر پیش کی تو اور رنگ زیب نے نہایت غصہ سے اس کو جھڑک دیا
اس قبیل سے اس زمانے کے اخبارات کی مفاہمت ہو جاتی ہے یہ مذہب سلطنت کے زوال پر
سلطنت کا تم ہو ہی ان میں بھی تمام کجائی اور سوانح مویہ کا جہدہ تمام تھا۔ اسی کے ساتھ ایک اور ایسا
واقعہ مگر مصلحتی نظر کرنا تھا جو دارالسلطنت دہلی میں راکھا اور وہ ان کے حالات سے مطلع کیا کرتا تھا۔ یہی
دربار ملی کے حالات کی اطلاع دیا کرتا۔

دیگر سلطنت کی طرح
سلطنت امینیہ میں بھی وفاق
مکاری کا جہدہ تمام تھا۔ یہ گنہ
جہالت وغیرہ جو واقعہ بھار
مقرر کے جاتے تھے ان کے تقرر
کے حکم میں ان کے مخالفین کی
تشریح کردی جاتی تھی اور
نیا جانا تھا۔ اہل حالہ
حقیقت تحصیل مالکداری انصاف
مقدرات وغیرہ کی اطلاع
ماہوار دیا کرتے۔ حال کی کوئی
بات دے دے۔ غلبہ
و نصرت کی پوشیدہ تر کے
اہواں جہان طرفداری وجہ
داری وغیرہ جو حال کی جانب
سے رونما ہوں ان کو روز
سہ وقت کر کے ماہوار اس
کی اطلاع رات بادشاہ
کو دیا کرتے۔

ان امور کی پابندی
کے لئے وقت تقرر ہو جاتا تھا
لیا جاتا تھا۔ اس جگہ کے
بعد جو کچھ انصاف نامہ ہوتا تھا
ان کو تقرر کے حکام عطا
جاتے تھے۔
جیسا کہ بیان کر لیا ہے
دربار خلیفہ (دہلی) کے
حالات اخبار دربار علی
کے نام سے آکر لکھتے تھے
واقعہ بھاری کا
یہ ایک مختصر خاکہ ہے
آئندہ بھی اس کے متعلق
مفصل طور پر لکھنے کی کوشش
کی جائے گی۔
(ختم شد)



حکم کی نہ رصاف صاف اور ہدایات کی درجہ واضح ہیں کہ مرد و خردن کو دیکھیں نہ عورتیں مردوں کو ایک دوسرے کا پس ماننا چاہئے تو انھیں بند یا بچ کر لیں۔ یہی مکتبہ دو سچ علیحدہ ہے جو جذبات نفسی کے مابین حال ہو کر محفلت کی ضمانت بن گئی ہے کیا آپ کو اپنے مالک و خالق کا یہ انتظام بند نہیں ہے کیا آپ میں آپ انھیں دیکھا دیکھی کوئی ترس یا تکرر کرنا چاہتے ہیں؟ عجب یہ کیا غضب ہے کہ مسلمان عورتیں بے شکیلے سبیلوں اور مجامع میں چلی جائیں؟ حکم نصار تصحیح "نصفرض" کی مرتبی خلاف ورزی ہو۔

مرد اپنی مساحت یا اجازت سے ان کے صمیم و شریک جرم ہوں۔ شہر پر آدھی آدمی کا شاعر "بجز ایک دوسرے کے دید کے وہاں دیکھی ہی کیا کچھ ہے؟ تاویل کے لئے بہت سبیلوں مابین آئے مردوں پر ہاتھ رکھ کر کوئی کہے تو خدا لکھی اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟

جیرا بن عبد اللہ ابھی سے حضور صلیم سے اجاکا کسی ضرورت پر نظر پر جانے کی نسبت مرد و عورت کا امتداد ہوا کہ اسے موقع پر نظر کو پھر بنا جائے (راحمہ وسلم و غیر) زمانہ ضرورت پر نظر پناہ کا ہے، نظر صافی کی اس پر یہ شدت اور یہ قید و بند ہے۔ اس کے سامنے زمانہ حال کو لائے۔ ہماری نظروں کو اس صحابی رضی اللہ عنہ کی نظر کے مقابل میں نظر کی کسے اندازہ فرما لیجئے در خورن اور مردوں کی نظروں کی نسبت (اس زمانہ میں کیا حکم صادر ہونا چاہیے؟

ایک مرتبہ اس مسئلہ کو بن و مرد و عورتوں نے ہدایت فرمائی۔ خبردار استوں پر بیٹھنے سے بچ کر خاتم نے وہ حق کیا کہ مرد و عورتوں کے محتاط سے ایسا بیٹھنا ناگزیر ہے۔ ارتداد جو اب تم پر راہ (بازاروں میں بیٹھنا ہی جانتے ہو تو راستہ کا حق ادا کر دو حق کیا گیا راستہ کا حق کیلئے تو فرمایا۔ نظر کا بند کرنا امر بالمعروف و غیرہ (بخاری)

ابو الیمین سعید ناظمی رضی اللہ عنہ سے مرد و عورتوں نے ارتداد فرمایا۔ پہلی نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرنا تکرر بلکہ نظر پر جو آج ایک اور بے اختیار ہوتی ہے (وہ تو تمہارے لئے رصاف) ہے مگر دوسری تمہارے لئے صاف نہیں (ابو داؤد و ترمذی) اللہ اللہ! کوئی ہے؟ جو اس مصدر دلائل کی عبارت نظر سے ہماری کا دوسرے کر کے ہے کوئی؟ جو اس امام الشافعی کا دوسرے سے راہی کام بھر کے۔ جب اس سب کا راستہ پناہ کو



انسان اور حیوان میں جو امور مابہ الامتزاز ہیں ان کے تجلوا ایک "شرم و غیرت" بھی ہے، جس کا انسانی تمدن پر بہت احسان رہا ہے۔ ادبی جذبات کے اعتدالی کی شکل و شکل بھی ہے۔

دنیا میں اسباب کا نتائج کے ساتھ ایک غیر متفقہ مکتبہ ہے، جسے نتائج سے بیزا ہوا اسے اسباب سے کوسوں دور ہونا چاہیے۔ اسی لئے اسلام نے بھائی شہوات، و فوار امیال و لذات، اور ذرائع آفراتہ جذبات سے اپنے خورن و نہ خورن و بکر نہ ہونے کی ہدایت دی ہے۔ اس کے اسی اعتدالی انضامات میں سے ایک پردہ سنو بھی ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ امیال و جذبات کے قورس کے متنازعہ کو جس قدر رنگ رکھا جائے، جس قدر بیش اور روک اس پر ہوگی وہی اس قدر بلند آئے گا بھی۔ پھر کسی روک کی مناسبت سے اسکی قوت بھی دوبا ہوا کرے گی۔

اور جو اس کے خلاف ہوگا وہ مرل قوت ہوگا۔ اسلامی پردہ کی اہمیت اسی علت و مصلحت پر مبنی ہے۔ ان بندشوں کو دھیسلا کرنے میں لذت کی ذروانی و لطف اندوزی ضرور مضمر ہے مگر جس خوراز سے ایک مدت مدید تک انتظام استغاثہ پر سکنا ہو اس کا اسراف بہت علیل و جہ میں حرمان نصیب لذت کرنے کے علاوہ، مضر قوال و ناسل ہو کر خانہ برائے اندازہ نہ ہو جائے۔ میں عالم انسانیت پر اس کا جائز ہونے والا ہے اسی کی روک تھام بارگاہ اسلام کے پیش نظر رہتی آئی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے اپنی تعلیمات میں اس کا ایک واضح باب رکھا ہے۔ ارتداد ہے عمل بالمعروف و غیرہ

میں انصاف و عفو و رحیم و پاک از کی ہم "مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھیں (ناحوم عورتوں سے) بند رکھیں (اور اپنی شرمگاہوں (صحت) کی حفاظت کریں کہ یہ ان کے لئے بہت بایزگی کا موجب ہے۔" یہ آپ کا خیال یا میری رائے، کسی حکیم کا فلسفہ یا دانشمند کا مشورہ نہیں بلکہ حضرت آفریدگار کا ایک مبنی بر مصلحت حکم ہے۔ (ادکی رحیل جلازم و مقرر) کہ ہمارے نفع و نقصان کا صحیح اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو اس حکم مطاع کا ارتداد و ناسات بنیاد ہے کہ ناحوم عورتیں جب ہمارے سامنے آجائیں تو ہم انھیں بند یا بچی کر لیں، یعنی ان غیر عورتوں پر نظر نہ ڈالیں، ان کو گھر نہ لایا دیکھنا، ان کی دیکھنے سے لذت گزرنے کے جمال جہاں آواز سے لطف اندوز، اور لذت دہن سے محفوظ ہونا، ان سب کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ آپ کا قانون اور ضابطہ ادبیہ آپ کا دستور و محوۃ الہی قاعدہ حیات ہے۔

کیا اس کا مقابلہ دوسری قوموں کے طریق زندگی و طرز معاشرت سے فرمائیں گے؟ جہاں یہ جملہ لطف اندوز ہیں جائز اور ان کی صحابی زندگی میں رائج لکھان کی سوسائٹی کے لوازمات بنی ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ ایک کے چوکے دیں گے؟ اپنے خدایاں کے کیا اقرار کے؟ طرز و طریقہ اسلام داؤن کا محبوب خاطر ہے یا غیر مسلموں کا؟ کل رہنا خیر مسلمانوں کے ساتھ کرنا منظور ہے یا غیروں کے ساتھ؟ کیا آپ انھیں اقرار کے دم و رواج، طرز و طرزوں کا اپنے الہی ضابطہ اور منزل میں امتثال فرمائیں گے؟ کیا آپ کی دینی محبت، قوی قوت اس کو گوارا کرے گی؟ آیت قرآن کی، حکم خدا کا، اور مضمون بھی بہت صاف ہے۔ پھر کیا کسی تاویل کی گنجائش، گفت و شنید کا موقع اس میں ہو سکتا ہے؟

ان افراد اسی کے پہلے پہل کو دیکھ کر دیکھیں۔ وقل لہم ان تصنعن فی البصر ان تصنعن فی البصر ولا یبدین من یتجنن لہم۔ وہ حکم مردوں کے لئے تھا تو عورتوں کو اسلئے ہے کہ وہ بھی غیر مردوں کو نہ دیکھیں، اپنی صحت کی حفاظت کریں اپنی زیب و زینت، آرائش، بناؤ نگار کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔

فرمایا جا رہا ہے، جن کی بیماری ماں بہنیں، بہنیاں خاک پا بھی ہو جائیں تو عورت و شرف کے انتہائی درجے نصیب ہو جائیں۔

پھر کون؟ جو اپنی عورتوں کی نظر کو مقابلہ میں لا کر کوئی امتیازی درجہ انھیں دے سکے؟ ہے کوئی جو اس علمی تعلیم کے خلاف کوئی تاویل و تفسیر کر سکے؟ تعلیم ہر بت کی اس شدت اور ہمارے پردہ کی موجودہ حالت کو پیش نظر کر کے خود ہی تصدیق فرمائیے کہ قرآن و حدیث کتاب و سنت کی ان علمی مثالوں اور پاک نمونوں کے خلاف ہم پر کون سی کیلئے طے ہیں؟

حدیث میں ارشاد ہوا ہے المراءۃ دھورۃ درمئی عنین کا تمام جسم عورت ہے نہت میں اور مرد کے جسم میں اسرار الی الہ الرکتہ (ناف سے گھٹن تک) کو کہتے ہیں جس کا چھپانا فرض ہے۔ جو عورت کو تانوسے تانوسے تک فحش سے پوشیدہ رہنے کا حکم ہے اس واسطے مجازاً عورت کا نام ہی عورت ہو گیا۔

مرد میں مذکور ہے ان جیسے بدن المراءۃ عورت حتی الوجہ والکف مطلقاً یعنی عورت کا تمام بدن حتیٰ کہ چہرہ اور کف دست

بھی پوشیدہ ہونی ہے۔ امام مالک و شافعی کے ہاں عورت کے ہاں عورت ہے بدن المراءۃ جمیدہ عورت (خفاف) یعنی عورت کا تمام بدن واجب السرا و پوشیدہ ہونی ہے۔ حنبلی مذہب میں عورت کو چہرہ اور دونوں

ہاتھوں کا چھپانا لازم ہے۔ وہاں اسی الفاظ الوجہ والکف خارج العلویۃ یا عیناً بالنظر کہ بقیت بدتھا بحیث المراءۃ عورت (کشف الغطاء)

عند الاخاف اگر خجستہ کا خوف ہو، یا نہایت و دم شہادت دونوں حالتیں

ہوں یا عین کوئی منہل اس مرد کی نگاہ کے بہنیں نہ کیا جا سکتا جو تو اسے مرد کا کسی عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا ممنوع ہے (رد المختار کتاب الخط و الاحواج) البتہ علماء کرام نے یہ طے فرمایا ہے کہ عورت سے عورت کے چہرہ اور کف دست کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(جیسے حکم کا منہ دیکھنا وہاں اس صورت پر پردہ کے علاوہ صوت پر پردہ کا حکم بھی آیا ہے۔ صورت المراءۃ عورت علی الراجح۔ عورت کی آواز علی الاغلب پوشیدہ ہی ہے (رد المختار)

مذہب خاص کتاب الخط و الاحواج الا با حقہ امام احمد حنبل کے ہاں عورت کی آواز سے لذت لینا اگرچہ وہ قرأت قرآن ہی کو نہ ہو حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں مذہب میں مرد کا عورت کو بلا ضرورت دیکھنا جائز نہیں۔

اسی رد المختار میں مذکور ہے لایقین المراءۃ العاصی ان تنظر الیہا المراءۃ انفاہ۔ ایک خریف بی بی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بیکار عورت کے سامنے جو۔ یعنی خریف بی بیوں پر بازاری عورتوں سے بھی پردہ لازم ہے۔ کسی کی علت اور وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے ”لا نہا تعصمنا عند الرجال“ کیونکہ وہ ان شریف

دہار رسات بنامہ سے اس طرح خطاب ہو رہا ہے تو کون ہے وہ جو کسی غیر عورت پر نظر دے اس کی اپنی نظر کی پائی کو محبت بنائے؟ کس کا مونہ ہے جو اس کو اپنے واسطے جائز کرے؟

حدیث نبوی اعلان فرمائی ہے۔ زنا و امین انظر اخک کا زنا غیر عورت کو دیکھنا، کافران کائنات، زبان کا بات کرنا، ہاتھ کا پکڑنا یا ہاتھ کا چھنا ہے و طیب و راحہ بخانہ الورد و کون ایک استی بر ان الفاظ کا کس قدر اثر چرنا چاہئے؟ کوئی ان امور میں مبتلا ہو کس منہ سے کس زبان پر خود کو سنتے یا بولنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ اس راہنما نصرت بشریہ (معلم) کی اس حکمت نوازی کا کیا آپ خود کو کی اندازہ نہیں فرما سکتے؟

صورت فرماتا۔ نظر امین کے تیروں میں سے ایک نہر میں چھا ہوا تیر ہے (طبری) کون ہے؟ جو اس کے خلاف زبان لا سکے؟ دم مارنے کی جرأت کر سکے؟

ایک دن عبد اللہ ابن ام مکتوم ایک نابینا صحابی مرد و دولت پر حاضر ہوئے دولت مرائے بڑی

میں مسلمانوں کی دو ماہیں اس نے ان کو روک دیا کہ نہ تشریف فرما تھیں۔ حضور نے ان دونوں

کو پردہ کرنے کے لئے انتظار فرمایا۔ ام المؤمنین ام سلمہ اس کی

زنا ہی میں کہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو اندھے

ہیں ہم کو دیکھ سکتے ہیں، ارشاد ہوا کیا تم دونوں بھی اندھے

ہو جو ان کو دیکھ نہیں سکتے؟ یہ دونوں جس طرح ہمارے ہیں

ہیں کسی طرح ان ناہیت صحابی کی بھی ماہیں تھیں۔ بیان

ہر نے کا رشتہ کس نے قائم کیا؟ خود خداوند جل و علی

نے ”و ازواجہا ہم“ پھر یہ ماہیں میں پردہ کیا؟ عبد اللہ ایک فقیر ہیں جنہیں بعض اوقات عین میں سرکار (معلم) کی نظر حاضری میں نیابت کی قوت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ ادھر ان

دونوں اہمات المؤمنین کے تقدس و ولایت کا احصار و اختصار کن (الغافل اور کس طرح کیا جائے؟ خود خدا کے کریم نے اپنے نبی کریم کی ان گھوڑا دین کی شان میں و

بلیہ کم تعبیر فرمایا ہے۔ پھر ان ماہیوں کے اس امتیاز و اختصاص کے باوجود جن تفسیر نبوی کی اس حد کو کیا کہا جائے؟ احتیاط کے (اس درجہ اور صحت کے (اس طریقہ

سے کم اپنے واسطے کیا کیا نتائج اخذ کریں؟ اس کے موقع و محل کے اعتبار سے بھی صورت حال کی اہمیت اپنے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتی ہے کہ ان ماہیوں کے

درمیان شہنشاہ کن و مکان معلوم خود موجود ہیں۔ یہ ایم ام مکتوم تو نابینا ہی ہیں۔ ان کی نظر سے تعلق تو کی بخت ہو ہی نہیں

سکتی۔ جس نظر کو یہ پردہ ہونے کی اہمیت فرمائی گئی ہے وہ کسی مرد کی نہیں عورتوں کا ہے۔ ازواج مطہرات کی ہے، اہمات المؤمنین کی ہے۔ ان کی نظروں کو باہر

رباعیات

از بوی محمد علی لدین حسین علی لکبری ننگینی

ہر آئینہ میں عکس اسی کا دیکھا
کیونکہ نہ خودی ہو بخودی کے صحت

دیگر

خوگر ہوں میں احسان فراموشی کا
ہاں و امط کعبہ کی سید پوشی کا

ہوں یا عین کوئی منہل اس مرد کی نگاہ کے بہنیں نہ کیا جا سکتا جو تو اسے مرد کا کسی عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا ممنوع ہے (رد المختار کتاب الخط و الاحواج) البتہ علماء کرام نے یہ طے فرمایا ہے کہ عورت سے عورت کے چہرہ اور کف دست کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(جیسے حکم کا منہ دیکھنا وہاں اس صورت پر پردہ کے علاوہ صوت پر پردہ کا حکم بھی آیا ہے۔ صورت المراءۃ عورت علی الراجح۔ عورت کی آواز علی الاغلب پوشیدہ ہی ہے (رد المختار)

مذہب خاص کتاب الخط و الاحواج الا با حقہ امام احمد حنبل کے ہاں عورت کی آواز سے لذت لینا اگرچہ وہ قرأت قرآن ہی کو نہ ہو حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں مذہب میں مرد کا عورت کو بلا ضرورت دیکھنا جائز نہیں۔

اسی رد المختار میں مذکور ہے لایقین المراءۃ العاصی ان تنظر الیہا المراءۃ انفاہ۔ ایک خریف بی بی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بیکار عورت کے سامنے جو۔ یعنی خریف بی بیوں پر بازاری عورتوں سے بھی پردہ لازم ہے۔ کسی کی علت اور وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے ”لا نہا تعصمنا عند الرجال“ کیونکہ وہ ان شریف

نظام سیر کا انتظام

مولانا خواجہ حسن نظامی

آج کل دنیا میں اسلامی حکومتیں خدا کے فضل سے ترقی کر رہی ہیں۔ ترکی، ایران، مصر، عراق، افغانستان وغیرہ کی نسبت جو سب تر شاخ ہوئی ہیں ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی مذکورہ حکومتیں زندگی کے ہر حصہ میں ترقی کر رہی ہیں مگر ترکی اور ایران کی نسبت مسلمانان عالم کو تشویش ہے کہ یہ دونوں اسلام کی عظمت سے بے نیاز ہو جاتی ہیں۔ (افغانستان اللہ اسلامیت میں بہت زیادہ ترقی کر رہا ہے اور ترقیاتی کام بھی اس کے پیش نظر ہیں۔) تاجران اور ایران کے حالات میں کوئی بے ایمانی کی بات نہیں ہے تاہم وہ افغانستان کی طرح مضبوط اور آزاد بھی نہیں معلوم ہوتے۔

ان تمام ممالک پر اسلامی حکومت کی نظر ہے توجہ ہو تو ان سب کی مجموعی حالت خود ان کے لئے مفید ہے۔ اسلام ہوگی انسان سے کہ کوئی بھی اسی حکومت میں رہے جس سے یہ ترقی مسلمانوں کو کسی قسم کا مفاد حاصل ہو رہا ہو۔

یہ امتیاز ضرورت صرف نظام سرکار کا معاملہ ہے۔ اگرچہ وہ حکومت ایک ہی مملکت کے لئے ہے لیکن مفاد عامہ کے لحاظ سے اس کو پوری آزادی حاصل ہے یعنی وہ عربوں، ترکوں، افغانوں وغیرہ کو انراہم اور اسلامی صورت کے اوقات میں مالی مدد دیتی ہے اور ممالک غیر کے استحصال اور بیک مالیت نظام سرکار کے فائدہ مند ہوتے رہتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمان اور نظام سرکار کی رطایب اس اثر اور اقتدار کا اندازہ نہیں کر سکتی جو اپنے ملکوں میں حیدر آباد کا ہے۔ میں نے افغانستان کے سفر میں اس اثر کا اندازہ کیا تھا کہ بادشاہ سے نیکو ادنیٰ (کوچک) سب حیدر آبادی فامی (اور حیدر آباد کی عظمت و فائدہ رسانی کے معاد) و صرف تھے۔

یہ عمومی امتیاز نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اخلاقی اثر ہے جس سے مسلمان حکومتیں ہی خود نہیں بلکہ کسی غیر مسلم حکومت کو بھی مسلمانان عالم کے دونوں وقت حاصل نہیں ہے جو نظام سرکار اور

نبیوں کے حسن و جمال کے تذکرے فیروز سے کرے گی۔ یہ حرکت مسلمان شریف بیویوں سے بھی ممکن ہے کہ وہ غیر عورتوں کے حسن و جمال کی حکایت اپنے شوہر اور عزیزوں سے کریں جیسی داسٹے ان کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ غیر عورتوں کا ذکر اپنے مردوں کے سامنے نہ کریں۔ جو کہ یہ سلسلہ غیر مسلم حکومتیں پر سکتی ہیں اس داسٹے ان سے پردہ ہی کر کے حکم ہے۔ جس کا مقصد بھی وہی ظاہر ہوا ہے جس کو (فیصلع الذی فی قلبہ مرض) میں واضح فرمایا گیا ہے۔ چونکہ اوریت کی بانی کا انتہائی اہتمام ہے۔

اسی سلسلہ میں تصریح فرمائی گئی ہے کہ عین و خفت و محبوب و مہسوح سے بھی پردہ ضروری ہے۔ بخاری میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ایک خشت دردوت میں آیا جا کر آغا لوگ اس کو خبر دلی لائے یعنی (ناموس) شہر کا رکھتے تھے، ایک دن حضورؐ کو شریف لائے تو وہ ایک عورت کے (وصاف یہاں بیان کر رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کا آنا اور یہاں کے حالات سے بھی واقف نہ رہا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بالآخر اس کو ایک دن عمارج ہی فرمایا۔ (ماخوذ از نظام سرکار خازن وقادری و موضح و حقائق وغیرہ)

مسئلہ کی سب نزاکت کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ اور انصاف فرمایا جائے کہ غیر مرد و عورت کو ایک دوسرے کے نظریے بچنے پانے کا کیا شدید انتظام فرمایا گیا ہے۔ اس قانون فراموشی کی ہر ایک دفعہ کس قدر سخت اور کس درجہ فوری و درجن اور کس کن وجہ و توجہ کر رہی ہے؟ کیا ان تمام دفعات کا ابطال و تردید ہم اپنی رائے و خواہش سے کر سکیں گے؟ اگر یہ تغلید افکار ہم نے جب خواہش کو ہی راستہ اپنی زندگی و حیات کا بنیادی لیا تو کیا وہ اسلامی راستہ ہوگا؟

کیا کسی تابع قانون فرد یا جماعت کو دنیا کے کسی ملک میں اپنی فائدہ پر آزاد آزادی حاصل رہی ہے؟ دنیا کے قانون میں تو ہم یا غیر کرنے کے لئے پھر میں وضع قوانین ہی کے انعقاد کی ضرورت ہے اور صرف وہی جس اسی حروت کی مجاز ہے اس منقرضہ طریقہ کے موافق ہر تہذیب کو جس نے تہذیب اور مشکل اور کیا گیا ہے تو حسب اقداموں کے نمائے ہوئے اعلیٰ اور قابل تہذیب قانون کو اس کے چند اہم اقتضا (اندیشہ) پر اس کا ہوم کی ایک طرح حسب مرضی موزن کیا، آسان ہو لیا اور اپنے ساتھ اپنے چند اہم اقتضا (مذہب) بحالیوں کی ذہنیت کو بدل دینے کی ضمانت لینا کیا خیر لیا و الا آخرہ نہیں ہے؟

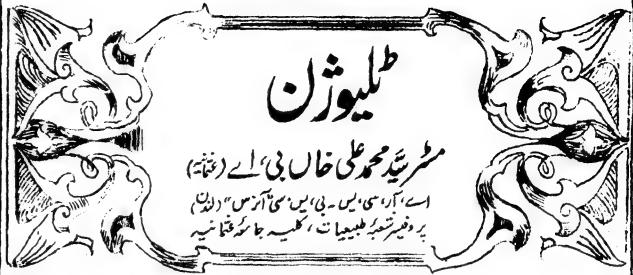
مسلمانو! وہ تمہاری موروثی فہم کہاں گئی؟ تمہارے اسلاف کس وضع و دستان کے تھے؟ کیا ان کا وہ خون اب تمہاری گلوں میں باقی نہیں رہا؟ اس شرم و حیا کے فائدہ کو تو نے پرپ کے کسی نایک ناس میں برباد کر دیا؟ جس حماقت و نادانی سے توجہ کر رہا ہے، اور ایمان بیکارتے ہوئے اسے دن نشی تجویز میں اس نسبت و ذلت اس بربادی اور تمدنی خرابی سے بچنے کی راہ ہے، کیا تمہاری فہم و عاقبت ان کی کسی غلطی (اور آدمی تعلیم میں تھوڑا ہے) وہ تو آج اسلامی شرم و حیا کی برکت اور غلط تمدن کی سخت کے معترف ہوتے جا رہے ہیں اور اپنی غلطی کے اس گڑھے میں لٹکنے کی کوشش و تجویز میں گئے ہوئے ہیں۔ مگر آپ کو اپنی غلطی و بصیرت (داد) دینے ہوئے اپنے خوف و عظمت کو اسی گڑھے میں گر کر تاش کرنے کی کوشش ہے۔ بریں عقل و دانش بیاد کر سیت۔

✽ اس کے فرائد کو حاصل ہے۔

اس امتیاز کا ایک سیاسی پہلو بھی قابل غور ہے کہ برٹش حکومت کو نظام سرکار کی دوستی و تلقین کی وجہ سے (امتیاز اور افریقہ) پر اور امریکہ میں بہت کچھ حقوق حاصل ہے اور اس میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے اگر نظام سرکار سے اس کے تعلقات میں خوشگوار ترقی کرے۔

اس میں مختصر فرما کر کہ نظام سرکار کی ہندو مسلمان رطایب (اور ان کی حکومت سے) غرض کرنا وہی تھی کہ اپنا کو نظام سرکار کا کردہ امتیاز اور امتیاز شخص کو کہی ہے کہ قابل میں ہے بلکہ اس سے اپنے ملک کے سیاسی اور تجارتی اور وہ فائدہ بھی حاصل کرنے جا میں جس (امتیاز) کی وجہ سے حاصل ہو سکتی۔

دنیا کی سیاست آج کل کے انقلاب میں جلا ہے اور ان قدر تبدیلیوں میں جہاں انسانوں کی عظمت و عظمت پر مشیدہ ہیں وہیں بہت سے فائدے بھی ممکن ہیں اور ان فائدوں کا حاصل کرنا غور کر لینے بہ انسانی ہی پر منحصر ہے۔ ہندو نظام سرکار سے سخت کر دیا اور اس سرکار کو اسلامی تمدن (اور اسلامی فہم اور اسلامی سیاست کا ایک یا لگاوی فہم) سمجھنے والے نظام سرکار کے مذکورہ امتیاز سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کریں اور وہ جب ہی ہوگا کہ ہم میں ہر ایک ملکی و قومی مفاد کو ذاتی مفاد دے مقدم رکھے۔



طلیوژن

سٹرینڈ محمد علی خاں بی اے (فائنل)
اسے آر ایس سی بی ایس سی آر ایس (دہلی)
پروفیسر شعبہ طبیعیات، کالج جامعہ قیام آباد

الف ایٹم اور طبعی ہونے پر ایک وہ حیرت انگیز داستان ہے جو کچھ ہی دن کی بات ہے مگر انکے وقوع خیال کیا جاتا تھا اور جن کو قانونی امداد سمجھ کر دی اور ان سے زیادہ وقت نہیں دی جاتی تھی، خدا کی شان، آج وہی دور و افحات پر کرنا کے سلسلے آ رہی ہیں۔ کل کے کھڑے کے بعد کو لوگ کل تک عجیب سے بڑھ چکے تھے لیکن پڑی جہاں آج ایک مگر کی چیز خال یا جاتا ہے۔

الف ایٹم کے ایک قسم میں ایسے تو کچھ دیکھے ہیں جس سے ہر شخص کسی چیز کو خواہ وہ کتنی دور پر ہو دیکھتا تھا، لیکن وہ دن اب زیادہ دور نہیں ہے کہ قدیم بعد کو کے قتل کی یہ بلڈ پروازی سائنس کی مدد سے حقیقت کا جامہ پہن کر گھر گھر رونے لگے۔

"طلیوژن" کا مفہوم جسے (ادبائٹن) چائل کے الفاظ میں جب ذیل ہے۔
"یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی مدد سے ہم کسی دور دراز مقام پر ہونے والے واقعات کو گھر بیٹھے اس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ گویا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں"۔
"بناؤ دو گز" "طلیوژن" وہ ذریعہ ہے جس میں برقی ترسیل طریقوں سے دور کی کامیاب مقرر کی مشینوں کی مدد سے ہم کچھ دیکھ سکتے ہیں۔
"بناؤ دو گز" (Bell) ہے جسے طلیوژن کی ایجاد کی دو تین سالوں میں ہی سے متاثر ہونے لگی تھی کہ برقی ذریعہ اور ذریعہ روشنی بھی ترسیل ہوتی چلیے۔ تقریباً نصف صدی تک اس تین کو کافی عمار پہننے میں جتنوں کو بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر کار دنیا میں جینرہ بانڈ، اسکاٹلینڈ کے ایک باندے نے ایل ایڈیسن (Edison)، مارکونی (Marconi)، اور ڈیو (Devi) کے سرسایا کا سہارا بن کر، مارکونی (Devi) اور ڈیو (Devi) جیسی مشینوں کے ذریعہ ہم کچھ دیکھ سکتے ہیں۔

اپریل ۱۹۴۵ء میں ایٹمی بم کے تجربے کے بعد خواتین کے باوجود، لاسکی کی مدد سے لندن میں عوام انامیس کے سامنے بھی ممبری آئینہ کے خاکی کی ترسیل کا مظاہرہ کیا۔ جنوری ۱۹۴۵ء میں جب اس زبردست ہونے والی مشین کے متعارف آئین کے دور میں مظاہرہ کو دور انما کو سمجھ سمن میں اسکا کامیابی حاصل ہوئی۔ ایک کمرہ میں کچھ ہوائی آئینہ کی حقیقی تصویریں دوسرے کمرہ میں طلیوژن کے ذریعہ انرا لکھ کر بنائی گئیں۔ دوسرے دن اخبار لندن "ٹائمز" نے اس پر بیچ کر لیا کہ گویا آئینہ کی تصویریں شانت کی جاسکتی تھیں، لیکن دھندلی اور بے واضح تھیں۔

جولائی ۱۹۴۵ء میں "ڈاکٹر رسل" نے رسالہ "نیچر" میں ایک مختصر مضمون ان چیزوں کے متعلق لکھا تھا جو اس نے طلیوژن سے دیکھے تھیں۔ وہ کہتے ہیں۔ "مراہرہ ہونے کے حرکات کے ساتھ تھ (انخاص کے چپے بھی صاف طور پر نظر آتے تھے، حتیٰ کہ انکے کھل کر گھٹ کر اور اس کا دھواں تک واضح طور پر نظر آتا تھا۔" دسمبر ۱۹۴۵ء میں "نیچر" نے طلیوژن میں یا میں سرخ شعاعوں (red rays) سے مدد کر کے ایسی آئینہ کا مظاہر کیا جو بالکل تاریکی میں رکھی گئی تھیں۔ آئینہ کی تصویریں جو اس وقت نظر آئیں کہ آج کل کے سینما کی تصویروں کی طرح واضح اور روشن ہیں، لیکن یہ بھی کافی جاسکتی تھیں۔

اپریل ۱۹۴۵ء میں جرمنی پر غلبہ کے "ٹائمز" کا مظاہرہ کیا گیا۔ "نیچر" نے طلیوژن نظام کی مدد سے بنیاد رکھنے کے درمیان آئینہ کی تصویریں ترسیل کی گئیں۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں "ٹائمز" نے (Bergman) کے

نامی جاز کے آزاد کاسکی کا مدد کارکن اپنی لندن میں پہلی ہونے کو اپنے حرح اسوقت دیکھ سکتا تھا جب کہ اجاز سمندر میں مل رہا تھا۔ اگست ۱۹۴۵ء میں آئینہ کی تصویریں بھی رنگوں کے ساتھ ترسیل کی جانے لگیں۔ پہلی ایک ڈگری میں رابرٹی جیسے ہونے کے امدان کا رنگ "طلیوژن" میں صاف طور پر سرخ نظر آتا تھا۔ اگست ۱۹۴۵ء میں "لندن ٹریبون" نے طلیوژن کی فائنل میں راتھم اور "ٹائمز" کے مطالعہ کے حرح صاف طور پر نظر آتا تھا۔ ایک شخص کنگلی ہونے کے بعد ایک گارڈ انٹیلیجنٹ میں ایسا ہوا تھا۔ اس کے سر کی تصویریں کالج آف سائنس میں "طلیوژن" سے ترسیل کی گئیں۔ تصویر کا ایک تقریباً ۳۰۰ کا تھا اور تصویریں شکل کے ایک پتے پر واضح طور پر نظر آتی تھیں۔ ترسیل آلات میں "ٹائمز" نے "رچمنڈ" کے آئینہ کے تصویر کیا جاسے گا کہ طاقتور روشنی سے منور کرنے کے بعد ایک گڑبڑ کرنے والے قوس کے سامنے رکھا جاتا ہے، جس میں مربع عاجز (مختار) (سوراخوں کا سلسلہ اس طرح بنا ہوا ہے کہ ان میں کا ہر ایک سوراخ اپنے بعد والے سوراخ کی نسبت مرکب سے قریب تر ہوتا ہے۔ یعنی سوراخوں سے جو فاصلہ (Curvature) ہے جس میں ان کی شکل ایک مسلسل مخروط (Spiral Shaped) ہوتی ہے۔ ان سوراخوں کی فاصلہ و غایت یہ ہوتی ہے کہ متحرک تصاویر کے ایک سلسلہ کو پلیم یا کسی دوسرے مٹیاد کو فاصلہ (Photo electric cell) پر مار گزریں۔ (اس طریقے پر تصویر بنانے کا عمل تصویر سے جو فاصلہ میں کسی قدر ہٹ جاتی ہے۔ موٹر کے ذریعہ تیزی کے ساتھ گھومنے والے قوس کی وجہ سے، مٹیاد برقی خازن پر عمل کرنے والی روشنی میں متواتر رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فاصلہ فاصلہ میں تبدیلیوں کی وجہ سے "تصویر" مختلف حصوں سے منعکس ہونے والی روشنی کے متناہر متغیر حرکت کی روفا سے جاری ہوتی ہے۔ روکیان حاصل تبدیلیوں کو دست دیکر ایک مادہ لاسکی میں آ رہی، داخل کیا جاتا ہے، جہاں سے وہ باختر برقی امواج میں کر مرسل کر کے فضا میں صوتی امواج کی طرح پھیل جاتی ہے۔ پھیلنے کے بعد اس میں موجوں کو شانت کیا جاسے (اور زبردست فضا موم (Valves) کے ذریعہ دست پیر ہو کر یہ آئینہ طاقتور ہوا جاتی ہیں کہ "تصویر" کے منور بعد سے مرل آ رہی جب روشنی واقع ہوتی ہے تو یہی گیس کی ٹی کو منور کرنے لگی ہیں۔ مرل آ رہے کے پاس میں قسم کا

جو چراغ استعمال کئے جاتے ہیں ان کے منفی برقیہ نکل کی سطحی تختیوں کے بنائے جاتے ہیں اور مثبت برقیہ سے ایک جھوٹی دھاتی سلاخ کے ہوتے ہیں۔ یہ چراغ ایک نیا ہی کس لاکھ مرتبہ جھٹکا اور روشن ہو سکتے ہیں۔

"لیٹرون" کے ابتدائی تجزیوں میں تیز گزیر جیو۔ اشیا پر تیزوری حدت کے گھلانے میں بڑی دشواری ہوئی۔ ایک بڑی وقت یہ بھی تھی کہ روشنی قوس کے سامنے بیٹھنے والے شخص کو طاقتور روشنی کی وجہ سے بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ تیز گزیر جیو یا سو جاگرمی روشنی کے عوض غیر مادی روشنی استعمال کی جاتے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ غیر مادی بلائے منفی (Ultra violet) شعاعیں پہلے استعمال کی گئیں لیکن بیٹھنے والے شخص کے لئے یہ نہایت خطرناک تھیں۔ اس کے بعد طیف Spectra کے دو حصے سرسبز یا بنی سرخ شعاعوں کی طرف توجہ کی گئی۔ یہ شعاعیں بیٹھنے والے شخص کے لئے اتنی زیادہ خطرناک نہیں ہوئیں لیکن مٹی یا شیا پر مادی قوسوں پر ان کا اثر بہت ضعیف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نہایت حساس خانے استعمال کئے جاتے ہیں۔ روشنی کے اکثر معدوں سے کافی مقدار میں یا بنی سرخ شعاعیں خارج ہوتی ہیں۔ ان کو روشنی کے راستہ میں آئینوں (Lenses) کی تخیل رکھ کر طیف کو یکجا کر سکتے ہیں اور قوس آدھے پاس یا بائیں یا بائیں ایک شخص بھی قوس کا مقصد پورا کر سکتے ہیں۔

ان شعاعوں کے عملی اطلاق کے بارے کو معین معین تجارتی اغراض تک توسیع کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ یا بنی سرخ شعاعیں گہرے دھوڑے میں سے گزر جا سکتی ہیں اس وجہ سے صرف تاریکی میں ان کو استعمال کیا جا سکتا ہے بلکہ تاریکی کے جوڑے سے جواہرات یا نکل انہیں آئینوں میں ان کو بھی ان شعاعوں کی مدد سے صاف اور واضح طور پر دیکھنا ممکن ہے۔ جہاں تاریکی میں (جواہرات یا بنی سرخ شعاعوں کی مدد سے بڑی تیزی کے لئے کی گئی تھی۔ جنگ کے زمانہ میں ان شعاعوں کی مدد سے خود کو دھکے پڑھنے والے کو دیکھ لیا جاتا تھا۔ ہر حال یہ ایک مفید معدن ہے جس کا عنوان "ٹائلر و ٹیل" ہو جاتا ہے اور یہاں اس سے بحث کرنے کی جگہ ضرورت نہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس میں بوسیدہ کی تیزیوں میں جس میں اسے ایک ایسے اجسام کو فضا میں روکی نہ سارے دنیا کے غفلت، محروم رنگ بھیج سکتے ہیں لیکن ہمارے آواز ہماری نظریں تو بھیج جا سکتی ہیں اور دور دراز فاصلوں پر آواز ناٹا ہم سنائی دے سکتے اور نظر آ سکتے ہیں۔ آواز نظر اور دیکھنا وہاں جہاں وہاں بھیجے کی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ صرف مادی جسم کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک اس سرعت کے ساتھ بھیجنا کہ سلاخ ضروری نہیں رہتا کہ اس کا عمل چوتھا نہ ہوتا

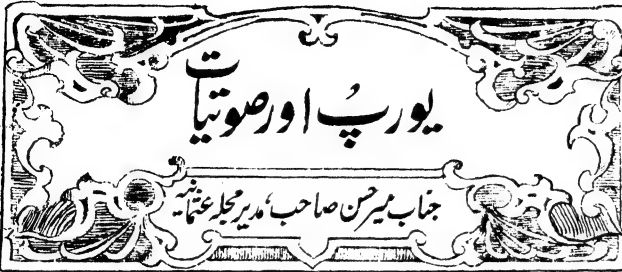
سورج اور قوس گردش کر لیتے ہیں اور قوس ایک خاص رفتار سے (جس کا تین میل آنکھ کے قوس کی رفتار سے کیا جاتا ہے) جھٹکی آنکھ سے بھی گھٹنا جاتا ہے۔ تین گھنٹہ سے پیدا ہونے والی روشنی کے دھبے پر وہ شخص کے منہ صرصر کے متناظر (Corresponding) دکھائی دیتے ہیں اور اس طرح شخص کی داغ اور قابل شناخت تصویر بن کر آئے گی۔

ادبیہ سائنس کے خاکہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی عجیب خاصیت یہ ہے کہ یہ روشنی اور تاریکی کے علاوہ کو ظاہر کر لیتے ہیں۔ کسی دور میں اس کو بھکر اس پر اگر روشنی ڈالی جائے قوس دور میں برقی رو دوڑنے لگتی ہے۔ اگر خاکہ پر روشنی کی شعاعوں کو گزرنے دیا جائے تو وہ بند ہو جاتی ہے۔ برقی رو کی مقدار اس روشنی کے تناسب ہوتی ہے جو سائنس کے خاکہ پر واقع ... ہوتی ہے۔ لیکن جیسے سے پہلے فوراً نہیں ہوتا یہ روشنی کے دائرے میں ہی فوراً خاکہ میں بند نہیں ہوتی بلکہ کچھ وقت کے بعد اسی سمت شمال کی وجہ سے ایسے خاکہ میں "لیٹرون" میں استعمال کئے جانے کے قابل نہیں ہوتے۔ آج کل جو مضامین برقی خانے منقول ہوتے ہیں ان کا بھی وہی اصول ہے کہ روشنی کے وقوع سے رو پیدا ہوتی ہے، لیکن ان میں شمال کی بھی تیز ہوتی ہے۔ ایسے بہترین خانے جنرل الکٹرک کمپنی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں ایک خلا دار (vac) اور دوسری جس میں "gas-filled" تھیں۔ ان کے اعضاء کے لئے جہاں حالت بہت اہمیت رکھتی ہے، گیس بھرے ہوئے خانے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں ثانوی برقیوں (Secondary & electrons) کے پیدا ہونے کی وجہ سے (اولیٰ و Primary current) دست بند ہوتی ہے جب کہ اولیٰ برقیے گیس میں حرکت کرنے لگتے ہیں۔ منفی برقیہ پر ایک خاص اور بڑی دھات استعمال کی جاتی ہے اور یہ "کاسیم" کو ذمہ دہیہ کم میں سے کوئی ایک ہوتی ہے۔ ان میں آئین گیس بھری جاتی ہے۔

تینوں کا گھسیٹوں کے متعلق ادب ذکر آچکا ہے کہ تحصیل سب پر کی گئی تھی تصویر کی ضرورت ہوتی ہے جس میں آدھ کی روکی تبدیلیوں کو نہایت جلدیہ۔ تاکہ تینوں چراغ یا تینوں کی کسی اس ضرورت کو دور کر لیتے ہیں۔ یہاں اس کا غرض بیان کرنا ضروری ہے، صرف آئینا آئین کا کافی ہوگا کہ آواز ہوائی سسٹیم میں گیس حاصل کی جاتی ہے اور اس کو ایک ٹی پی بھریا جاتا ہے۔ اس کے برقیوں (electrodes) کے درمیان مناسب تفاوت قوت کے تحت برقی رو دوڑائی جاتی ہے جس سے تینوں کے جواہر (Atoms) گرم ہو کر سرخی مائل نارنجی رنگ سے دیکھے لگتے ہیں۔ ادب یہاں بھی اس چراغ کی خصوصیت ہے۔ یہ امر دیکھی سے خالی نہیں ہے کہ "لیٹرون" میں فی

لیجے ہر وقت نیا اسٹاک

موسم سرما میں اقامت کے لوگوں کو ٹیڈیم موسم گرما میں بہترین ملک شادیوں کیلئے، نیو فیشن زانی لباس بنارسی ساریاں آری کارچو بی پیٹنڈ و کامانی۔ موسم بارش میں عمدہ واٹر پروف ہر سائیکل کے غرضکہ ہر اقامت کا پارچہ ارازاں قیمت میں ہر وقت دستیاب ہو سکتا ہے جے کڑوئی مل مل لیل یڈیل کلاتھ مہواری بلڈنگ تھیلٹی فونلہ



زبان کا وجود دو گنا ہے۔ ایک آواز اور دوسرا اس کا مفہوم۔ صوتیات کا تعلق آواز سے ہے۔ آواز سے پہاں ہماری مادہ لفظی آواز ہے۔ دوسری قسم کی اصوات صوتیات کے تحت سے خارج ہیں۔ اصوات کی ابتداء ارتقا و تواتر اور مختلف زبانوں کے لب و لہجے سے متعلق تحقیق و تفتیش کرنا مختلف السنہ کے لئے حروف ہیج کی تیاری اور مادری زبان اور غیر زبان کی تعلیم و تحصیل میں گونا گوں آسانیاں پیدا کرنا اور کسی قسم کے دوسرے مفہد وسائل صوتیات نظری و عملی سے متعلق ہیں۔

اس مختصر مضمون میں یہ ممکن نہیں کہ ہم صوتیات کے مفہد فوائد بیان کریں۔ ذیل میں صوتی رسم الخط اس کے اصول و ضوابط اور صوتیات کی طریقہ تعلیم اور اس کے فوائد پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

کسی زبان کی تحریر میں شکل اس کے لفظ اور اصوات کے آثار پر حاوی کی دفا دار نمائندگی کرے تو اس کو صوتیاتی رسم الخط کہتے ہیں۔

اس رسم الخط کے قائلے مفہد ہیں۔ اس کی مدد سے مادری زبان اور غیر زبان کے یکٹنے اور یکٹانے میں بہت کچھ سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔ گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے یورپ کی علمی و ملی فتاؤں میں صوتیات سے جو کام لئے گئے ان پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جن لوگوں نے السنہ کی تحصیل میں صوتیاتی رسم الخط سے استفادہ کیا ان کا لفظ نسبت ان طلبہ و السنہ کے جنہوں نے عام مروجہ بجائی کی مدد سے زبان حاصل کی ہے زیادہ صاف و نمایاں اور قریب صحت ہوتا ہے۔

صوتی رسم الخط کی مدد سے نیا آواز کے بھی غیر زبان کی تحصیل میں ممکن بلکہ آسان ہو گیا ہے کیونکہ اسکے ذریعہ ہر زبان کا صوت کمال صحت کیساتھ نہایت آسانی سے تلفظ ہو سکتے ہیں۔ صوتیاتی رسم الخط کی مدد سے ان زبانوں کو نہایت آسانی سے تحریر کی جاتی ہے جو تا حال تکمیل گئی ہوں۔ اس طرح مختلف زبانوں اور دیوں برسانی تحقیقات کرنا اور یکٹنے اسکا جو فائدہ فرستہ ہو سکتا ہے مادری زبان کی تعلیم و تحصیل میں اس رسم الخط کا استعمال نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ عام بچائی کی مد سے زبان کی تعلیم دینے میں ایک تو وقت زیادہ صرف ہوتا ہے دوسرے طلبہ راجعہ ایک قسم کی بے لطفی محسوس کرتے ہیں۔ بر خلاف اس کے صوتیاتی رسم الخط کی مدد سے ایک طرف تو زبان آسان آسمل تحصیل اور دلچسپ ہوجاتی ہے اور دوسری طرف پڑھنے پڑھانے میں وقت بھی زیادہ صرف نہیں ہوتا کیونکہ صوتی حروف ہیج پر ایک دو قلمبر حاصل کرنے کے بعد طلبہ کو کافی آسانی اور روانی سے پڑھنا سیکھنا اور تلفظ کی دقت اشتراکات کا امکان نہیں رہتا، کیونکہ حروف اصوات کی کامل نمائندگی کرتے ہیں۔ جرمن زبان کے حروف ہیج کا ارتقا و ترقی مدیسٹ صوتیاتی طریقہ پر ہوا۔ انہی نے طلبہ کو مختلف الفاظ کی انفرادی صوتی خصوصیات کی ذہن نشینی کی تکلیف کو ادا کرنا میں پڑتی۔ بر خلاف اس کے دنیا کی بہتری زبانوں کی طرح اردو کی ساخت صوتیاتی طریقہ پر نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اکثر الفاظ کے حروف اور اصوات میں ایک قسم کی بے آہنگی پائی جاتی ہے۔ مثلاً ہم کہتے تو ہیں ”میں“ اور ”تو“ اور ”تیر“ ”تیر“ میں کی وجہ سے مخصوص ان لوگوں کے لئے جن کی مادری زبان اردو نہ ہو اس کی تحصیل مشکل ہوجاتی ہے۔

صوتیاتی حروف ہیج جب ذیل طریقہ پر تجویز کئے جاتے ہیں:-

اگر کسی زبان میں ایک سے زیادہ حروف ایسے ہوں جن کی آواز ایک ہی قسم کی ہو تو صوتیاتی تحریر میں

کیاں ہے۔ لاسکی پیام دسانی کے ماہر کے لئے آواز کی ترسیل بالکل معمولی سی چیز ہے، ایک عام شخص لاسکی کے نظریے سے قطعاً ناواقف بھی ممکن لاسکی آواز سے متغیر قوہ و در ہو سکتا ہے۔ یورپ اور امریکا کی تقریباً رائج آبادی اب یہ محسوس کرتے لگی ہے کہ دور دراز فاصلوں پر کی آواز کو کھینچے دیکھنا ممکن ہے۔ اور اب کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہر خاص و عام کے ہاتھ میں یہ آئے نظر نہ آئے ہوں۔ البتہ بڑے پیمانہ پر دلچسپ مناظر مثلاً فٹبال کا مقابلہ یا کوئی عام تقریب یا دئے والے سنا ویکٹر کی ترسیل کوئی ذرا لگے کم پائی کی وجہ سے متور و متوار ہے۔ لیکن یہ دستور ان عارضی ہیں۔ رپا کی ترسیل کا مسئلہ یہ صحیح ہے کہ ابھی تک یہ ایک محض دھڑلہ ہے، لیکن سائنس کی آکون کی ترقیوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ جرات کرتے ہیں کہ آواز کو ایک بالکل مشکل آئینہ اور نامکمل امر معلوم ہوتا ہے مگر وہ دن آئندہ آسے کہ یہ مسئلہ بھی حل ہو کر رہے گا۔

—————

اصل کتاب
یہی انوکھ ہے کہ جو مضامین
بعد از وقت وصول ہوئے وہ
اس سانا میں جگہ نہ پاسکے
مہتمم مہر سہیل دہلی

سے خفیف آواز کے ساتھ ظاہر کرنے کے لئے مقدر دعوتی نشانات اور حروف کا استعمال ضروری ہی نہیں بلکہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس قسم کا رسم الخط ماہرین صوتیات و لسانیات کے لئے خفیف السنہ کی عملی تحقیق و تفتیش کو بڑی حد تک آسان بنا دیتا ہے۔ اس پر کامل عبور حاصل کرنے اور مکرر محنت کے ساتھ پڑھنے اور کہنے کے لئے کافی تھمت و مہارت اور وقت درکار ہے۔

عمومی یا آسان قسم کا رسم الخط صرف عملی ضرورتوں کے لحاظ سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کی تیاری کے وقت صرف ایک زبان (جس کے لئے حروف بھی تجویز کیے جا رہے ہوں) کی سانی (اور صوتی خصوصیتیں) نظر ہوتی ہیں۔ اسی لئے صوتیاتی علامتوں کی کثرت نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے عملی حقیقتات کے لئے جو رسم الخط رواج پا رہا ہے، اس کی تیاری کے وقت اس امر کی پوری پوری کوئشن ہوتی ہے کہ تمام ممکنہ لفظی اور (زوں) یعنی دنیا کی مختلف زبانوں کے الفاظ کا اظہار ممکن ہو۔ اسی لئے یہ بڑی حد تک دقیق ہو گیا ہے۔ عمومی یا آسان قسم کے رسم الخط کو عام طور پر ہی تو جو کہ بعد نہایت آسانی اور روانی کے ساتھ پڑھ اور کہہ سکتے ہیں۔

(د)

اساتذہ کو صوتیات کا خیال ہے کہ کسی زبان کی تفہیم میں سب سے پہلے قدم اور ادنیٰ ہیں بلکہ روزمرہ کی زبان پر عبور حاصل کرنا زیادہ مفید اور ضروری ہے۔ صوتیاتی حریقہ پر غور دینے والے علماء (السنہ) اپنے متعلقین کو اولاً زبان کے صحیح تلفظ اور آواز و لہجہ کے امتیازی خواص سے پوری آشنائیت و شناسائی دیتے ہیں۔ پھر زبان کے لفظی کیفیت کے متعلق کامل اطمینان حاصل کرنے کے لئے ابتداء (عام مدورہ) کے برخلاف صوتیاتی حریقہ بھی کا استعمال زیادہ مفید اور سہل ہے تو اعداد کی تعلیم (تجزیاتی اصول پر) ہوتی ہے۔ عمومی دور (التعلیم میں جو خاص خاص مضامین، اجملے اور ترکیبیں آتی ہیں ان سے مختلف نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ اسکی باضابطہ تعلیم زبان پر کافی عبور حاصل ہو جانے کے بعد شروع کی جاتی ہے۔ کیونکہ زبان سے تو اعداد ہی نہیں کہ تو اعداد سے زبان، اور معنی تو اعداد کے اصول اور پر کرنے سے کوئی شخص زبان نہیں سیکھ سکتا۔

صوتیاتی طریقہ تعلیم میں اس امر کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے کہ طلبہ غیر زبان کے الفاظ کے معنی اور ان کے عمل اور طریقہ استعمال سے پوری آگاہی اور باحقیقت حاصل ہو جائے۔ مادری زبان کے کسی زبان کے مرادفات و معنی نہیں کر لے جاتے ہیں۔ اس طریقہ کار سے طالب علم کے ذہن کو الفاظ میں متواتر اور سہل امتداد فرماتا رہتا ہے۔

جب طلبہ زبان پر ایک حد تک عبور حاصل کر لیتے اور معنوں کو سہلے قابل ہو جاتے ہیں تو ان کو تجزیاتی مشق کے لئے بالآخر (ایسے ہی موضوع دے جاتے ہیں جن کی تعلیم جماعت میں ہو چکی ہے۔ غیر زبان سے مادری زبان اور مادری زبان سے غیر زبان میں ترجمہ کرنے اور عام موضوعوں پر معنوں کی لگاری کی مشق آئندہ کے لئے اظہار کھنا زیادہ مفید سمجھا جاتا ہے۔

(۳)

گزشتہ دو سو سال سے یورپ میں ایک نئی قومی علم صوتیات قائم ہے۔ اس مجلس کے قیام کا اصلی مقصد سمجھا کر اس کے نام سے ظاہر ہے صوتیاتی

اس خاص آواز کی نمائندگی کے لئے حرف ایک حرف کا انتخاب مناسب ہے۔ مثلاً ضبط، غور، زور اور ذات کے ابتدائی حروف کے اصوات کی نمائندگی کے لئے ضحہ، ذہ، زور، زہ میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے میں آسانی ہے۔ کسی خاص زبان کے لئے صوتی رسم الخط تجویز کرتے وقت صرف اسی کی سانی اور صوتی خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر ایسی صوتی اور فزیک اصوات کا انتخاب کرنا چاہیے جن میں غور، آواز، زور، جاکے تو معنی اور مفہوم میں کسی قسم کے التباس کا امکان نہ ہو۔ ان کی نمائندگی کے لئے خاص خاص علامتیں اور حروف تجویز کرنے چاہئیں۔

جہاں تک ہر کے معنی اور آوازوں کو معنی و حروف سے ظاہر کرنا چاہیے۔ صوتی علامتوں اور حروف کی تعداد میں قدر کم ہوگی، پڑھنے میں ہی قدر آسانی ہوگی۔

صوتی علامتوں کی کثرت اسی وقت مفید اور ناگزیر ہے جب کسی زبان کے اصوات کی موسیقی، آواز، چرچا، اور لب و لہجہ کے تنوع کا اظہار یا ان تمام صفت منظور ہو۔

ماہرین صوتیات کا خیال ہے کہ انگریزی زبان کے حروف علت (a, e, i, o, u) کا استعمال اٹالی زبان کے مطابق ہونا چاہیے۔ یعنی ان کے اصوات انگریزی الفاظ (calm, goat, machine) (note, rule) کے مطابق ہوں۔

جس زبان میں حروف علت کے اصوات میں ایک سے زیادہ قسم کا تنوع نہ ہو، صوتی علامتوں کا استعمال اصل آوازوں کے لئے نہیں بلکہ شروع کی نمائندگی کے لئے زیادہ مفید اور مناسب ثابت ہو جائے۔

۱۔ "ا" کی قسم کی ایک ہی آواز (جو جندی میں اس قسم کی دو آوازیں اور آواز ہیں) تو صوتی رسم الخط میں اصل حرف یعنی "ا" ہی کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ جب اس حرف کی اصلی آواز سے بڑھنے والے روشتنا میں ہوں اور صوتی ضرورت کے لحاظ سے صرف ایک حرف کی ضرورت ہے تو خود اس کو بحال رکھنے میں آسانی ہے۔

اگر (ع) کی دو آوازیں ہوں، مثلاً ہندی کے "کھ" اور "کھ" تو ایک کو اصلی حرف یعنی "کھ" اور دوسرے کو کسی اور علامت سے ظاہر کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ چنانچہ فرانسیسی زبان میں پہلی "تھ" کی نمائندگی کے لئے "ہی" اور دوسری یعنی "تھ" کے لئے "خ" منتخب ہے۔

اگر کسی زبان میں "و" کی دو آوازیں ہوں، جیسے اردو میں "وا" اور "و" کی تو ایک کو اصل "و" اور دوسری کو کسی دوسری علامت مثلاً "وا" سے ظاہر کرنا مناسب ہے۔

کسی لفظ میں درجیے حروف کا اجتماع ہر جن کی اصوات میں کثرت پائی جائے، تو دونوں کے ملحدہ و ملحدہ صوتیاتی حروف یا علامتوں کی ضرورت نہیں مثلاً لفظ "آسان" کے "ا" اور "ع" کی نمائندگی کے لئے "ا" اور "ع" کو کم صوت قرض لیا جائے) حرف ایک صوتی علامت کی حالت کرے گی۔ صوتیاتی رسم الخط دو قسم کا ہوتا ہے: (۱) علمی (scientific) اور دوسرا عمومی۔ علمی وہ جو اصوات کی عملی حقیقتات کے لئے تیار کیا جائے۔ اس رسم الخط میں صوتیاتی علامتوں (دانشانیوں) کی کثرت ہوتی ہے۔ کیونکہ نفاذ کی مختلف آوازوں اور اصوات کے عمومی سے عمومی تنوع اور خفیف

اور علی کی تحقیق و تفتیش ہے، اور اس میں صرف وہی لوگ شریک ہیں جو اس فن سے حقیقی دلچسپی رکھتے ہیں۔

مجلس کی ابتدا رسمِ خط میں ہوئی۔ اراکین نے آپسی مشاورت سے بن قوی صوتیاتی حرفت بھی تجویز کی جن کی مدد سے ہر زبان کا تلفظ کامل صحت کے ساتھ ظہور کیا جاسکے۔ مجلس کے خاص ارکان "اتاتین صدیات" (میترو فینیکس)

میں ابتدائی اشاعت ہی سے بن قوی رسم الخط منظم ہے۔

بن قوی حرفت بھی مختلف اقوام کے علمی اور عملی اداروں میں کافی مقبول

حاصل کر کے ہیں۔ بن قوی رسم الخط بن قوی زبان میں شائع ہوئی ہیں ان کا تدارک سینکڑوں اور ہزاروں

سے بھی مکتبہ و زبہ۔ اور ان میں نہایت سرعت کے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

یورپ کے مختلف اداروں نے علمی خاص مونی رسم الخط کو بڑے بڑے، لیکن کسی کو اتنی مقبولیت اور

جو گیری حاصل نہ ہو سکا۔ عام طور سے ہر خط بن قوی حرفت بھی کی ترویج و اشاعت عمل میں آرہی ہے۔ لیکن یہ کہ اس

قابل رنگ مقبولیت اور دوز افزوں تو وسیع و اشاعت کی وجہ سے یہ رسم الخط مستقبل قریب میں عالمگیر حیثیت اختیار کرے۔

مذکورہ رسم الخط کی تیار کی گئی ایک زبان سے حرفت بھی

انتخاب کیا جاسکتا تھا۔ لیکن مجلس صوتیات نے رومن حرفت بھی اور زبانوں کے حرفت ترجیح دی۔ ماہرین صوتیات کا خیال ہے کہ رومن حرفت بھی دنیا کی بیش تر زبانوں میں مالک میں رائج اور مقبول ہیں۔ ان میں صوتیاتی ضروریات کے لحاظ سے خاص خاص حرفت اور نشانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

غزل

موسیٰ محمد عظمت اور خان سمرند

نقش تصویرِ پتاں نقش کف پاکیوں نہو
چاند ایسے چاند سے ٹکڑے پیکڑا کیوں نہو
شمع کے لئے چراغ روئے زبا کیوں نہو
بس گئے جب رنج و غم اداں پیدا کیوں نہو
بیقراری کی کبلی کا ترن پا کیوں نہو
خبر قاتل میں بھی میری تمنا کیوں نہو
میں سمجھتا ہوں جسے قاتل مسی کیوں نہو
دل کے ہاتھوں میں گریبان تمنا کیوں نہو
ہوش کا پردہ پہنچ د خواب تمنا کیوں نہو
یہ کسی ٹوٹے ہوئے دل کی تمنا کیوں نہو

یہ پچھنے کیڑی، یہ منہ پر گرد، یہ دیوانگی

سمرند اپنا حال محشر میں تماشا کیوں نہو

رومن حروف کے استعمال میں اراکین مجلس نے اس امر کا بڑی حد تک اصرار کیا ہے کہ ان کی اصلی آواز میں جن سے دنیا کی اکثریت پہلے ہی سے روشناس ہے برقرار رہیں۔ چنانچہ انگریزی لفظ (meal) کی ابتدائی آواز کی نمائندگی کے لئے حرف (m) کا انتخاب کیا گیا ہے، جو جرمن، ہسپانوی اور اطالوی اسند کے استعمال کے متافی ہے۔ لیکن انگریزی فون

اور دھنسی کے مطابق ہے۔ (meal) کی پہلی آواز کے انہار کے لئے انگریزی حرف (m)

روح ہے جو جرمن اور ہسپانوی استعمال کے خلاف ہے۔ لیکن انگریزی فرانسیسی اطالوی اور

دھنسی کے مطابق ہے۔ (meal) کی ابتدا کی آواز کے لئے (n) ل

ہے جو جرمن اطالوی اور ہسپانوی استعمال کے مطابق ہے۔ اس طرح رومن حرف کو چنانچہ

مک ہوئے اسی مقصد اور آواز کا قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ جن سے

دنیا کی اکثریت پہلے ہی سے واقف ہے۔ بن قوی رسم الخط

پہلی نظر میں نہایت مقبول اور مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت اس پر ضرور حاصل کرنے

میں زیادہ کاوش اور دماغ تیزی سے کرنا نہیں۔ مقبولی کسی کوشش اور

وقت کے صرف سے اس پر کامل عبور حاصل ہو جائے۔ اس کی مدد سے دنیا کی مختلف زبانوں

کے تلفظ مکمل صحت کے ساتھ قلمبند کئے جاتے ہیں اور ان کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے خاص خاص زبانوں کو تحریری یا ماہرین سے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

بن قوی حرفت بھی میں جو زبانیں نقل کی گئی ہیں انہیں سے حسبِ نال قابلِ فہم ہیں۔

انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ہندی، ملائی، ہسپانوی، پرتگالی،
رومانی، لاطینی، یونانی، انڈونیشیائی، ویتنامی، سوئیڈی، آئس لینڈی، فنلینڈی، ہنگری،
روس، پولینڈ، مشرق وسطیٰ، اردو، پنجابی، بنگالی، چینی (شمالی کاتھولک) اور
مڈلری) جاپانی، بری، جالبائی، رومانی (کاتھولک) اور جالبائی (سکائی امریکی زبان) اور
آئس لینڈی۔

اکثر ہندوستانی زبانوں میں صوتیاتی تحقیقی کام جو چل رہا ہے۔ ڈاکٹر
سید علی الدین قادری پروفیسر اردو کلیہ جامعہ عثمانیہ ہے جو جامعات لندن و جرس
کے فارغ التحصیل ہیں۔ ایک کتاب "ہندوستانی صوتیات" ہندوستانی
فونیکس (انگریزی میں لکھی ہے) میں پروفیسر جس بلوک صدر شعبہ لسانیات
مشرقی جامعہ بیرسے سے مقدمہ لکھا ہے۔ اس کتاب سے ان ماہرین لسانیات کی
علم ہوتا ہے، جنہوں نے ہندوستان کی مختلف زبانوں اور دیوبند میں صوتیاتی تحقیقات
کی ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام اور ان کے موضوع تحقیقات حسب ذیل ہیں۔
پنجابی ڈاکٹر کریم علی بٹلی ۱۹۱۱ء
ہنگائی ڈاکٹر مسیحی کیلکار جی ۱۹۲۳ء
سنٹالی ڈاکٹر بی۔ اے۔ وودک ۱۹۲۲ء
اودھی مڑرام ایسکینڈ (زیر طبع)

کے بد دیگرے جکر لگتے تھے۔ اور بڑی ہی خور و خور کے درمیان میں فوط زنی ہو جاتیں کبھی غصہ میں ہاتھ پیر مارتیں۔ اس جھڑپ سے نکلنے کی سعی لا حاصل کا شکار رہتیں۔ تاہم ان کو پہلی مرتبہ ————— اپنی زندگی میں یہ خیال سواپن روح بن کر کھلنے لگا۔ کہ وہ اب ایک برائے زمانہ کی چیز ہو گئی ہیں۔ اس "نئی دنیا" میں اب ان کی ضرورت نہیں رہی ————— ان کی زندگی اب بیکار ہے۔ وہ اندر ایک نامعلوم قہر محسوس کرتیں۔

نور و نما کا خیال ————— روانی کا احساس، ہر دفر بڑی کا جذبہ ————— یہ کیفیات سب ان سے رشتہ رشتہ سلب ہو چکے تھے۔ وہ خود کو ایک مفرد ڈھانچہ سمجھنے لگی تھیں۔ بس ————— غریب بڑی کی کے قہر میں اختلاط ہونے لگا۔ اور بہت جلد وہ قریب امرگ چلی گئیں۔ آخر موت کے اہل فرشتے جس کی یہ جنور "بجائیل حارمانہ" کا شکار تھیں۔ ان کو متعجب کر رہا۔

خوش ہونے کو کہ باز آرائش سودا گند
خاک محزون را فبا ر خاطر صحر اکسند



بڑی بی اس داستان کو کھلا گئیں۔ وہ تو صرف کھیل جیلانے پر انگشت (میدان) بلبھیں یہاں گی دیگر گفت۔ اس کو ل کی تریف کے بل باندھے جا رہے ہیں۔ تعلیم کو ضروری سمجھا جا رہا ہے۔ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو ساتوں آسمان پر چھایا جا رہا ہے۔ اسے حسد ایہ تو کیا سنا رہا ہے؟ غصہ بڑی کی جس گھر میں قدم رکھتیں بھی کھٹکھٹتیں۔ جہاں جاتیں وہاں لڑکیاں نہ ارد۔ یہ جھاکہاں گئیں؟ جواب تھا اسکول ————— بس پڑھیں یہاں پر جاتے۔

ادھر لڑکیوں کو اسکول کا جین ہو گیا تھا۔ ان کے لئے اب کوئی وقت ایسا بیکار نہ تھا جس کو وہ وہاں بیات کو کسی میں حشر کرتیں۔ ان کو اپنی استائیوں کی دوسے کتا بوں پر زور زور قہر حاصل ہونے لگا۔ خد کے حالات میں دین اسلام ہوتے۔ دنیا کا اکثر رتی رتی کیفیت کا ان پر اخبار ہوتا۔ کتاب ایک نما مشن داستان کو پڑتی۔ سچے واقعات میں کا ادھر ادھر سے کچھ حصہ بڑی کی کی زبان میں معلوم ہو چکا تھا۔ اب وہ دوسرے صادق "کی فصل اشتہار کر چکے تھے۔ ان پر اب روشن ہو چلا تھا کہ دنیا نے کئی کڑیں بدلی ہیں۔ اس میں کیا کیا انقلابات کس کس زمانے میں ہوئے تھے۔ حد سے ان کے فوجی دیکھ پیوں کا مرکز، دل بھائی کا ذریعہ بن گیا تھا۔

بڑی کی جب گھر میں تو ان کے پیرس میں ہجر و دن کے ہر گز تھے۔ ان کی حلق میں گویا کوئی چیز بھین گئی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن کب نہ سکتی تھیں۔ اسی فقرے کو وہ میں جہاں وہ ————— کسی زمانہ میں —————

اپنی کم سن سہیلیوں سے ملنے کو لگ کر تھیں۔ ان کی پرمٹ جمعیتوں سے لطف اٹھاتی تھیں آج وہی کاٹ کھائے آتا تھا۔ تنہائی میں کچھ نہیں تو یہی سر جھاک کر وہ واقعات کو رشتہ کا خیال کریں۔ تقریریں وہ محبتیں ایک متحرک نظم کی طس طرح

یو پ کی تجارتی ترقی کی بنیاد سچائی ہے

ہم اسکے کہانٹک پابند ہیں؟

محض یکمرتبہ کی آزمائشیں

روشن ہوگا

آر آجیون لال تاجر پارت

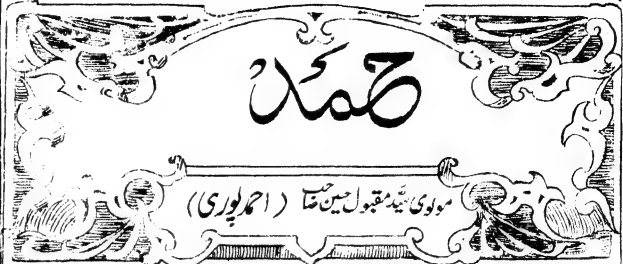
وہ ترقی بلڈنگ پتھر گئی حیدر آباد دکن

علم و فہم کے باوجود حسد اکو نہایت "میں وسیعہ"
 "تھکا ہوا" کا علم بذالقیاس — "بند بانی پانی"
 "تور انا بنا" — جس ماحول میں ہے
 اسی مطلقیت سے حسد اور اس کی پیدائش ہر چیز
 کو تصور کرتا ہے اس طرح حسد کی تعریف انسان کی
 زبان سے ممکن ہو رہی ہے خواہ اسی تعریف میں کبھی
 ممکن نہ ہو سکے۔

حسد کی تعریف شرق و مغرب کے فرق
 میں بہت سے حصہ مٹا اہل شرق نے ذوق روحانیت کا
 اعتراف عبودیت میں بہت کچھ لکھا ہے۔ کتب مقدسہ
 یعنی وہ "دستاؤر" اور قرآن حکیم سے یہاں
 کچھ واسطہ نہیں نہ شرعیات سے متعلق کسی بحث کی
 ضرورت کیونکہ اس طرح طول کلام کا اندیشہ ہے۔
 ہم کو تعریف شاعر کی عقل سے مطلب ہے۔ وہ ہر
 شے کے لئے مادہ کار ہے حسد کی تعریف کے
 لئے اور پہلوئے ہیں۔ (دراغی، صفحہ ۳۲) آیات
 نفی کا پہلو زیادہ عام ہے یعنی موصوفہ لوگ کہتے
 ہیں کہ "اے حسد اتیری تعریف زبان سے ممکن نہیں"
 جن کی ایک لکچر کو تحقیق نہ سناں لکچر کہتا ہے
 عقل میں جو کچھ لگا لگا ہوا ہے
 جو کچھ میں لکچر ہوا ہے خدا کی لکچر ہوا
 نفی مابین دامن حضرات اور گھر کے ہوئے
 نظموں کے لئے نہایت ہی مناسب مطلق ہے۔ اس
 کلام پہلوئے نفی کا عام پہلو حضرت امین الدین وادھا
 احمد پوری کا یہ شعر ہے

ہیں ممکن، ہیں ممکن، ہیں ممکن، ہیں ممکن
 زبان سے محض تعریف غافل برحق، ہیں ممکن
 یعنی وہ جو اس کے خیال میں انسان ہے انسان کی
 زبان سے ممکن نہیں۔ کلام پاک میں نفی پہلو کی خصوصیت
 سورہ کیف کے آخر میں ظاہر کی گئی ہے۔ اہل ذوق
 خود کہہ سکتے ہیں۔

آیات کا پہلو کہ حسد کی تعریف کو نازا
 منکر ہے۔ لیکن ادبیات میں یہ پہلو بھی بہت بڑھتا ہے
 اسی حسد کی ان صفات کو جس میں سلام میں مذمت
 اور اس کے ساتھ بیان کرنے اور اس کے ساتھ سلام میں مذمت
 ساتھ لکھتے ہیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس میں بھی نفی کا
 پہلو عام طور پر سناں لکچر ہے جس سے مطلب ہوتا ہے
 کہ "اے حسد انسان سے یہ آیات بھی کافی
 طور پر ممکن ہو سکتی ہیں۔ سناں لکچر بہت بڑھتا ہے
 برہم جہانیت حد جس میں کلام
 شمسہ جانا درگزر تا بہ زلال کے رند



بیاض زعفران کا ہم دم
 قرآن مجید عرب الہم دم
 فتح
 احمد لله رب العالمین "تمام کمال تعریف اہل سناں کی جس نے کائنات و دوامات
 کو پیدا کیا"

یہ وہ الفاظ جن سے ملنا ڈال کی مقدس کتاب قرآن پاک کی معنی ابتدا ہوتی ہے۔ ان الفاظ کی تشریح و
 تفسیر میں علم کلامی کتابوں کی ڈالی لکھی چھ رہی ہر قوم، ہر ملت اور زبان کے لوگوں نے عقیدہ مندانہ اخراج کے ساتھ یہ
 کہہ دیا اور اب بھی کہہ رہے ہیں کہ حسد انسان کی زبان سے ممکن نہیں۔ زبان اس کی تعریف سے قاصر ہے۔
 آخر میں نام ہے؟ کیوں تعریف ممکن نہیں؟ اس کا جواب ہوتا ہے ہوا کہ انسان کی عقل اتنی وسیع نہیں کہ
 اس کے صفات کا احصاء کر سکے اور جب کسی کے اوصاف ہی نہ معلوم ہوں گے تو اس کی خوبیاں کیونکر بیان کیا جاسکیں
 گی؟

اس لکچر کا کیا جاسکتا ہے کہ انسان میں اور اس میں دونوں کی تعریف میں تو نہیں معلوم... کیا کچھ نہیں کہ لکچر
 کا جواب ہوتا ہے ہوا کہ یہ تعریف مبالغہ ہے جو شاعری کی ایک صفت ہے اور یہ کہ شاعری میں صرف اسی صفت کے ہوتے
 روم کو فروغ ہوا۔ حسد کی تعریف میں یہ صفت کیسے کام آئے گی کہ مبالغہ تعریف اس حالت میں ممکن ہے جس طرح
 کی صفات سے بالاتر صفات کا علم ہو۔ جب یہ ممکن نہیں تو مبالغہ کا وہاں کہاں کرنا۔ ہاں اس دور میں یہ حسد کے
 متعلق اگر کوئی غلو کیا گیا ہے تو یہ کہ "حسد نہیں" جو بیک مبالغہ کا ایک پہلو ہے۔
 شمسہ شرق اور صفا شمسہ شرقی نے انسان کو خستہ اور خستہ سے بھی ترہ چوہہ کر
 نہیں معلوم کیا کیا بنا دیا۔ یعنی انسان کو کچھ کہہ دیا جو اصل وہ نہیں حسد کے متعلق ایسا کچھ کہنا کیونکر خوب کی
 بات نہیں کہہ کر کہہ گئے جس کا انسان کو حسد لکچر اپنی ذوات کا اظہار کرنا ہے اگر خالق انسان پر اپنے محدود خیالات
 کو ظاہر نہ کرے تو اس ذوات کا ثبوت کیسے ممکن ہو سکے۔

یہ تو ایک صفتی اعتراض رہا لیکن حسد کی تعریف باوجود اس تمام غماصی کے کہ اس کی تعریف
 زبان سے قاصر ہے انسان کر سکتا ہے۔ یعنی اسی تعریف جو انسان کی عبودیت اور تخلیقی حیثیت کے خیال میں انسان جو
 کون نہیں جانتا کہ اس ذات پر وہ صفات کا ادراک عقل سے ممکن نہیں اور یہ کہ اس کی صفات کا اندازہ وہی حد تک
 محدود ہے جہاں تک کہ فہم و خیال کی پہلوئی ممکن ہے تاہم اس کی تعریف ادبیات سے لے کر اعلیٰ شے کے اندر تک سب
 نے کی ہے۔ یہ کہہ کر کہہ دے کہ انسان کی عقل اور اس کی تعریف اور اس کے آسمان کے اوپر ایک بڑا بڑا بڑا
 ماحول معصومیت تک محدود ہے کہ وہ خیال کر سکتا ہے کہ انسان میں اس شے نے آسمان کے اوپر ایک بڑا بڑا بڑا
 پر بہت ہی مختصر کیے ہوئے ہیں کہ اور اب ہم اپنا سبق یاد کر لیں گے تو ممکن ہے کہ انسان میں ہیں چیز
 دس۔ عیسائیوں کا وہاں "گواہی دے اور ذوقی پریدہ" کا مفہوم اس سے زیادہ نہیں۔ ایک نوجوان کا
 تصور اس کے اندر اس کی فہم و فراست سے مناسب ہو گا لیکن باوجود علم اور فہم و فراست کے حسد اس کے متعلق اس کا
 یہ خیال ضرور ہو گا کہ "وہ نہایت عین ہے" اور یہ عقل صرف اس وجہ سے کہ ہفتتہاں سے وہ جن کا جیسی ہے۔
 اسی طرح ایک سن بیدہ ضعیف فکر کے تصور کا اندازہ اس کے علم و فہم سے مناسب سمجھا جائیے اور وہ بھی اپنے

طوفان زح، نارادراچم، وادھو صلیب، وادھو کلا، یہ سب اکی بے نیازی کی عام نشانیں ہیں اور بے نیازی جملہ صفاتِ الہی تالی کے ایک صفت ہے۔ غرض جو کہ خاص انسانی جبلت بہت مشکل ہے۔ کلام پاک میں سورہ فتح کے آخر میں یہ پہلو نہایت خوش اسلوبی سے برتا گیا ہے جس کی مثال کہیں ملے نہیں۔ البتہ چند داستان کے دروہا بلوٹنا اقوام ہند کے جنت و پناہ، جند و سمان، مکہ، باری، جبرائی زمین جند و ستان میں بسنے والی ہر قوم کے ہی خواہ اور اس ملک پر خد الہی رحمت اور اس کی عطا کا یہ شخصیت و برکت یعنی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جس میں جو اثبات کا پہلو رہے۔ غائبیت کہ ایسے اہل دل ہوں گے جن کی زبان سے درائے، فتنہ کی کو جس اس چرخ و خورش کے ساتھ درواں ہوئی ہوں۔ جو کے انتہائی پہلو کی اس مثال کے سامنے ہم دوسری ہر مثال کو بیاں لکھنا ضروری سمجھیں گے کہ یہ کہش کے لئے کچھ مثال ہوں گے کہ کاٹھ سے نہایت تھوڑی سی ہے، جو انسان کی زبان سے نکلے ہو سکی۔ چنانچہ آپ کے دیوان کا پہلا شعر اس طرح شروع ہوتا ہے

محمد یکہ ہجو بحر کرم سکران بود

محمد یکہ شکر شکر تفت ہر دو جہاں بود

"تقدیس و تقدیس تیری اے پاک پروردگار، ایسی تقدیس جیسے کہ تیرے دم و کرم کی انتہا نہیں اور ایسی تیرے جو دروں جہاں کی نعمتوں کے نکلے سے ہم آہنگ ہو"

محمد یکہ در تعاضف ذرات کائنات

جند انکستر ادکنی بیش ازل بود

"تقدیس و تقدیس تیری اے ذاتِ مطلق، ایسی تیرے جو ذرات کائنات کی تعداد ہی نہیں بلکہ ان کے تعاضف ہیں جہاں تک مستزاد کیا جاسکتا ہے اس سے بھی زیادہ جو" محمد بے ہاں شاید کہ اور آگ کد آں

برتر زبانیہ خرد خردہ داں بود

"تقدیس تیری اے خدا اے برتر بزرگ، ایسی تقدیس جس کی حقیقت کا ادراک ماضی کی عقل کے پایہ سے بھیجے ہو"

محمد یکہ چون ہماری عزت کد رواں

بر ملک ملک ملک ملک ملک ملک بود

"تقدیس تیری اے صاحبِ عزت و حرمت، ایسی تیرے جس کی اعزازی ساری کے لئے فرشتوں کے کندھے بھی جھکے ہو سکیں"

محمد یکہ در ہوا کے پویت ہما کے وار

بر تھکھ ملک قدم سا بیاں بود

"تقدیس تیری اے ذاتِ لایزال، ایسی تقدیس جو تیری توحید کے اعتراف اور کے جذبِ شوق میں خن ہو جائے تیری ذاتِ قدیم کی اقیہ کے حوشِ اعظم پر چترنا ہو اور چنے کی آرزو رکھے"

محمد یکہ مل راقش ارور کے فند

بر سبب مقامید خود کامراں بود

"تقدیس تیری اے محمد وادیر، ایسی تیری تقدیس کہ جس کی ہر بانی کا سایہ اگر کسی پر جائے تو وہ کہ ہر صمد یا کہ کمران و کامیاب ہو جائے"

محمد یکہ چون محیطہ جان سرورون فند

ہر تار ہونے برتن ازاں صد زباں بود

"تقدیس تیری اے رحمن رحیم، ایسی تقدیس جو اپنے اعطاء احساس سے باہر

ہلے پر جب جب کون عالم وجد و خودی میں چھوڑ دے تو جسم کا روناں روناں صد زبان ہو کر تیرے حمد میں منتوں ہو جائے"

محمد یکہ چون قلم کستہ ارضی کن تکان

جولا گشت نہایت لائیکان بود

"تقدیس تیری اے کارِ مطلق، ایسی تیرے جو عالم امکان کی کلکشی سے چھوٹنے پر لامکان کے انتہائی کنارے یا عالمِ لاہوت میں جا کر دم لے

محمد یکہ چون زباں دہش جو ہر زبان

تحسین قدسیاں بہریم ایساں بود

"تقدیس تیری اے قدوس و سلام، ایسی تقدیس جو زبان سے زیور بیان حاصل کرنے پر فرشتوں کی تیرے تحسین کا باعث اور ان کی تقدیس سے ہم آہنگی

محمد یکہ کہ ملک کند آستانہ اس دجاں

بل خود ذرات خود مقصد آں بود

"تقدیس تیری اے برتر از قیاس و گمان و دہم، ایسی تیرے جو نہ تو فرشتوں کی زبان سے ممکن ہے نہ زمین و آسمان کی زبان سے بلکہ ایسی تیرے جس کی اہل خود تیری ذاتِ ستودہ صفات ہی ہو سکے"

آں حمد نامفید کہ مینہ بندگان

کے درخورد خالے حق و دعاں بود

"وہ نامکمل حمد جو تیرے بندے کرتے ہیں، اے خدا اے برحق تیری عزت و شان کے نمایاں ہی نہیں۔"

اس طرح اس دلی کال کے بھی نغمے کا پہلے کہنے انبیاء کا تھا کیا۔ یہاں پوری نظم طوالت کے خیال سے نہیں لکھی گئی۔ صرف ابتدائی اشعار ہیں لیکن ان سے ظاہر ہے کہ آج تک اس شان کی حمد شاید ہی کسی زبان کے طرح میں ممکن ہو سکی ہو۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں لکھا ہے کہ خدا کی حمد میں اس کی تمام مخلوق رطب الاطن ہے یعنی وہ

تسبحہ الاستغوا السبح والارض ومن فیہی

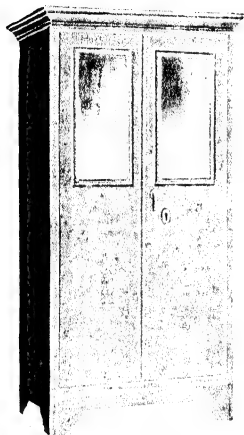
اس کی تسبیح ساقاں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب پڑھتے ہیں۔ پھر عہدا انسان جو تیرے مخلوق بننے کا شرف رکھتا ہے خدا کی تیرے کہنے پر تارکدیں

نہو۔ اس کو تو خواہ خواہ اس کی تیرے کرنی پڑتی ہے۔ اپنا اپنا رتقہ البتہ جانا گنا ہے حتیٰ کہ یہ کہنا کہ "خدا نہیں" یہ بھی نغمے پہلو کے اعتبار سے اس کی تیرے ہے۔ یعنی یہ کہنے والا سب کے کہنے کے لئے ہے کہ "اے وہ ذات جو نے مجھے ایسے کہانے کو شرف انانیت عطا کر کے مخلوق کیا میں اس بات کو صدق دل سے کہتا ہوں کہ میں تجھ کو پہچان نہیں سکا اور میرے بعد وہ داغ میں اتنی بھی دست نہیں کہ اسے تیری ذات و صفات کا کچھ بھی اندازہ ہو سکے"

یعنی ہمیں خدا کی تیرے ہی تو ہے۔ غرض خواہ کوئی کچھ ہو خواہ دیندار اور کفری ہوئی آیت کے اعتبار سے خدا کی تیرے ذاتِ صفت میں منتوں ہے۔ لیکن مہارک ہے وہ دماغ جن کو اس تیرے کا احساس ہی نہیں بلکہ وہ اس کو مزاجِ عقل سمجھے ہوئے اس کا مقصد بھی ہے۔ اور اس اعتقاد کی تیار ہو اس کا پانے فہم و شعور کی کم مائی کا اعتراف بھی ہے۔



**OVER 10,000
CUSTOMERS ARE SATISFIED
WITH OUR QUALITIES & SERVICE**

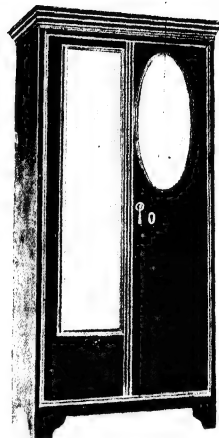


**“SIDDHESHWARS”
STORAGE CABINETS**

IDEAL FOR HOME & OFFICE

Dust & Vermin Proof

The Cleanest Storage Cabinet
for Cloths or valuable Documents
no home should be without one.



“ Awarded Gold Medals at various Exhibitions in India ”

“ DO NOT GAMBLE UPON SAFETY ”

BEST & THE CHEAPEST.

“ SIDDHESHWAR'S JOINTLESS BENT BODIED ”

GIVE

*Perfect Protection with utmost reliability and most
Up-to-date Finish.*

“ RUN NO RISK ”

OUR SPECIAL SAFES!

No body can unlock them even with Keys we award a prize

Rs. 1000/- to any one WHO UNLOCKS.

SIDDHESHWAR & COMPANY,

Manufactured of:—

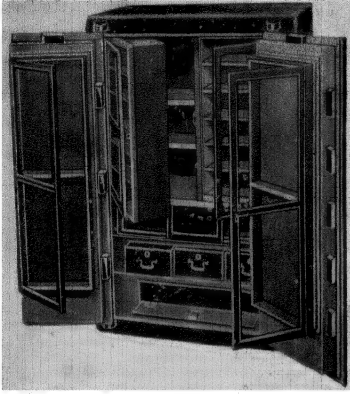
High class Safes cabinets cash boxes all kinds of special locks etc.

Abid Buildings HYDERABAD-Dn.

Sole Representative:— L. G. HOMBAL.

H. E. H. The Nizam's Dominions.

جواہرات رٹھنے کی تجوری



بنٹاریچ ۱۲ سویم سنہ ۱۹۳۲ ع

نواب اعظم جاہدار والا شان بہ نفس نفیس رونق
افزا ہو کر مسرت کا اظہار فرمایا ہے اور د و تجوری
خرید فرما کر قدر افزائی فرمایا ہے۔

از دفتر کو توالی بلدہ
اس تصدیق سے میرے مسرت محسوس کروں گا ہوں کہ
”سیف کیا پنٹ“ نقدی کے صندوق اور دیگر فولادی اشیا
وغیرہ مصنوعہ مسرت ز سدیشو رائیڈ کو عابد پنڈت نگس
حیدر آباد نہایت اعلیٰ قسم کی اور بالکل عصر جدید کی
ساخت و وضع وغیرہ کی ہیں۔
دوبچن کیا پنٹ حوالے سے فائلنگ ازلے تازید کا بینوں کو
ملائے والے جسکو میں نے خریدایا ہے مجھے بہت اطمینان دیا
ہے لہذا میں اس فرم کی پبلک اور دفاتر سے سفارش
کرتا ہوں اور میں نے اس کے واحد نمائندے مسٹر جی
ہو میال کو اپنے لاکھوں کیساتھ بہت خلیق اور راست باز
پایا ہے۔

شر حد ستخط راجہ ونکتہ راساریڈی بہادر او۔ بی۔ ای
کو توال بلدہ

چورے گرفتار کر دیکھی تجوری



از دفتر محکمہ صنعت و حرفت سوکار عالی

تصدیق کیجاتی ہے کہ مسرت ز سدیشو رائیڈ کو نے
دفتر ہذا کو ایک فولادی کیا پنٹ نو اہم کیا ہے اور یہ
اشیا بالکل اطمینان بخش پائی گئی ہیں۔ قابل ستائش ہے
ایک ہندی فرم ایسا کام کر رہی ہے اس کی طرح طرح کی
حوصلہ افزائی چونی چاہی۔

شر حد ستخط علی محمد خان صاحب

منجانب ناظم صنعت و حرفت

سد ہیشو رائیڈ کمپنی

عابد پنڈت نگ حیدر آباد دکن

سول نہایت دہ

یل۔ جی۔ ہو میال



اس لحاظ سے اس میں ۱۲۳۳ھ تک کے ریزنٹوں کے حالات لئے جاتے تھے۔ مولف نے انشاء کر کے کم و بیش میں نے نفعی ترجیح دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کے خیالات و افکار کی اُمید داری ہو سکے۔ اس کے سلسلہ بیان میں میں ماحولی باتیں ایسی بھی ہیں جن کا اقتدار یہ ہو سکتا ہے کہ ان پر حواشی و تعلقات لگے جائیں۔ جب میں نے اس پر غور کیا تو اس کا طومار اتنا نظر آکر کہ میں سے حاشیہ بڑھ جانے کا اندیشہ ہونے لگا۔

اس لئے فی الحال کتاب مکمل ہونے تک اصل متن کو مولف کی اپنی ذاتی ذمہ داری (مشتی اشعث حاجی) پر چھوڑ دیا ہے اور لکھنے کو ریزنٹوں کی ابتدا و پیمانہ سے لگ جوں کی کسی طرح ہو؟ (عمر یاضی)

میر جان سن بہادر

”میر جان سن“ بہادر منشی میر حسن ملاح اور میر تقی الدین کے ساتھ ہار جوب ۱۲۱۹ھ کو حیدر آباد دکن آئے۔ اور شہر کے باہر حضرت ”قادر شہزادہ“ (قدس سرہ) کی درگاہ کے متصل قیام کیا۔ ان دونوں حضرات اشعث حاجی توفیق کا نام میر نظام علی خان بہادر تعلقہ کلاس سے تشریف لائے۔ کچھ عرصہ میں اخباریوں نے ”میر جان سن“ کی آمد کی خبر پھیل گئی۔

اس کی سماعت فرماتے ہی ناظر بدوہ حیدر آباد کے نام فرات نامہ صادر فرمایا گیا کہ ”وکیل سرکار رکنی انگریز بہادر“ کے قیام کے لئے نہایت محبت کے ساتھ انور الدین خان شہزادہ جنگ کو باہمی کی جوبی درست کے اطلاع گزارانی جائے۔

خود بدوہ دولت منازل سفر طے کرتے ہوئے (روشن بخش بدوہ حیدر آباد دہوک) ”میر جان سن“ کے پاس حکم رواہ فرمایا کہ ”آج انور الدین خان بہادر (شہزادہ جنگ) کی جوبی جی آجائیں۔“

دوسرے دن میں انور بہادر کو استقبال کے لئے دعاؤں فرمایا۔ ”میر جان سن“ نے ایک ذخیرہ نقل مع حواشی و تفسیر طبع کار ملائی دینا کی

حیدر آباد دکن کے ریزنٹوں کی دہائی (۱۲۳۳ھ) پر مطالبے اشعثی کی طرف سے، پہلی یادگار میں مختلف طریقے اختیار کئے جارہے ہیں۔ اور خود حکومت کی جانب سے ”اعلان خود مختاری“ کی طرح ”ہندوستان کی سب سے اہم ریزنٹوں“ کی دہائی کی تقریب میں ۱۴۱۱ھ کی قسطنطنیہ عام قرار پائی ہے۔ ریزنٹوں نے روڈ اور ریزنٹوں کی یادگار کا نام علمی الترتیب ”شاہ راہ خانی“ اور سلطان بازار ”کرکھا گد“

میر حسن ملاح فرمایا ”میر جان سن“ نے ”عابد بلند“ حیدر آباد نے ”عابد بلند“ تعلیم یافتہ تاجر ہیں۔ انھیں سے خواہش کی ہے کہ تاریخی حیثیت سے حیدر آباد کی ریزنٹوں کی مصلحت ایک جامع وطن رسالہ مرتب کر دوں تو وہ کس کو یادگار کے طور پر کتابی صورت میں طبع و شائع کریں گے۔

اس تحریک کی بنیاد پر میں نے تاریخی نوٹ جمع کرنے شروع کر دیے ہیں اور کسی فراہمی کے سلسلہ میں نہیں ہی جیتی انفرادی حروف و حروف اشعثی (مشتی اشعث حاجی) کی تاریخ ”خزانہ رسول خانی“ کو میں نے بالاستیعاب دیکھا۔ یوں تو حضرت اشعث حاجی کا تعلق میر نظام علی خان کی تحت نشینی (سلطنت) کے بعد سے تواریخ دکن میں ریزنٹوں کا حال تھا۔ حال جہاں جہاں میر نظام علی خان کی ”خزانہ رسول خانی“ میں ”ذکر“ و ”کلام“ کی گزیر بہادر کے خزانے سے ایک مستقل باب ہے جس میں ۱۲۱۹ھ سے ۱۲۳۳ھ تک ”میر جان سن“ کا ”میر جان سن“ بیان کیا گیا ہے۔ اس صاف حال کی اور تاریخ میں میر حسن ملاح نے اب تک نہیں گزرا۔ اور میں ابھی تک اپنی کتاب کا سر بیٹہ بڑا اخذ اس کو سمجھ رہا ہوں۔ یہ تاریخ بھی کچھ عجیب و غریب ہے۔ اس میں دنیا جہاں کا حال ہے۔ پڑھنے والا دنگ پڑ جائے کہ کیا ابتدا میں تاریخ دکن بڑھ رہا ہوں یا خدا کی جنت کی سیر کر رہا ہوں۔ اخبار حیدر آباد کے ذکر میں کس یا جوب و ما جوب کا بیان آ جائے تو کہیں کہ زمین کا۔ یا اس پر ”عبد اشعثی“ کے اس میں بعض حالات و واقعات ایسے ہیں جو عام تواریخ دکن میں نہیں ملتے۔ دیوان میں ”میر جان سن“ (۱۲۱۹ھ) کے ”دوازدہ دفعات“ کی کسی تاریخ میں تحریر نہیں چاہیے ”میر جان سن“ کے مولف نے اپنی کتاب میں کسی سے ان ”دوازدہ دفعات“ کی نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ گول میر کا لغز میں ”سلطنت حیدر آباد کے دیگر استقرار و سقوط کے من بعد“ توفیق بیٹہ کے ”ملاح“ میں جب سے استفسار کیا گیا تو میں نے اسی خزانہ رسول خانی سے ”توفیق بیٹہ“ کا اصل واقعہ نقل کر کے توفیق بیٹہ کے توفیق کر دیا تھا۔ میر جان سن کی دیوانی مشردن نام کی ریزنٹوں کے زمانہ میں یہی توفیق بیٹہ میں آئی جس کی ابتدا ایک خاص واقعہ سے ہوئی ہے۔

مختصر تاریخ لکھنے سے قلم رکھتے ہیں۔ میں نے اس کا مطالعہ کر کے ایک فہرست معقبات بھی بنائی ہے جس میں ہر ایک مستقل معقبات میں لکھا جا سکتا ہے (بارنندہ محبت باقی) مولف نے اس کو ذوق غلام رسول خان وانی کی زبان کے نام منون کر لیا ہے۔ انیسویں صدی (اور دوسروں) اور اوراق ہیں۔ کتاب علمی زبان فارسی لکھا رہوں۔ ریزنٹوں کے حال کی حد تک بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۳۳ھ تک واقعات ہونگے لیکن اس میں بعض حالات ایسے بھی آئے ہیں جن سے ماہ ذی حوالہ ۱۲۳۳ھ کے واقعات کا بھی پتہ چلتا ہے۔

عمر جوبہ فرمائی ۱۲۳۳ھ (۱۲۳۳ھ) نمبر (۱-۱۰) ۱۲
عمر لکھنا ہے کہ اس میں خدا کی جنت کا بھی ذکر ہے۔ لکھا ہے کہ۔ جوب روئے دکن سرکاری دکن میں ہے ۱۲

روشناس کر چکے تو اپنا اصلی بیوہ بنایا کہ "ہر دوسرے کا بین میں اتحاد و اشتراک پر حصہ مساوی میں سو سال کے لئے قرار پا ہے تو جانے کی صلاح و فلاح کے لئے بہت ہی خوب و بہتر ہے۔"

یہ سننے کے بعد حکم صادر ہوا۔
اگر سرکار تعلیمت ادارہ اتریل کمیٹی اگر تیرہ ہزار کی خوشی حصہ مساوی کے ساتھ سرکار دولت ادارہ اصفیہ عالیہ کے اشتراک و اتحاد سے تیرہ تیرہ تہ نامہ کامودہ کر کے لائیں۔ وکیل مذکور نے تہ نامہ کامودہ (جو بیٹے سے تیار تھا) اسی وقت ملاحظہ اندر میں کرانا۔ اس کے بعد زمین (الدور) (اسلطو جاہ) بہادر نے اپنا تیار کیا ہوا کامودہ پیش کیا۔ دونوں مودات کا مقابلہ کرنے پر زمین (الدور) کامودہ منظور ہوا، اور مینہ کا حکم صادر فرمایا گیا۔ تہ نامہ ماریات لکھ کر موار پر دو خط کے بعد ہر دوسرے کا بین میں داخل ہوئے۔ دوسرے دن کمیٹی کی جانب سے رسم ضیافت عمل میں آئی، جس میں حضور پر نور، مرشد زادگان، تمام محلات مبارک، اعیان مملکت، ارکان ریاست، مقصدیان، حتیٰ کہ ارمیلاں تک شریک رہیں، کمیٹی نے ساتھ لاکھ روپے نوکے کے ساتھ خرچ کیا۔ اس کے بعد اپنی باریابی کے موقع پر حضور پر نور سے، وکیل کمیٹی نے نہایت بھوکے پیرایہ میں عرض کیا کہ۔

ابتداء سے اب تک اگر تیرہ سرداروں نے نفلہ والا جاہ بہادر پر سو کر دے روپے خرچ کیا، اور ذات خود بھی سخت شاق برداشت کی، حتیٰ کہ اپنی جان پر کھیل کر کادھان فرشتے سے جنگ کی، جس میں چھ ہزار گورے، موت کے گھاٹ اترے۔ دست آورہ والا جاہ بہادر ملاحظہ فرما کر اخراجات خرچ کی

دور اس اسپان عربی سے ساز و سامان کی پیشکشیں، اقدام کے تحائف، بہن و جاہ فتنی اسی ہزار روپیہ کی قرضیت کے لئے رخصت کیا۔ چار گھڑی کے بعد "شر جان سن" ساکبان دار، اپنی قاری میں سوار ہوا کہ اپنی مساوی کے بیٹھے، باہمی عزت کے ہمراہ، تقاریر جوائے ہوئے فتیوں کے ساتھ حضور پر نور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور ادب بیکار خود اسی ہر اشرفی پذیر ہستی کرانی، اور دونوں فتیوں (علامہ وقت) نے بھی باجے باجے ہر اشرفی پذیر ہستی کرانی۔ اور ہمارے مکتبہ کے مفسر تحائف ملاحظہ میں پیش کیے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

چار تیرہ تیرہ باوجود نفلہ ملے گلائی۔ ایک منزل یا کی مفتی پر زور، چار اسپان عربی سے ساز و سامان، ایک منزل کوکل (تھکا یا چکر) میں چار یاں۔ دو منزل مینار، متعدد بلبلے، چند اقسام کی بات، رنگ رنگ گل کے چند چلتے۔ اس کے علاوہ سیرم کے بہت سے کپڑے، اور قلم کی گھڑیاں، راک مانے اور چند قلم کی بناؤں، مختلف اوصاف جوئی کی جوڑیاں، مرتبہ اپنے نقاب و راجم، ہر ملک کی کارستانی، آیات و لایاں ادویہ کے کفر، ایک صندوق چاہر کران ہوا۔
ورڈ صاحب کے بھیجے ہوئے یہ سارے تحائف حضور پر نور نے قبول فرمائے۔ "شر جان سن" کی رخصت کے وقت حضور پر نور نے باجے حد دو چاہر قنایت فرمائے۔ دونوں فتیوں کو حیفہ و سر پہنچا دیا، اور حکم صادر ہوا کہ "ہر دوسرے ایک سو روپے کا بیوہ" اور ایک سو روپیہ کا کھانا لیکر "شر جان سن" کے پاس روانہ کیا جائے۔

دربار کے رفاقت کے بعد شر جان سن کی حضور اور مفسر تحفہ و بدلہ کے متعلق کامیاب مکتبہ کو خط روانہ فرمایا گیا، اور کتاب، کتابی گوڑے، چاہر قیمتی لکھو کھارو پے کی نقد خریدی شروع کی۔

زمین (الدور) (اسلطو جاہ) نے بڑی دانائی و دور اندیشی سے غور کیا کہ بلا کی تحریک کے "کوسل اگر تیرہ ہار" کی مکتبہ سے آنے کی کیا وجہ ہے؟ جب "اس" خود آتی ہے تو یہ ایک بیچ گئے تو حضور پر نور میں سرور میں کیا کرے؟
علامہ حبیب کوئی مودہ پیش کرے، اس وقت تک کہ "کوسل اگر تیرہ ہار" کی آمد نہ ہو کہ "نیمہ کنان دونوں حیدر علی خان بہادر نفلہ دار میں رنگین کے استعان کی وجہ سے والا جاہ بہادر نے فتح علی خان بہادر سے رکاب و پیروہ وین حاصل کر لیا ہے، اپنی کوتاہ اندیشی و سوجھی سے والا جاہ بہادر نے، لارڈ بہادر مکتبہ سے ساز باز کی، اور خود اپنی جانب سے خزانے غائب کر کے چلا لکھیں، وکیل سرکار کمیٹی اگر تیرہ ہار کے پاس روانہ کیے ہیں۔ غلام کو تعین و اقرار ہے کہ، شر جان سن بہادر اپنی باریابی کے موقع پر سرکار اصفیہ عالیہ اور سرکار کمیٹی اگر تیرہ ہار کے اشتراک و اتحاد کے متعلق فروغ و جھوم کر کریں گے، اگر ایسا ہو جائے تو انتظام دولت ابد مدت کے استحکام کا موجب ہے۔ ہر دوسرے کا بین کے اتحاد و اشتراک کے استقرار و استمرار کے بعد والا جاہ بہادر کے مکتبہ کی فارغ خلق کی درخواست حضور پر نور سے کریں گے۔

زمین (الدور) (اسلطو جاہ) کے اس مودہ کے گردنے ہی حکم صادر ہوا کہ۔ تہ نامہ کامو ایک مسودہ تیار کر کے تھانہ الامار بہادر کے مشورہ سے بار دولت کے حضور میں گزارا جائے۔ مسودہ تہ نامہ کے ملاحظہ کے بعد وکیل اگر تیرہ ہار کی طلبی ہوئی۔

وکیل مذکور بار بار ہوتے ہی سرکار کمیٹی اگر تیرہ ہار کی شجاعت اور اطمینان کی تعریف کے بغیر باندھنے شروع کیے۔ جب اس طرح کمیٹی کو

طیب علی لکٹر کمٹر لکٹر
ایند
سول ایجنٹ سنٹر کمپنی چاکمان
تفصیل ذیل سانا
ہماری شاپ میں حسب ذیل سانا
موجود ہے:-

ایسٹ کمپنی کا بہترین سوڈا بیوہ و چائے کے ٹی ای کا کوڈرٹ
بیکو، بیکو فائس آر ج پیکو اسکے علاوہ:-
الکٹر کا جلد سامان برائے فروخت موجود ہے پیری لاکٹر
کا کام بھی کیا جاتا ہے وقت ضرورت ہماری شاپ کا فروغ دیا جائے

قرض ساہان مسودہ بابت تنخواہ سپاہ، کی تحقیق فرمائی جائے اگر مناسب تصور فرمایا جائے تو رعایت فرمائیں، تہی تو والا جاہ کے نام تعلق کی نارسہ خطی مرزا جہوڑی ردو کے بعد آٹھ لاکھ خزانہ کے ذریعہ قلعہ والا جاہ (۱) یا پنج گورکھ خاں کی تفصیل سورج والا جاہ میں لکھی گئی ہے) کی نارسہ خطی - نظر اقدار و دستی حضور پرورد نے مکمل مذکور کو تمت فرمائی - معین الدور بہادر (لاہور جاہ) و دراج سورج و نیت بہادر سے حضور پرورد نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے عہدہ کے مطابق ہی واقعہ پیش آیا - اس میں کسی کو کوشش کے عمل میں معین الدور کو مقرر الملک بہادر کے خطاب اور بیچ ہزاری منصب سے سرفراز فرمایا گیا - اور اسی زمانہ میں حواریات سے کلیات لکھنے مقدمات میں شریک حضور پروردہ کردن بدن ایسا اعتبار چاہئے رہے -

اس کے بعد مقرر جان سن نے سامانی آب و ہوا کے دکن کی وجہ سے جمعہ پرورد سے رخصت حاصل کر کے ایٹاک سلطان جلوس و سواری مندر کیا - اپنی جگہ پر جن علاقہ درستی کو ذرائع و کات کے لئے مقرر کیا - اور وہ تہہ نامہ دو ہزار چار سو تالیفین بارہ عرب نویں، بارہ کونے کے ساتھ شہر کے باہر آکر چھاؤنی والی -

افریقین کو نہیں آنے اور چھاؤنی سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی - اور جو کس حسب تراداد حاضر حضور پروردہ ہوا وہ سوائے گویہ کے پیش کی سکونت کے لئے چھپ بھی نہ آئیں - خریدی اجناس کے لئے ضرورت پر چھاؤنی کے لوگ شہر میں مادی سے آتے ہیں، کسی شخص کی مجال نہیں کہ وہ کبھی کے لوگوں سے بات کرے یا چھاؤنی کو جائے کسی سے دوسری کہے اپنے فوائد بنائے، یا کوئی ہمدرد نہ کر دیاں جا کر، سوال و جواب کرے -

جس کا کون - در آج بندری کی رقم پیش کشی سات لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ قرار پائی تھی، وہ کبھی کی جانب سے وکل سال بادل سرکار اصفیہ میں داخل کر دیا کرتے تھے، بھی کوئی کڑاؤٹ اس میں پیدا نہیں ہوئی - ہر دوسرے کارین کے تہہ نامہ کی نقل یہ ہے -

نقل تہہ نامہ اشتراک فی مابین ہر دو سرکارین عظمیٰ بن است و

عبد فی مابین ہر دو سرکارین عظمیٰ یہ معین و احد بہ مشروطہ کا مہرہ دفعات -

حرفہ (۱) ہمارے مصادیق موافقت، مصالحت طمانیت مقدار ارتقاء مراتب حفاظت محبت و ولایت و اتحاد و فی مابین جانیں ہر دو سرکارین عظمیٰ و نبوت و تقی و توفی از سر الی و سر سرتی حدیقا محبت و موافقت و عزت و رفاهیت و داد و پاس داری، یہ آپ باری طریق جانیں مشارکت بلا مضار و آس کی اس سررشتہ چند اسامیہ در بہر حال و مال در بھی مقدمات کلیات، و در تمامی مراتب حواریات اشتراک دولت و مصلحت بلا مضار و موت ہر آن دہر زمان منظور و ملحوظ پیش نہاد قاطعین، بل نصب العین ہی باشد - و در تہہ نامہ شرائط مؤثرات و موافقت اشتراک مشارکت و اخلاص تا جان دارد وہ بہر دو سرکار عظمیٰ و ادارہ اسلحہ الکریم بہادر بادشاہ ذی جاہ، ملک اشتباہ، انجمن سپاہ، عدلت و شگاہ، تعلیم انسان، گزیت برٹین جارج بہادر، سرحدویت و ایک سال پانی بہ دفعات ملکہ عدلیہ و آداب صاحب شہاد علی الاعمال علیہ السلام و تعلیم المناصب، رفیع المکان، رفیع الشان، فرمانروائے تعلیم دکن، مصلحتہ ہندستان

میر نظام علی خان بہادر، فتح جنگ، نظام الدولہ و نظام الملک، آصف جاہ، مظفر الملک، رستم دران، سپہ سالار، یار وفادار، اسطر خوان، جانشین دربار حیدر آباد، استغفار و استوار یافت -

حرفہ (۲) یہ گراہ مردم علاقہ دار سرکار کبھی اگر نہ ہا در پیش گاہ جانشین دربار حیدر آباد سرکار اصفیہ عالیہ و چیتر و کار پر درازان، و چہ در مالک محو قلعہ متعلقہ سرکار محو موصوف خاں شود محمد الدار خواست بلا توقف و تہر پرورد تہامند و دستانت و تہات یہ لطائف اہل یہ میان نیارند -

حرفہ (۳) علاقہ داران سرکار کبھی اگر نہ ہا در سر کردہ جمعیت پاشن ... سوران و اقرب و کلہ مونی، ہم را ہی پاشن، و ساز و سامان تہی بدون حصول و در بارہ داری ہر خاص یا شتائی کا بدو درازان سرکار اصفیہ عالیہ جانشین دربار حیدر آباد سرکار محو موصوف خاں شود محمد الدار خواست بلا توقف و تہر پرورد در کے زمانہ میں تہی نہ تھانند -

حرفہ (۴) سرکار اصفیہ عالیہ جانشین دربار حیدر آباد ہر اسے تہہ نامہ لیا جانی و جانب پش گران تعلیم کن اگر اسے اشتراک خود جمعیت سرکار کبھی اگر نہ ہا در خواست و تہامند، وہ ملحق تہن ہر دو سرکار فروری اگر اقرب توپ کلاں با ساز و سامان از سرکار محو موصوف و خواست کردہ باشند، ہر انضصال مقدمات مجادلات بہ وقت رخصت جمعیت مذکور اقرب مذکور و اس کردہ رسید حاصل سازند -

حرفہ (۵) بہ وقت مصالحت مجادلت تہہ پش گران گران جانی و جانب مالک محو سرکار اصفیہ عالیہ جانشین دربار حیدر آباد اول دفعات مشروط یہ ہر دو سرکار محو موصوف ہر دو از کہ پش گران روا کی جمعیت سرکار کبھی اگر نہ ہا در ہر عمل ارم، وہ انضصال مشروطہ با اشتغال بہ کے ذریعہ زیادہ طبعی و خلاف تقویر یہ دفعات مشروطہ مذکور نہ خواہم کرد -

حرفہ (۶) ہر چہ کہ از قند و اسباب و آلات و ادوات و قند و آلات ہم دست شود، و در حالت شرکت بلا درخواست اخراجات فوج تہی با ہم دیگر حصہ مساوی بلا ضرر و ایش، نصف نصف حصہ فی مابین ہا کرار بہ رعایت داری و خوشنوی طریق تعلیم کردہ ہر یک ہم، و کہے ذریعہ از کے سمت حرکت زیادہ طبعی یہ میان نیادیم **حرفہ (۷)** بہ ہر وقت کہ برادران و خوشان و چہ کار پر درازان سرکار اصفیہ عالیہ جانشین دربار حیدر آباد ہر نظر عام طبعی و کو نہ اندیشی و نا قیامت تہی با علاقہ داران سرکار کبھی اگر نہ ہا در ہر نظر سود و بہود و خرد و سرشتہ و اس و مسائل نمایند بہ حجر و اطلاع ای مہی مہوں وقت، بلا توقف و تاویل در سرکار ہر موصوف و لگائی آن بہ عمل آیدم -

حرفہ (۸) اگر از قرائے حمل سانان بدخواہ سرکارین بہ کے سمت خلاف عہدہ یہ قرض اس ہر ہر خود ارشود، آں - کما حقہ تحقیق و تحقیق کردہ کہ تہہ نامہ توہم نہ باشند از سر حد مالک محو سر خود اس راہر و نمانند، نہ تہہ نامہ راجار کہ دولت را را حاشیہ خیال راہ نہ دہند، و آخر او ظہار غلط گوئی و دانی مابین قرین صدق نفر میند -

حرفہ (۹) دہنے کو در موضع تنخواہ پاشن متعینہ سرکار جانشین دربار حیدر آباد محال نگذار - و جب پول - کالی دوازدہ لک و سی ہزار کوشش صدو

شکر یہ باطلہ بنایا قتادہ در عہدہ کے کار تباہی دا سے در سے و پرکات تلفہ متعلقہ کے دریدہ در خواست نہ کر دیم۔ اگر برضا و رغبت خود مدفنین تو نفع نہ پا یں تو محرم گرفت۔ اگر نظیر استانت کے فرزند ان و در ادران محرم معفوہہ و اولادہ ادران و زمین ادران و سرکردہ جمعیت حوالی و جراب با ہم متفق گشتہ عقل اندازی در سطل شدن میں پر درم و معفوہہ بر بنداری و بدی و در کجا بمقابلہ و مجاہد کر آئندہ کہ کوشش تمام بدل متوجہ تنبیہ (ادنان کا حق) کردہ استحکام و اختتام مدفنین۔ قرار دمی ساختر در ہم حال استانت (ادنان پیش نهاد) خاطر و مطلقہ در مقدمہ داریم۔ و در عہدہ و ستر دوات تباہی و کار ہائے خرابی چیرے در در اجراجات نوع کشی در خواست تو محرم کردہ نہ خواہیم گرفت و تنبیہ و دادہ بنین خلاف آئین و یقین مدفنیناں دیگران اختیار ظلم رانی در لیدہ با در اولتہ متعلقہ خود دست ظلم در از کردہ ریح رسانی راجع راجع حضرت ریلغزل مل نازہ، عالی بر خود جاہ داشتہ، گواہ ساختر دران وقت بنظر با امداری اختر اک چند بار ہما نندہ اگر گرفتہ ملاقاتہ دران سر کا عظمت ہا کجی از بیل اگر نہ بادر، دست ظلم ریح اللہ کو تہی نہ رفتہ دستور ساقی بحال و مقرر بر دادہ موروئی پری خود مامدہ ہنر و اگر خاصل بطور یافتہ مجبور شدہ و ہما نندہ بدرستی آن را موزل و ساختر دران وقت عداودہ بیا کشت کسانیکہ لائق حکمرانی از ادران و جیر فرزند ان کے کو لائق حکمرانی این جا باندہ مصلح خواہیم کردہ و تاطق اللہ حمد و استکان اسودگی تمام باندہ۔

بدین مشروط است تا مراجعات فی مابین قرار یافته نوشته داده شود و گرفته
نشد مگر فی التامیح هفدهم ما در جیب المرجب ^ع الخلد یک هزار و یک عدد خود
داشتن می‌باشد.

وکیل دوم میر حسین علامہ

دوسری تاریخ ۱۹ نومبر ۱۸۵۷ء کو کھارہوئے، یہ صاحب کو صوفیوں نے اپنے ہاتھ سے بکھیر کر کینڈہ سال کی عمر میں موم و چالیس فراغت پائی، ذکاوت طبع کا عالم تھا کہ طالب علموں کو درس دیتے وقت کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کرتے، جو کتابیں پڑھیں وہ حفظ عیناً از بزرگ کے عادی، آخری سی، اردو اب کمال و اہل سخن کی قدر دانی ہے دلجو کا صاحب، غازیازی، سادات و فقہ اور وروسی میں کیلئے عمر فصاحت و بلاغت میں از زمانہ فراخ درویشند، اہل بیت کرم

بی‌گوش رویید و بیخ و بن را بوجیه سند مهری با تضافی کار پیر دازان و علاقه
مالک محروسه سرکار کشی اگر تیر نیاد آمده بود بعد اقبال شجاع الملک امیرالامراء
قبول کرد و سرکار فراموش آن انجمنه را بدست عمل و فعل خود را در محال
مستور..... (ختم ۲) ع

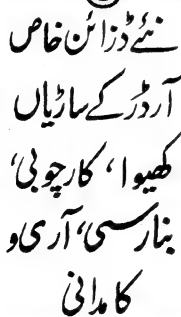
حقه (۱۰۰) محال راج بندری و سیکه کول، و وصول کامل یا نوده
لک بخشش براروسی صد و پنجاه لک روپیه دوازده و نیم لک و مشروط باین بخشش
گزارش محبت ملک و ولایت و بیخ براروسی سیایانه سال بیال هلالی بلاقدر
و توقف در سرکار اصفه عاید باین دبراج حد را در سائیده باقیم درخند
رسانیدن رقم منقره بخشش سیایانه سال بیال بقدر و توقف نه خواص کرده

حضرت (۱۱) در کسے زمانہ کے ذریعہ سرکار کبھی آئرلینڈ انگلینڈ
 امر مجوزہ معافی رقم پیش کش راج بندری و نیکیا کول انجیکٹ ساید نال سال
 قرار یافتہ است از سرکار آصفیہ عالیہ جاتین د بار جید آباد خواجہ کدو

[illegible]

حضرت (۱۳) بوج این ریاست بهر سلطنت بهدارت حال منتظر
کرمی به کسی بیاید این چنین بر ریاست را بر مندر آید برای حاجت خود و
مغفوره بلا توقف و تا آنکه مال مازده ملایم کرده و نظر گرفته و این سنگ
پایه گان خود و مغفوره و چه متعلقان علی اندرون و چه برادران و چه فرزندان
و چه کار داران بیرون و غیره و نه داشته در گوش خود داده و در حق اسی

عہ نقل موجب اصل ۱۲



میں سراجِ عالمی لائبریری
کلامِ مرحیبت
ساہوکاری بلڈنگ پتھر گئی

پاچہ ہم قلم
رشی، اونی، سوتی
قیمت واجبی، مال
نابند ہو تو واپس لیا
جاتا ہے

علیہ السلام کی محبت حد درجہ رکھتے تھے۔

لاہور ہار کلکتہ کا ایک خلیفہ اس مضمون کا حضور پروردگی بارگاہ میں

جین کیا کر۔

سرکار گنڈوڑ کی ضلعی کے لئے وہاں کے حاکم کے نام حکم آیا ہے، امید کو حضور
والا اس کی گزشت غایت فرمایاں گے، اس لئے کہ یہاں ملحق خدا کا خون خرابہ نہ

ہو جائے۔

حضور پروردے حکم صادر ہوا کہ۔

ان دنوں راجہ سورج و سنت ہار اپنے مکان سے باہر آنے کے لئے محدود
ہیں، انھوں نے یہد عاقرہ ہار چوں گے۔

دوسرے دن، قلعہ دار کی خوشی، لاہور ہار کا خلیفہ، گنڈوڑ کے اخبار
نظر آنے سے گزرتے قلعہ گنڈوڑ پر وہیں کی کمی کی جانب سے بندوبست ہو گیا ہے، اس
کے ساتھ ہی حضور پروردے خلیفہ کا جواب تمہارے قلعہ روانہ کرنے کے لئے میر صاحب
موصوف کے پاس ارسال فرمایا۔

تھکدہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے میر صاحب نے پارہ کھایا تھا، حدت
گرمی سے عمارت چھوٹ گیا، حضور پروردے سے موافقت آج ہوا کا قدر کے
رضعت چاہی اور کلکتہ پہلے گئے۔

وکیل سوم مرہم سن بہادر

مرہم جان سین بہادر کی جانب سے آخر ماہ ربیع الثانی سن ۱۲۸۷ھ میں کلکتہ
سے بلوچہ حیدر آباد آئے، جن دن مرہم جان سین بہادر مرہم جان سین بہادر کی جانب سے
تغییر جنگ بہادر کے باغ میں ہے، اس کے دوسرے دن میر عالم بہادر استقبال
کے لئے عاکر اپنے ساتھ انھیں آیا، اور حضور پروردگی بارگاہ میں بار بار کیا۔
حضور پروردے کے ملاحظہ آنے میں لاہور ہار و مرہم جان سین بہادر کے خلیفہ میں گئے،
اور رخصت کر کے اپنی قیامگاہ کو واپس ہوئے، اس کے بعد روٹ کی وقت
حضور پروردگی میں گئے، خلیفہ کا جواب انھیں غایت فرمایا گیا، اور یہ حیدر آباد
سے کلکتہ روانہ ہو گئے۔

وکیل چہارم

مرہم جان کنوی، مخالف دلاور جنگ، ساتویں ذی الحجہ سن ۱۲۸۷ھ میں
کو کلکتہ سے بلوچہ حیدر آباد آئے، جن دن سے کہ یہ صدر مالہ کلکتہ سے خدمت
وکالت پر مامور ہو کر آئے، سرکار عالی کی رفاقت رخصت ہوئی، اہل عات کشی کی
برل کو شش و سہی میں معہ دفعہ کہ طالب وقت رہے، اسی زمانے میں فتح علی خاں
بہادر شیو سلطان کے وکلاء، قلعہ الدین خاں و ہمدی علی خاں حضور پروردگی دفتر
ننگ اختر کے لئے (مرہم سلطان کے شک کا) پیام لے کر آئے، حضور پروردے نے ان
کی آہ کی وجہ معلوم کر کے انھیں مرہم رنگ بین واپس پہلے جانے کا حکم صادر فرمایا
اور ساتھ ہی، یہ تجویز بھی قرار پائی کہ گنڈوڑ بہادر اور راکو حیدر پرت دہان ہر
سرکار کی شرکت مساویانہ میں مرہم رنگ بین پر فوج کشی کر دینی چاہیے۔ اس
منصہ کی اصلاح ملاح میں مرہم جان کنوی شریک مال تھے۔ اس لئے دلاور جنگ
کا خطاب پایا۔ سر نہاری منصب ملا۔

راجہ گوپندیش بہادر کے استعوا سے پچاس ہزار روپے تو بخاند
راکو حیدر پرت دہان، ہری بابا چھوٹا کی سرکردگی میں، اور جان کنوی دلاور جنگ کا

کے استعوا سے گونڈوڑ جرنل لارڈ ولزلی بہادر و میر ذہم صاحب بہادر و حیدر
صاحب کی سرکردگی میں پچاس ہزار کی قیمت اعظم الامراء (درسطہ جاہ) اور تمام راجا
بہادر کے ساتھ مشد زراہہ بہادر زوال سنگر رجاہ بہادر کی سرکردگی میں رہی۔ چنانچہ
جنگ کے شیعہ کی کیفیت مفصلاً لکھی جا چکی ہے (مبصری اصل کتاب میں) اسی درستی
شہر کے دو گز نے انگریزوں کی صورت و بھی اور تیر ہو گئے۔

قلوہ مرہم رنگ بین کے پیچہ پہنچنے کے وقت کی ایک نقل ہے کہ۔

جس دن یہ تینوں فکر قلعہ مرہم رنگ بین کے پیچہ پہنچے اور مورہ چال
قائم کرنے کے لئے انگریز افروں نے ایک ایک کس کے فاسلے سے یہ قلعہ دو دروں میں مغام
کا انتخاب کیا، مورہ پہ تیار کر کے ساڑھے چار سو توپیں رکھیں، اور مورہ کے
ساتھ سید عبدالغفار خاں کی سرکردگی میں چار ہزار جہازمان بارش جگ کے لئے
تیار ہیں، مورہ کے سامنے اور اطراف کچھ اور دلاور دلاور جانی لگتی ہے، اور اس میں
نبول اور لہجے کے کوکھو بھجائے اور اس پر ایسی تیری لگائی کہ کوکھو بارش
لے کر دلاور کا رکھا ہے۔ انگریز افروں نے اس حقیقت سے واقف ہو کر ہی بہا
پڑاؤ والا تھا، ایک گھنٹہ جا بھگت کی رات باقی تھی کہ تیر ہزار جہازمان باقی
دو ہزار ہمدہ دار اور ایک سو تیرہ ہیں اسے ساتھ سے کراس دلاور پہنچے۔ ساتھ
کے جہازوں کو حکم دیا کہ اس دلاور پر کھنڈ پھر ڈال کر یہاں تک خشک کر دیں کہ
ایک سو گز چڑھی ہو کر تیار ہو جائے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں جہازوں نے
ہاتھوں ہاتھ ٹرک کو مورچہ تک پہنچا دیا۔ اس وقت پہرہ والے جہازوں نے
پوچھا۔ فتح علی خاں بہادر کی فوج کی وردی کے مطابق پوچھنے والے کو جواب
لا چک کر توپ غنائے اور جمعیت کے ساتھ پیش قدمی کر کے انگریز بہادر نقشہ جنگ
کے قریب پہنچے۔ اس وقت پہرہ والے جہازوں نے مورچہ پر پہنچ کر بندوبست کر دی،
بندوبست سر جوئے ہی کہ لہذا انہوں نے تمام توپوں کو تھکادی، اس کے بعد انگریز
بہادر کی جانب سے توپیں دفعہ اور بندوبست سر جوئے لگیں، دونوں جانب سے
خوب داندن پہلے لگی، جا بھگت کی کو خود میں لادھوں جان لیو آگئے، آڑھہ کی
طرح توپوں کے منہ سے باہر نکل پڑے۔

سید عبدالغفار خاں کی سرکردگی میں فتح علی خاں بہادر کے جہاز
ہزار جہازمان ہار کی پیش قدمی، ان میں سب کے سب تھے تھکادی، ہمیشہ کے لئے سرخ و شہ
حاصل کر کے جہاز رحمت میں جگہ پائی، ان میں ایک جہاز بھی باقی بچ کر بھاگا
ہیں۔ انگریز بہادر کے آٹھ ہزار گورے اور چار سو چالیس افروں کے کھٹ
اترے قلعہ کے حصار پر فتح علی خاں بہادر اس وقت بہرہ داز خن ریزی کا
تماشہ دیکھ رہے تھے۔ جب معہ چوٹی کو توبہ ان قلعہ گاہ پر اگر فتح علی خاں بہادر
نے حکم دیا کہ شہر اکو، دلاور سے گن کر نکالیں، اور میر ذہم کا کراس ریت
معلوم ہو کر چار ہزار جہازوں قوم کوکھ کی پٹنوں سے تھے، انھوں نے اسلام
قبل کر لیا تھا، اور قریباً تین ہزار دوسرے جہازوں نے بھی اس سرکردگی میں جام تھکادی
ہوا۔ چار گھنٹہ کی دن لگنے کے بعد کابل منع ہو گئی کہ ایک سال دو گز واپس
لاکھ نظر دو مطلق میں جس کی پہلی خطا انھوں نے کی تھی۔ ایک کہ دریں لاکھ
رہیے گی، دوسری شہر ایک کہ دریں لاکھ کی ایک سال کے بعد، اور ایک قلعہ
ایک کہ دریں لاکھ کا۔

جا بھگت کی بعد بندوبستی کے بعد راکو حیدر پرت دہان فوج اور بے شمار
توپ خاندے کے ساتھ آئے۔ گونڈوڑ جرنل کراس بہادر سے ملاقات کر کے بڑ
معلوم ہوا کہ شرانگہ مند رجاہ بالا پر کمال صلح ہو گئی۔ "میر صاحب" سردار جمعیت کی

کیں ششم

آخر ماہ رجب اثنی عشر ۱۲۰۵ھ میں چکر کو، کرک بیٹریک حشمت جنگ بہادر گلکٹ سے اکرم موضع کے تہانہ قریب قلعہ بید میں حضور پر نور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے

کرک بیٹریک، حشمت جنگ بہادر، مغیر الدولہ، موتمن الملک، صاحب عالی شان، سرکار افغان علی شاہ، آغا بیلانی، انگریز بہادر والا شان صاحبان غنیہ اشان کوش خاص (مختار خان)، صدر عالیہ لارڈ بہادر گلکٹ کے فرستادہ قاضی مقام جنرل بہادر، میان پور بیچ کراد پندت پر دھان و سندھیا بہادر و رگھو جی عورتہ و موکر بہادر کی معرکہ کرائی میں حضور پر نور کے رکاب نصرت (نصاب کے ساتھ رہے، چاروں سرداران نام دار کا نگر تین لاکھ سوار سے زیادہ تھا، وہاں سے اعظم الامراء (اسطوہا) بہادر روانے، حضور پر نور قلعہ کٹر سے واپس ہو کر اپنے قدامت لڑم سے شہر فوہانی مستہر کو دھکی کر داخل دولت سرا ہوئے

اس وقت حشمت جنگ بہادر تشریف جنگ بہادر کے باغ میں فرزند رہے، عہدہ مدار الہامی اور امور دیوانی بطور امانی پیش کاہ حضور پر نور سے ممتاز الامراء بہادر سر فراز ہوئے۔ جس وقت کہ سرندزادہ آفاق عالی جاہ بہادر نے معین ناعاقبت اندیشوں کے برخلاف اپنے پر (نجات کے خیال سے) دسویں ماہ وچ ۱۲۰۹ھ کی شب میں مئی راتوں رات تھہر سے نکل کر اپنے اکو اورنگ آباد تک پہنچایا، اور وہاں اپنی ناکامی کی ترہ سے (پچھ کھاکے) خود کو ہاک کر یاہاں کا

نہ کیا کرو۔ اس جانب بڑے اشتیاق سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں۔
”زار صاحب“ نے، جنگ کرنی منظور نہیں۔ مجھے حکم ہو جا رہی ہے جنگ کا خاتمہ کر کے واپس ہوں۔ اس وقت انگریز بہادر نے ”تیر صاحب“ (۹۰) کو بھجایا کہ اگر آپ جنگ کا خاتمہ بھی کر دیں تو بھی تینوں سرکار برہمی کا حصہ میں گئے۔ اور کسی کی فوج منسلک نہ کی جائے گی۔ اور اگر فتح علی خاں بہادر کی فوج کا احتیاط منظور ہے تو مصافحہ نہیں بلکہ امتحان کر لیجئے۔

دوسرے دن بارہ ہزار پانچ سو تپ نماز سے صلح ہو کر تلوے کے نیچے نقشہ جنگ چھایا۔ اور دوسری فوجیں فاصلہ بہ فاصلہ ہمتا تپوں کی طرح کھڑی کر دی گئیں۔ انگریز بہادر کی بارہ ہزار کی پیش، اور اس کی کمک پر راؤ پنڈت پر دھان کی چالیس ہزار سوار کی جمیت وہاں سے نقشہ جنگ کے مطابق کھڑی تھی جس وقت انگریز بہادر کی پیش نے بندہ قیں چلائیں، فتح علی خاں بہادر کی پیش بچھ گئیں اور جب اس نے بندہ قیں سرکیں تو انگریز بہادر کی پیشیں جب قواعد بچھ گئیں۔ بارہ ہزار انگریز بہادر نے فتح علی خاں بہادر کی فوج کے کام کو بند کیا، مردانہ دروڑوں جانب کی فوجیں اپنی اپنی جھواوی میں حرکت ملی گئے ساتھ واپس ہو کر گویا جنگ مصروف تھی، اس کے بعد بندہ ریلجی کے ”صاحب بہادر“ جو حال مطلق تھے اپنے آپ کو کنبیچ کا نشانہ بنالیا کہ اس قدر اشتیاق کے ساتھ بندہ ریلجی سے جنگ کے لئے سرسری رنگ بین آیا، میرے پیچھے سے پہلے ان تینوں سرکاروں میں صلح ہو گئی، اب زندگی کا کیا نصف باقی رہا، بھادراپی جان پیچھے کے نذر کر دی بس واقعہ جان فرسائی اطلاع پاتے ہی افسران انگریز بہادر اور دوسرے سنے واہوں نے اسے خود کشی کو اک جمل تصور کیا، اور کہنے لگے کہ اگر تیر شخص جنگ میں بھی شریک رہتا تو اپنی جان سے جانکدہ لشکر فروری کی واپس پر تمام ملک میں ایک بڑا قلعہ بنا لے اس ایک مار قلعہ میں پت سے قریبے اور وہاں سے ویران اور بے چراغ ہو گئے، جو کچھ نکلیں تھے، ان کو وہاں پانچ رقبے میں لٹا کر کھانا ڈالا۔ نیز ہاتھ کھوئے، شاخ ہوئے، اور ہزاروں آدمی صاحب ثروت ہو کر دی مقدور ہوئے دلاور جنگ بہادر رخصت سے کر گلکٹ کی طرف چلے گئے۔

کیں ہختم

مغیر الدولہ بہادر گلکٹ سے حد آباد آئے، اور ان سے کوئی کام نہیں ہوا، جن دن مغیر الدولہ بہادر گلکٹ سے گورنر جنرل کا خرطیہ لے کر بلہ بھیجے، تشریف جنگ بہادر کے باغ میں (ترے، دوسرے دن میر عالم ملاقات کے لئے گئے۔ جا رہی تھی کہ مغیر الدولہ بہادر نے حضور پر نور کے دربار میں حاضر ہو کر گورنر جنرل کا خرطیہ گزانا، اور خرطیہ کا جواب حاصل کر کے لارڈ بہادر کی جناب میں روانہ کیا۔

جس وقت حضور پر نور راؤ پنڈت پر دھان کی تسبیح کے لئے فوج کی جانب توجہ فرما کر قلعہ بید میں اتمام حجت کی غرض سے ہر کو موضع کے تہا میں جرتلہ سے چار کوس کے فاصلے پر واقع ہے، سیر و نکلا دین موعود تھے۔ مغیر الدولہ بہادر نے ناموافق آپ دھوکے دین و ساما کی مزاح کی وجہ سے رخصت کی، اور خود کو بھی بچا کر وہاں سے گلکٹ گئے اور دوسرے کاموں پر مامور ہو گئے۔

رجسٹرڈ

ٹریڈ مارک

ساختہ
شیخ حسین کنڈلٹر
کنڈلٹر اور وریف



قوام چاندرو

مؤرخ حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ قوام نہایت عمدہ خوش ذائقہ تیار کیا گیا ہے اس کے اجزاء کو اکثر اظہار نے ہند کے تصدیق کیا ہے کہ اس کو کوئی خرابیا نہیں ہے کہ جس کے استعمال سے منفعت ہو۔ وہ حضرت چنانچہ قوام ہیں انکو اس بات کا پتہ ہو گا کہ قوام کے استعمال سے فوراً زلزلہ کی خرابی جاتی ہے جس سے تکلیف ٹھانا پڑتی ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھ کر ہم نے قوام چاند تارہ مارک کے نام سے مہم کر کے بغیر ذائقہ تیار کیا جا کر ایک کی خدمت میں پیش کیا ہے جس کے استعمال پر رون ہو گا یہ قوام منفعت سے پاک ذائقہ میں عمدہ خوش مزہ ہے۔ ہمارا تو یہی قول ہے کہ ملکات کو خود مہم کو برا کٹر مقامات پر یہ قوام دستیاب ہو سکتا ہے۔ جو تھا کی رقم جنگی وصول ہونے پر

(اضلاع کے آرڈر کی تعمیل کیلئے کی قیمت فی صفحہ)
کلاں دھ (دھ) خورد (دھ)

ملنے کا پتہ سید احمد علی سید و اچ حریٹ
ایجنٹ دی گراموفون کمپنی لنڈ نیلین حید آباد دکن

سود اور نفوت میں لاکھوں روپے حاصل کر کے ان کمپنیوں نے اپنی شرافت کا ڈنکا بجایا۔ اس کے بعد سرکار بہار راج بہادر نے پرنس کو قبضے میں لے لکھنؤ کھا روپہ فرام کر کے دیم پام کے ترقی کا اپنے پاس سے کثرت ادا کیا۔ اس سے "چھلکا" کھو کر سرکار کمپنی انگریز بہادر میں رکھ آیا کہ۔

کسی بھی زمانہ میں سرکار راجی اور (اس کے) کارپردازوں میں "میں دین" نہ ہو کر اسے گا۔

اور جو روپہ دنیا تھا اس کی عوض میں پرنس کن سیکول و راج چندی کھوائی گئی ادا کے قرض کے بعد گزشتہ کی رقم مقرر کر کے سرکار میں داخل کی۔ اور چار شنبہ کے دن داد خواہوں کے احوال دریافت کر کے حکما جہاز بہادر سے فیصلہ کر لیا۔ چہ وہیں صفر سنہ ۱۲۸۷ کے بلکہ حیدر آباد سے کلکتہ کی جانب روانہ ہو کر دم لارڈ کی اٹھارہویں برس کی کے منصب پر فائز ہوئے۔

وکیل دیم

دیم بانی بارن بہادر، عدل گھر (مکلف بہادر) کی روانگی کے دن چار شنبہ سنہ ۱۲۸۷ کو فائز ہوئے۔

جس روز سے دیم وکیل دیم بانی بارن بہادر کار وکالت کے لئے تشریف لائے راج چند وکل بہادر سے ایسا میل طاپ رکھا کہ اپنے رہنے تک تمام معاملات ریاست اور جہاز و دار میں کوئی بات بھی ہمارا جہاد کے خارج کے خلاف ان سے ظہور میں نہیں آئی۔

چار شنبہ کے روز یہ گھڑی دن باقی رہنے پر انہیں جمادی الاول سنہ ۱۲۸۷ کے بلکہ حیدر آباد سے کلکتہ کی جانب روانہ ہوئے۔

وکیل یازدیم

میر حسن وارث بہادر، انہوں جمادی الاول سنہ ۱۲۸۷ ہجری کو صدر مالہ کلکتہ سے بلکہ حیدر آباد کی کوٹھی میں فائز ہوئے۔

جس روز کو میر حسن وارث بہادر دوسرے کا وفات مدد آئیں کمپنی انگریز بہادر وکالت کی وفات کے لئے سرکار ردوفت مدد آصفیہ مالہ میں فائز کوٹھی بلکہ حیدر آباد ہوئے، اس روز

سے ہمارا جہاد وکالت بہادر را جان راج کی موافقت و یک جہتی و یک دی میں اپنے آپ کو معروف رکھا، کسی میلے میں بھی اپنے نزدیک وقت کے خلاف رائے ایک حرف بھی

زبان سے نہ نکلا، جو کچھ معمولات مقرر ہیں، اسی پر اکتفا کر کے فارغ اہمال ہیں آئندہ دیکھنا چاہئے۔

ختم شد



..... اسی حالت تمام چھوٹے و بڑے تباہ و تاراج رہے جن پر کمزور کا محمول ایک روپہ وصول ہوتا، لیکن محلات سے چار بارانی و سرانی اور تعلقہ جات راج چند وکل بہادر سے نو کروڑ روپے وصول ہوتے تھے، ان کی ویرانی اس حرکت پہنچی کہ ان تعلقات سے ایک کروڑ تین لاکھ روپے، بدو منع و خراجات تحصیل داران ہاتھ آئے گئے۔

مکلف بہادر، عادل دوران کی آمد کی خبر یہ جاتے بہت دو کر وڑ جائیں لاکھ روپے لے گیا، اور دلال و نفوت خوار جن کا مقام چہتر ہے ان برس سے پر ایک کھا روپہ پیدا کر کے اپنے ساتھ لے گیا اور خود اس کا خرچہ جہان نے جاتے وقت راج چند وکل بہادر سے لیا کہ تاجی و دیرانی کے باعث کسی لگاؤں میں بھی "بیگار" نہیں ملے۔ اب مناسب وقت ہے کہ "گاؤں، گاؤں" یہ سناری لارڈی جاتی پانچے کو بیگار معروف ہو گئی ہے، اپنے اپنے خواہش میں اطمینان خاطر سے رہیں۔

نیکارام نامی ایک مغربی خدمت گار تھا، (چانچ) سات لاکھ روپے لے گیا اور ایک دیم خان مندرستانی تھا جس چند دستاویزوں کے ساتھ جڑی ٹری کیا کر کے تین لاکھ روپے ہاتھ کئے، ہندوستان روانہ کر کے گیا اور وہیں

(نہری زل بہادر) اپنی روانگی کے وقت کھد رانا دعوت حسین ساگر کا معاف شدہ محمول اجناس دہی آٹھ ہزار ماچور اور محمول، حق دہی آٹھ ہزار ماچور محمول ہزار روپے پانچ سو روپے کا تمام ممالک خود سرمدی کی دہان آہ کا قافلہ اپنے ساتھ لے کر کلکتہ گئے۔

"فلانہ راختہ دیم نیم روز"

وکیل ہم

اکیسویں صفر سنہ ۱۲۸۷ ہجری کو کلکتہ سے حیدر آباد، مکلف بہادر (خلاص بارخان) موت جنگ منتقم اندر، انتقام الملک کوٹھی میں فائز ہوئے۔

سبحان انور رہا راج میں طرح طرح کے قسم ڈھاکر اور ملک کی پر بادی کے کلکتہ کی جانب گئے، اور اس کی بجائے مکلف بہادر "عادل نان" عالم کو اپنے

والے کو بھی میں فائز ہوئے۔ جس اسی روز سے مالک خود سرمدی و زمرہ میں دست قدری آٹھ لگا، اور آفتاب عدل کے طلوع کے ساتھ ہی حق تعلقی کی گم گشتہ راہیں

غریب آزادی کا جھولہ ہوا سبق، سرکار آصفیہ مالہ کی بھی خواہی میں شروع ہو گیا، آبادی ممالک خود سرمدی بند و بست کے لئے بذات خود مکلفی سی برداشت کر کے

متوجہ ہو گئے، جو کچھ "گاؤں گاؤں" رہا ہوتے پر ایک تعلقہ میں اپنی زبان سے اقرار کیا اس کے مطابق مقدمان و شہزادوں کی قومیت، زمین داروں کے مقابلے میں

لی، چاروں سمت پہلے اور اس کے پر ایک محلات میں زیادہ شافی کے لئے نائب سرکار کی حیثیت سے انگریزوں کو ضلع دار مقرر کر کے آبادی کا نقشہ بنایا گیا، مگر

ساتھ سال کی اتھری اور نملہ و بان کے باعث رہا راجی آبادی نہ ہو سکی، سرکار راجی کاہر سال ایک کروڑ اور چند لاکھ روپے کا نقصان ہونے لگا۔ (ہمارا جہاد بہادر (جنرل)

نے اپنی ضمانت بے غایت سے دیم پام کو پوری رہا راجوں کے ساتھ کوٹھی سرخ و زردانی دیم پام نے طرح طرح کی مکاریوں سے ہمارا جہاد کے ذمہ ایک

کروڑ اور چند لاکھ روپے کا ترقی مع سود و فائدہ لیا اور سواران راجی کی خواہ جو پتیا میں ہزار روپے ناہور کی مقدار میں بھی اور اس کے سوائے درمیان مغربیوں

نے ہزار روپے ناہور سواروں کو فروغ نہ کر اپنے پاس ایک گدھا "بھی نہ رکھا۔



اور اس طرح ملک کے ساتھ غداری کرنے کے الزام میں قتل کرادیا۔

قباس نے مشرور و عی سے اپنے ہم عمر شہنشاہ افغان کی طرح غیر معمولی تدبیر اور دانشمندی سے کام لے لیا جسے طرہ سے لکھنا ہے جن سے بہت تلبیل عریس میں تمام سنا فوق حالات بدل گئے اور کاس طرح اندرونی و بیرونی ہر فن کے خدات سے محفوظ ہو گیا کہ ہیراس کی ترقی میں سواغات نہ پیدا ہو سکیں۔

قباس نے اپنے بیرونی دشمن ترکوں اور اورنگزیں میں سے توئی تیرنے ترکوں کے ساتھ صلہ کر لی تاکہ اسانی کے ساتھ اورنگزیں سرداروں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اگرچہ اس صلے سے اس کے وفادار افسران کو کبھی صدر سخا اور اس کے بہت سے ملائے بھی ترکوں کے قبضہ میں پڑے تھے لیکن ناکارہ حالات کے مد نظر اس نے یہاں بائیں کو مارا کہ اس اور یہی ممکن تھی اگے چل کر اس کے خن میں نہایت سودمند ثابت ہوئی۔

ان قزلباشی سرداروں کو جو جان نثار افواج ترکہ کی طرح بجائے مفید ہونے کے خطرناک بن گئے تھے... حاکم علی سے اترتوں کے کھاٹے آواز آیا، کیا اثر و اقتدار اس طرح کم کر دیا کہ پھر بھی وہ اس کے خطرات نہ بین کیں۔ اس نے جری جاپوں کا ایک میدان لکھ لایا۔ ترتیب دیا جو اس کے غصے کا نشانہ بن گیا۔

ترکوں سے صلحت اور شورہ بشت قزلباشی سرداروں کی کھاٹا تنبیہ کے بعد قباس نے اورنگزیں کے غلبے کی تیاریاں شروع کیں جن کا چہرہ دستیاب بہت بڑھ گیا۔ انھیں اور جنھوں نے قباس کی مصروفیات اور غلات سے موقع پا کر مشہد و سیردار کوٹ لیا اور وہاں کے باشندوں کا قتل عام کیا۔

قباس نے موقع کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ ویت جلد ان کی ساری قوت توڑ دی۔ جب وہ قح و قح و قح کے ساتھ اپنے باجیت قزلباشی میں داخل ہو گیا اور اورنگزیں کی طرف سے کسی کی سرکشتہ کاخشا باقی رہا تو سزاوتنی سننے لگے اور اس کے ساتھ انگریز جنگجوؤں کی مدد سے اس وقت ایمان میں آ رہے تھے اس نے اپنی فوجی قوت کو مزید قوی دی اور جب یہاں سے لیس ہو کر ترکوں کی جانب متوجہ ہوا۔ اس کی خوش قسمت سے اس وقت سلطنت عثمانیہ کے تخت پر سلطان محمد ثالث تھیں لیکن تھا جو بہت کمزور اور ضعیف پسند تھا۔ اس کے مدد سے وہ فائدہ اٹھا کر اس نے نہ تمام ملانے ترکوں کے ہاتھ سے ہمیں ملے جو چند سال قبل طبع کے ذریعہ ان کے کھانے کے لئے تھے۔ اب وہ ساک ویران کا سلم تراخو اور تھا اور اس کی حدود سلطنت ملانے

اشنا عشری ہو گیا اور نہ صرف وہ بلکہ اس کے تمام ملائین آفرنگ تھا عشری کی ترویج و انتظام میں باوجود مصلحت و مصلحت کے برابر کوشش کرتے رہے اور اپنی فائزہ سرکشتی میں شیعہ مذہب کا نہایت شاندار ذخیرہ تیار کر لیا۔

قباس اول جو ۱۵۹۸ء میں ۱۱ سال کی عمر میں حکومت کر کے ساتھ سال کی عمر میں ۱۶۲۹ء میں فوت ہوا، اس خاندان کا بے بڑا بازگاہ گزرا جسے اور اپنے عزم و استقلال تدبیر و سیاست والی اور علم و دانش فیری کا زماؤں کی وجہ سے تاریخ میں قباس اعظم کے لقب نام سے مشہور ہے تمام موزین اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے بعد حکومت میں ایران اتنا درخشاں و خوش حالی اور عظمت و شوکت کی معراج کو پہنچ گیا تھا۔

قباس کی تخت نشینی کے وقت اس کے خاندان کی حکومت کو صحیح معنوں میں استحکام حاصل نہ ہوا تھا۔ متعدد حیثیتوں سے ملک کی حالت بھڑکی ہوئی تھی۔ مغربی سرحد پر سلطنت عثمانیہ کی افواج تباہہ کئے گئے اور خفا و عشری سرحد پر اورنگزیں کی طرف سے سخت خطرہ لاحق تھا۔ کیوں کہ وہ عشری قوت کو بالکل مٹا دینے پر تے ہوئے تھے۔ خود ملک کے اکثر مصلوب بن لقا و قتل اور سازشوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ تیز کار سردار جو ابتداً اس خاندان کی حکومت تیار کرنے میں بہت پیش پیش تھے اور شاہ اعلیٰ کی اعلیٰ قوت بازو سمجھے تھے، ابھی آپس کی عداوتوں اور تباہیوں سے اس کی دی

۱۶۰۰ء صدی عیسوی کے شروع میں سلطنت صفویہ کے تمام تاریخ ایران میں تہذیب و تمدن مذہب و معاشرت اور طبع و ادب کا ایک نیا دور شروع ہوا ہے۔ جب عربوں کی فتح ایران کے بعد عربی زبان و ادب اپنی ساری گزشتہ عظمت و سلطنت سے محروم ہو کر خلافت اسلامیہ کا مہم ایک صوبہ بن کر رہ گیا تھا۔ پہلی مرتبہ صفویوں کے ہاتھوں وہ پھر اپنی سابقہ روایات اور عظمت و ہمت کی طرف موڑ کر نئے اکوچ پاس سے جل ہی رہا تھا۔ خلافت کے ساتھ ایران میں مختلف خود مختار ریاستیں ہو چکی اور ان میں سے اکثر نے فارسی زبان و ادب کی سرپرستی کی اور اس کو صرف کمال پر پہنچانے کی کوشش کی۔ لیکن ان ریاستوں میں سے بہت کم تھیں جن میں ایرانی ملی حاکمیت تھی۔ زیادہ تر ترک اور تاتاری تھیں۔ علاوہ ایران ان کی عداوتی ایران کے صرف خاص خاص صفویوں تک محدود رہی اور کبھی دوسرے طور پر ایرانی قوم کی شیرازہ بندی نہ کر سکیں۔ تیز ان کے دور میں وہ کبھی کبھی پیدا نہ ہوئی جو ولایت و قومیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہ صرف صفوی خاندان ہی کو حاصل ہے کہ اس نے ساڑھے آٹھ سو برس کے طویل زمانہ اختیار قومی کے بعد جہاں پر انہوں کو ایک قوم بنایا اور سامانی زبان و ادب کے بعد کے ایران کا ایک ویش تمام سرزمین کو اپنے زیر نگیں کرنے کے قابل بنایا۔ کہ وہ کھانا ماس نام کر دی جس پر موجود ایرانی ولایت و قومیت کی کھات تیار ہوئی ہے۔

سامانی خاندان کے بانی اور شیر پاکان کی طرح جس نے اپنی تخت نشینی کے ساتھ ہی دولت ایران کا مذہب و قومیت کو قرار دیا تھا، خاندان صفویہ کے بانی خدام اعلیٰ اول نے برسر اقتدار ہوتے ہی اپنے بعض عزیز خواہ امیوں اور سردار صاحبوں کی طرف سے ان کے اظہار کے اوجہ نہایت مستقل مزاجی اور عزم کے ساتھ اعلان کر دیا کہ ایران کا سرکاری اور ملطنتی مذہب

کی حدود سلطنت کے کم و بیش برابر تھیں۔

نبی ملک میں ہر طرح امن و امان قائم ہو گیا اور ملحقہ افواج کی بھی خاطر خواہ اصلاح ہو گئی خود بخود ملک کی خوش حالی اور ترقی کا دور شروع ہو گیا۔ اس نے ترقی کی بجائے اطمینان کو اپنا پایہ تخت قرار دیا اور اس شہر کی ظاہری و معنوی روشنی و آرائش میں اس دور کے مابعد کیا درجہ کے جدید اطمینان نصف جہاں ہو گیا تھا۔ علاوہ برین ایران کے دوسرے شہر شنگھائی، تروان، اندول، شہد، آسترا آباد، تبریز، جہان اور کاشان بھی اس کے جدید بہت آراستہ و زیبائے ہو گئے۔

یہاں علم و فن کی روایتی قدردانی اور سرپرستی کی بھی اور بادشاہ بھی پیچھے نہیں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خود بھی شاعر تھا اور کبھی کبھار ہنروروں کو کثرتاً جمانا اس کی معمولی اور فطرتی سے بھی نظری لگاؤ تھا۔ چنانچہ آج بھی اس کے ہاتھ کی جی ہوئی ایک تصویر ایران کے شاہی مجموعہ نقاشیوں میں موجود ہے۔ نون لطیفہ میں ہماری اور معصومی کو اس کے جدید بہت زیب و زینت میں عروج ہوا۔ اس کے دربار میں ایسے ہی نای گرامی مصور تھے جو مانی و ہنر کے جانشین بنے جاسکتے تھیں۔ خاص اطمینان کی مساجد

و عمارات کے علاوہ اس نے پچھلے کے ان متعدد شہروں میں چین کا اوپر ذکر کیا گیسے بہت سی خوبصورت عمارتیں بنوائیں۔ نیز مساجد اور سیاحوں کی سہولت و آسائش کی خاطر ملک کے کون و حوض میں بہت سی کاروانہ سرائیں بھی بنائیں جن میں سے بعض آج بھی سنگین حالت میں موجود ہیں اور عمارتیں کے نام سے اس کی یاد آوازہ کرتے ہیں۔ اس کا دوبارہ ذکر ہم کے ارباب علم و ہنر سے آراستہ تھا۔ علاؤ فطالت اس کو اس قدر زیادہ عقیدہ تھا اور ان کا ایسا ادب و احترام طوطا رکھتا تھا کہ باوجود ایک باجوت بادشاہ ہونے کے خود ان کے گھر کو بیدل جانا اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ اس گروہ کے علاوہ جن کے ساتھ اس کی مراعات بہت خاص تھیں متعدد شعراء و خطاط و مصور اور نقاش اس کے دربار سے منسلک تھے۔

مصفویوں کا دور حکومت اگرچہ بہت سے علوم و فنون کی ترقی کا باعث ہوا اور بالخصوص ان بادشاہوں کی سرپرستی میں خوب آتنا معنی کی ثابت بیش قیمت اور طرز پاکت بھی پیش لیکن یہ ایک عجیب و غریب اور ناقابل انکشاف حقیقت ہے کہ ان کے زمانے میں سدا و ماحفظ فردوسی، نظامی، انوری و فغانی حیا نہیں کیا۔ ایک شاعر

میں نظر نہیں آتا۔ مصلوں کے زمانہ امتداد میں باوجود طوالت الشوکی اور افغانی کے جیسے بڑے شاعر سرزمین ایران میں پیدا ہوئے۔ عہد مصفویہ کا ایران اس سے باطل خالی تھا۔ اس کی کمی و جوہر۔ اولاً ان بادشاہوں کا دیکھنا بہت اور اس کی نشر و اشاعت کی طرف اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ان کی غایات علاقے مذہب ہی کے ساتھ مخصوص علوم و ہنر تھیں وہ اس سلسلے میں مصنفین اور درویشوں کے بھی مخالف تھے اور اوصاف اس کے دربار خاندان کے جدا علی حضرت شیخ صفی الدین اردبیلی جن کی نسبت سے یہ مصنفی کہلاتے ہیں ایک بہت بڑے صوفی اور بلند مرتبت شیخ طاعت تھے، اگر وہ صوفیا کو مصنفوں کے باحقین بہت نقصان پہنچتے تھے۔ نقوش اور فارسی شاعری میں جو گہرا تعلق ہے اس کے مد نظر ظاہر ہے کہ ان کے دور میں صوفیانہ شاعری کی کس قدر حوصلہ رسانی ہوئی ہوگی۔ انھیں خوش عقیدتی میں یہ بھی پسند تھا کہ شعراء جو ان کی مدح و تائید میں قصیدے لکھا کریں۔ چنانچہ لہجہ اور خود حواس کے متعلق بھی یہ روایت شہور ہے کہ ان دنوں شعر کے وقت کو اپنی مدح میں قصیدے لکھنے کی بجائے حضرت امیر معصومین کی نسبت لکھنے اور ان کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے

آپ کیوں پریشان ہیں

اگر آپ اشتہاری ادویہ سے مایوس ہو چکے ہیں تو ایک مرتبہ ان گولیوں کا استعمال کریں گے تو ہماری صداقت کا علم ہو جائے گا۔ یہ گولیاں شہر طبع طور پر جلد امراض مدہ کو دور کرتے خون کی تولید برپائی میں استعمال شرط ہے قیمت آنگ بکھر گولیاں۔ فی ڈبہ ایک روپیہ چار آنہ سکہ غنائیہ (دبہ)

ہمارے ملک کے عام پنداشیاء

ہماری کمی کے حسب ذیل تیار کردہ اشیا نہ صرف اس ملک میں بلکہ کہیں کہیں غیر ملک میں بھی تقویت حاصل کر چکے ہیں چنانچہ مسعودی کا حال تائیں میں اس کی کمی کے تیار کردہ اشیا کو پتہ کیا جائے کہ شریف ملک کیا گیا ہے۔

ہیرا ابل	سینٹ
بشپ تانا ہیرا ابل (دبہ)	بشپ تانا سینٹ (دبہ)
دور دکن	دور دکن
تکر حور	تکر حور
چیلی	چیلی
لسی اور	لسی اور

امید کہ ہمارے ملکی جہانی اس ملکی صنعت کی دوسرے پتی فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے ہم کو یقین ہے کہ صرف ایک دفعہ کے استعمال سے آپ کا متحمل خریدار بن جائیں گے۔



بہگوان لکھنوی منوفیکچرنگ کمپنی فرم سر گلزار حوض حیدر آباد دکن

وجود زندگی، ساسرت، روایات اور خصوصیات کے متعلق بہت اچھا مواد فراہم کر دیں گے۔

۳

مملوں کے ناموں کی تحقیق و تفتیش، ان کی تدوین، اور ان کی گروہ بندی وہ امور ہیں جن کی طرف سب سے پہلے میں اس کام کے سلسلے میں توجہ دینا چاہیے گا۔ سب سے نام ایسے ہیں جن کے جو اس مملے کی تاریخ ماضی سے چلی دین کی طرح درست ہوں گے اور جب تک اس کا پتہ نہ چلا یا جائے گا ان کی حقیقت واضح نہ ہو سکے گی۔ کئی نام ایسے ہیں جو زمانے کے انداز اور زبان کے لغوی قوانین کے مطابق اپنی شکل و نہایت میں تغیر و تبدل حاصل کیے ہیں اور ان کی اصل شکل و معانی میں تاریخ میں۔ مطلب یہ ہے کہ ان بدلی ہوئی شکلوں میں سے بعض ایسی ہوں اور سب سے پہلے ان کی اصل شکل سے پہلے والے ان کی کو جمع کیے گئے ہیں اور اگر آج کوئی ان کی قدیم اور اصل شکل میں پیش کر دے تو ان کا پھر سے رائج ہونا تو کمال کی سمیت سے ہی آج کے لئے ممکن ہو گا۔

حیدرآباد کے محلے اپنی آبادیوں کے آغازی زمانہ اور تاریخ کے لحاظ سے کئی گروہوں میں تقسیم کر کے جاسکتے ہیں۔

پہلا گروہ ان قدیم ترین مملوں کا ہے جن پر شہر حیدرآباد کی ابتدائی آبادی منحصر تھی۔ ابراہیم علی قلی شاہ (۱۷۵۷ء - ۱۸۰۸ء) سے اور اس کے آقا شاہ (۱۸۰۳ء - ۱۸۰۸ء) کے زمانوں کے درمیان میں حیدرآباد جو محلے آباد ہوئے ان میں اکثر اس وقت تک آباد ہوئے جو انھوں نے اپنی جگہ سے مملوں کو بدلی، اور بعض گروہوں میں لیکن یہ ممکن اور نئے ناموں کے ساتھ۔ جو محلے اب تک اپنے اصل ناموں کے ساتھ باقی ہیں ان میں سب سے قدیم داراشاہ، حسین علی خان، ۳۔ بادشاہی خانہ، اور ۴۔ کاروان سماج ہیں۔ ان کے بعد کے زمانے میں جو مقام آباد ہوئے ان میں سے "گوشہ محل" ۲۔ سلطان شاہی ۳۔ اور ۴۔ چار محلے کے نام اب تک باقی ہیں۔

دواں کو لکھنے کے بعد اور مملے حیدرآباد میں جو محلے آباد ہوئے، ان کے بعد مملوں کے لئے جوئے نام رائج ہوئے ان میں سب سے قدیم و تبدیل ہوا ہے۔ اس محلے کے بعض ابتدائی نام "شاہ کچ" ۱۔ کوٹلا چاہا ۲۔ سلطان چاہا ۳۔ اور ۴۔ دودھ خانہ تھے۔ "بگ" ۵۔ وغیرہ اب تک موجود ہیں۔ آج سے سو دو تھ سال کے اندر جو محلے آباد ہوئے، ان میں سے بعض مملوں کی جگہ حاصل کی ان کے اصلی نام اب تک باقی ہیں۔ مثلاً پرانی چوٹی ۲۔ سلطان شاہی ۳۔ سدی عسکر کا بازار ۴۔ محبوب شاہی ۵۔ قنار پورہ ۶۔ حمایت بھگت ۷۔ شاہراہ قناری وغیرہ۔

زمانہ تعمیر اور ناموں کی قدامت کے لحاظ سے حیدرآباد کے مملوں کی یہ ایک موٹی سی اور نام کی تقسیم ہے۔ لیکن اس مملوں کا اصل موضوع مملوں کی گروہ بندی نہیں ہے بلکہ حیدرآباد کے مملوں کی آبادی اور ان کی تاریخی تحقیق و تفتیش کرنے اور معلومات کو نظم بند کرنے کی تحریک کا آغاز کرنا ہے۔

۴

حیدرآباد کے اور حیدرآبادی کے نہیں بلکہ ہر شہر کے مملوں کے نام کئی گروہوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں گروہ میں ان ناموں کو شامل کیا جائے گا جو کسی اور یا سر کی یادگار کے طور پر رکھے جاتے ہیں، یا اس کے بعد حکومت سے آباد ہوتے، یا اپنی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ اس قسم کے ناموں میں "انفصل کچ" ۱۔ "قنار شاہی" ۲۔ "حمایت بھگت" ۳۔ اور ۴۔ شاہراہ قناری وغیرہ شامل ہیں۔

دوسری قسم کے نام وہ ہیں جو بنانے والے یا مالک کے نام کی مناسبت سے رکھے جاتے ہیں۔

مثلاً "کمان شمس الارباب" ۱۔ "کوٹلا چاہا" ۲۔ "سدی عسکر کا بازار" ۳۔ مثلاً "اب سیر محلہ" ۴۔ "بگ" ۵۔ "گروہ میں وہ نام شامل ہیں جو کسی خاص عمارت کے وقوع یا کسی خاص شخص کی سکونت کی نسبت سے رائج ہو جاتے ہیں۔ مثلاً "داراشاہ" ۲۔ "دواں کی چوٹی" ۳۔ "سرمدان کی چوٹی" ۴۔ اور ۵۔ "بگ" ۶۔ وغیرہ۔

چوتھی تقسیم ان کے مطابق ہے جو خاص قسم کے لوگوں یا خاص پتہ واپوں کی سکونت کے لحاظ سے شہر ت یا پتے ہیں۔ مثلاً "چاری دروازہ" ۱۔ "کالانی چوڑہ" ۲۔ "ترپ بازار" ۳۔ اور ۴۔ "سادیوں کا رسالہ" وغیرہ۔

پنجم قسم کی خاص تاریخی واقعہ کی وجہ سے، یا اس جگہ کی کسی چیز یا شخصیت کی نسبت سے رائج ہوتے ہیں۔ ناموں کی ان پانچ قسم ہے اور یہ نام اپنی سرگزشت کے لحاظ سے نسبتاً زیادہ بچے ہوتے ہیں۔ مثلاً "فتح دروازہ" ۱۔ "نوبت چار" ۲۔ "پھلی کمان" ۳۔ "لال دروازہ" ۴۔ وغیرہ۔

اسی طرح کہنے اور بھی جز تین محل کیں، اھار اس تحریک میں ایک سے زیادہ آدمی کسی پتے یا گروہ بہت ہی آغاز ہو سکتے ہیں۔

اس طرح سے ہر اور موضع جو آباد ہو جائے گا ناموں کی گروہ بندی آتا اہم اور بچے کام نہیں ہے چنانچہ ان واقعات کا تلاش اور ان کا اظہار جن کی بناء پر یہ نام دیا ہوئے اور ان کے زمانہ تک زندگی میں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں، ان مملوں میں سے ایک کوئی ایک کا ذکرہ اور ان کے ناموں کی سرگزشت پیش کرتے ہیں جس سے ہر آدمی حاضر کی آبادی کو معلوم ہو گا کہ ہر شہر کی کسی کسی تاریخی اور شاہی و چسپان موجود ہیں۔

۵

پون جو حیدرآباد کے متعدد محلے، ان کی آبادیاں، اور ان کے نام منظر میں ہر کوئی خدا کا بندہ ان کی نسبت حیدرآباد کو مجمع طور پر واقف کرے، اور اس محدود مملوں کی تلاش نہیں ہے کہ ان میں سے اکثروں کی سرگزشت بیان کی جائے اس لئے فی الحال "خیریت آباد" "حسن مسگر" "ان صاب کا تالاب" اور "خیل کی کمان" کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ حیدرآباد کی حیدرآبادیوں پر آئندہ کسی اور سلسلے میں انشاء اللہ نظر ڈالی جائے گی۔

خیریت آباد

اس نام کی تاریخ کو گواہوں و چسپان سے معلوم ہے صرف اس لئے کہ حیدرآباد، اس محلے کے اطراف و اکناف میں چلا آ رہا ہے، اور اس شہر کے اکثر ارباب محل و عقد اس میں بود و باش رکھتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ اس شہر میں اور عام مملوں کی آبادی میں بسنے والے ان علم و فضل والے آدمی کی آساری کے صحیح نام اس کی حقیقت ہے واقف نہیں ہیں آخر ان کو کھڑا ہے بسنے تو ایسے تو ظاہر بھی نکلے کہ عوام کے لفظ خیریت آباد کو غلط قرار دیکر اپنے "ادب خانہ غلط" اور "زیر ناگواریوں" میں لفظ خیریت آباد، صحت کرنا شروع کیا اور اپنی اس حرکت "انہ" پر فخر بھی کرتے گئے کہ ہم نے ایک سرشارہ لفظ کو صحیح طور پر رائج کرنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت حیدرآبادی کا صحیح نام خیریت آباد نہیں بلکہ "خیر آباد" ہے۔

اس وجہ سے کہ تحقیق کے لئے جس آج سے پون سو سال قبل کے "ابتدائی حیدرآباد" کا مطالعہ کرنا چاہیے تو ملکہ بہت سی اصل میں اسی زمانہ میں لسانی کی تھی۔ جس وقت خیریت آباد کی بنا ڈالی گئی تھی شہر حیدرآباد کی جگہ پر ایک محلہ "خیر" "بچلہ" آباد تھا۔ حیدرآباد کا اپنی کو لکھنے کا جملہ اقدار مملوں سلطان محمد علی شاہ ہے اور خیریت آباد کا باقی اس کا باب سلطان ابراہیم شاہ جو اپنی بے قصب آباد

جس ایک بادشاہ (مختلطی) کا کیا باوجود واحد کی تھی اور جہاں ایک بادشاہ (مختلطہ) کی
 واحد ملحق ایک اور حد تک کی اس جتنی جو ایدیں ملکر عبد اللہ تخت شاہ کے تخت سے باہر
 ہوا اور عیب اتفاقی ہے کہ عیب و غریب شہزادی اور ملک اپنے اطرے کے کے جہاں کو
 میں جی میں صرف زندہ رہا اور صرف زندہ ملک مگر اس کی اجازت کے یہ خود بادشاہ
 کوئی کہ نہیں کر سکتا تھا اور بادشاہ کی اس صاحب کا حکم یہاں میں آخری لفظ ہوتا تھا
 اور یہ اس صاحب اتنی بدولت و غرور و مقبول تھیں کہ نہ صرف بادشاہ ملک کا سچا حکم کو
 ان میں صاحب سمجھا تھا اور اسی وجہ سے نام ایک اس شکل میں چلا آیا البتہ عام ملانی
 ارتقا کے مطابق اس میں تبدیلی کی جی ہوئی ہے

شیڈول کی کمان

”شیردل کلان“ ان جابر کا نونہا ہے جسے حاجی سے ساڑھے تین سو سال پہلے مولوی
قلب شاہ کے محل کے سلسلے شایعہ طوائف کے چاروں مالوکوں کو طوطی بنائی گئی تھیں اور ان کے
چہرہ اوراق کے طوائف شایعہ طوائف کے طوطی بنائی گئی تھیں اور ان کے
فلک اسیر کی دروازہ تھا اور دروازہ دولت خانہ عالی کے کھانا۔ اس پر نہایت قیمتی پردہ بڑا
رستا تھا جو شاہزادہ کا محل سے نکلے وقت اٹھا رہا تھا۔

اس روزِ دولت خانہ علیؑ کے باہلِ قبالِ مغرب کی طرف، اس جگہ جا
سے آج کل سماج کاروں کے مکانوں، نوکرانہ کی طرف رہائے لکھنا سے کل خاص کا
باب عالی، خاص جو خاص طلاق تھا، اور جس کو لکھ رنگ زیب سے فتح میرداد کے عید کی رو آ
کر دیا تھا۔

ساز ہے تین سو سال تو تاریخ میں عظیم الشان غلبہ شاہی ہو گا اور دولت خانہ عالمی کے آئینہ جود ہیں۔ اس کا نام سے اگر آپ کو کچھ نہیں تو یہی اصل حکمران کے کہ ایک بڑی سنگین کچھ ہے۔ اب تک۔ اس میں جو ہے، حالانکہ اس میں کچھ نہیں مایان کے آئینہ جود ہیں تین سو سال میں جو ہے جس میں اس اور جو بھی ہے، ہو گا۔ وہ اور ان کا کام بھی دینی حق نہیں۔

ہم سے اسے اس طرح پر بات نہ کرو، ہمیں ہے کہ اس کا نام دروازہ سے
خارج عالمی سے رکھ دینا چاہیے کہ اس کی نسبت کسی طرح کی روایت میں موجود
ہیں۔ لیکن یہ کہ اس کا نام خلیفہ شاہیہ کے بعد رکھ دینا بھی ممکن کا دروازہ ہونے کی وجہ
سے رکھ دینا غرضی خصوصیات کا حامل سمجھنے کے۔ ان کا اعتقاد رکھنا کہ اس کی حاکم کا دروازہ
جو اسے قیام لانے سے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے اس کا نام رکھنا بھی ممکن ہے اور
ہر یہی لفظ موتی قناریت حاصل کر کے شہر رکھ دیا۔

[illegible]

حیاتِ مخفیہ جگہ کے اس علی گڑ گزشت ہمارے اس مضمون میں لگے جو چاکر کا
 کے عنوان سے "حسن لا یزین" شائع ہو رہا ہے۔ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ
 شہر ایک تو قلعہ شاهی سلطنت کے شاہی فضاءات میں شامل تھا، اور دوسرے حضرت
 علی کرم اللہ وجہہ کے لقب "شہزادہ" کی مناسبت سے شہید مذہب کے ظاہری لوازمات میں

مغای زبان تنگلی کے علم و ادب اور شعر شاعری کی قدر دانی کی وجہ سے انگلی شاعروں کا ”مجموع خاص“ تھا۔ اعلیٰ عظیم اور بہت سلطان نے اپنی ایک بڑی شہزادی خیرۃ النساء کی بوجہ ماش کے لئے اس سرسبز و آباد اور بہت خوشحلوں کی ایک نیا آبادی کی بنیاد رکھی۔ اس کی محنت خشک نہیں رہی تھی اور اداکار کے رائے بھی کہ کلاہ کے شاہی محکمات گہرے گلابوں میں گھرے ہوئے ہیں اور شہزادی کو ایک کھلی اور خوشگوار آب و ہوا میں قیام کرنے کی ضرورت ہے۔

جانبِ چادرِ شاہِ نئے، اپنے دو بار کے "صدرِ اہلِ حقیرت"، ابو عبد اللہ فیضِ اہلِ حسین کو (جو عبدِ حقیرتِ حسین شاہ ولی کے نام سے مشہور) کا حق ہوئے اور خود بادشاہ کے داماد اور دس ہزار فوج کے سپہ سالار تھے) حکم دیا کہ اس عکاسِ باغ و گلنِ محبت، انا راؤ طالبِ حقیر کرے۔ "سید" انا راؤ طالب کو اب تک جو جو کتبِ باغ و گلنِ دوسرے قلمبِ شاہِ باغوں اور محلات کی طرح صفحہ بہ صفحہ بہت طبعِ ناز ہو گئے۔

حسین ساگر

جو مرقعہ تالاب آج حین ملکہ مارگوں کا ہے، اس میں ایک چوڑا سا مکہ تھا جو اسی مندر کے بالا
 قلعہ شاہی باغ کے درمیں میں واقع تھا اور جس کو اب ہم قلعہ شاہ کے محلے سے اس وقت
 کے ابو عبد اللہ فیصل بن حسین اور آج کے ”حسین شاہ ولی“ نے شہر اور خیرہ انسا کے
 لئے ایک وسیع نظر اور حمت افزا تالاب کی شکل میں بنوا کر اس کا اصل نام ”ابوہریرہ مارگو“
 بادشاہ کے نام پر رکھا گیا تھا مگر دورانِ قریب عبداللہ بن حسین، غنیکہ کے ہاتھ میں آج جسے
 حین ملکہ مشہور ہو گیا اور اب احمد سرکاری کونستون کے اصل نام راجہ نہ ہو سکا۔

اس نالاب کی تعمیر کے سلسلے میں مدارالہما و قیارت نے تعمیر الدین حسین سے جو موقوفہ
 قیارت کا مظاہر رہے، ان کی نسبت رقم کے قصے اور روایتیں سنیں جو جن کا انوارشاہ
 کسی اور مقام پر "حسین شاہ" کی حیثیت کے سلسلے میں کیا جائے گا۔ چونکہ اس نالاب کی تعمیر
 ان کے اہل خانہ کی نیاں بھی ہو چکی تھی اس لئے ممکن ہے کہ اس وقت سے عوام ان کی ولایت و
 کرامت متعلقہ ہو گئے ہوں۔

شہزادی خیرۃ النساء کا جب انتقال ہوا تو خدا کو برا ملا ہوا چنانچہ اس کے حکم سے
 بغیر لڑیں حسین (رحمۃ اللہ علیہ) نے خیرۃ آباد کی مسجد کے پہلو میں ایک گندہ تعمیر کرا دی جو اب
 تک موجود ہے۔ اس گندہ میں شہزادی کی نقش ارضی طرح پر سردھاک کی گئی تھی۔ کیونکہ روایت
 ہے کہ لحد کو وہ گرائے علی بن دفن کی گئی۔

اور پھر جو کچھ اس نے سنا وہاں ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے لکھا گیا کہ جو شخص ہندوئی ان کو بیانیہ کی سمجھ دے خیرۃ اللہ ہوگا اس کا کوئی عین۔ یہ حال یہاں تک پہنچا کہ حسین شاہ نے اسے خبرت آباد اور حسین شاہ کو سنی کے لئے آباد کیا اور ان کو نصیحتا عربی ہے اور شاہ ابھی کی کرامت ہوگی کہ خیرت آباد اور اس کا قریب دھواڑ آج تک مقبول ظالمین ہے اور صاحب غوث کا ملکن اور حسین شاہ اور اس کا محل بھی جو نصیحتا اور غوث غنی شاستر جوتا رہا ہے خیر حیدر آباد اور اس کے قریب کا کوئی سلاب آتا ہے خوش نظر اور بار بار دیکھو گا !!

مان صاحب کی تالاب

گوگندہ کے شاہی خاندان کو یہ خط رحمت آباد اور حسین ساگر کا فوج اس دربار
پہنچا کہ سلطان ابراہیم کو پتی محمد علی قطب شاہ کی اطاعت کی شہزادی لینے جو تہ النسا کا بیٹا
حیات بخشی بیگم نے اس کے قریب ایک اور بیگم، اہزار اور ابلا ب، بنوایا جو اس وقت تک
موجود ہیں۔

حیات بخشی بلیم کے طالب کوڑاں صاحب کا تالاب اس نے کہتے ہیں کہ خیانتوں

تجارتِ نہیں کہتی کہ

تم کچھ نہ کرو بلکہ جو بھی کرو اصول اور تہذیب کے دائرہ سے

باہر نہ جاؤ اور سچائی سے کام کرو

ہمارا ملک مہذب ہے

تو ہکو بھی چاہئے کہ دائرہ تہذیب میں اپنی سچائی و دیانت کو
کام میں لاتے ہوئے پبلک کو دھوکہ نہ بچایا

نہ کہ ٹٹھی کے اشتہار

مثلاً انعام۔ لاٹری۔ سر کو روغیرہ کے سبب باغ کی سیر کراتے
ہوئے پبلک پر اثر قائم کریں اور نتیجہ بنداز کو یا بھیج سب کیا
یہ یک کر شتمہ و کار کا مصداق تجا ہے

میراجو بھی کام رہا ہے

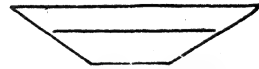
بغیر نتیجہ کے خالی نہیں رہا اور نہ آئندہ رہیں گے ان اصول کو
بیش نظر رکھتے ہوئے (۲۴) سال سے برابر ملک اور غیر
ممالک کی خدمت کر رہا ہوں جو عزیز جنتری کے نتیجہ معلوم ہوگا

احمد حسین ولد محمد ابراہیم خیرل مرچنٹ

سالار جنگ بلوچستان آبادکن

کھانا تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ جو جانتے نہیں گئے اپنے محل کے حاضرین میں
ایک شبیر بنوایا جو جس کی یاد است تک شبیر گل کی شکل میں باقی ہے۔
غرض عوام اسی شبیر گل دھڑکے شبیر کی طرف لے جانے والی کمان و کمان
شبیر گل کے لئے گئے ہوں تو کوئی تعجب نہیں۔ یہ بہت ممکن ہے کہ یہ لفظ باضابطہ
صوفی تہذیبوں کے تحت پہلے شبیر دل بنا ہو اور پھر شبیر دل۔ حرف "د" "و" "ہ" "ت"
سے پہلے کا "س" جیدرا بڑی اکثر "س" "ط" "و" "ی" جاتی ہے۔ مثلاً الفاظ خردہ، مرودہ،
اردل یا اردلی اور گرتا کو جیدر آباد کے ان طرح عوام خردہ، مرودہ، اردل یا اردلی
در لڑنا پڑتے ہیں۔ یہ ایک باضابطہ اور یا اصول صوفی تبدیلی ہے جو اکثر زبانوں میں
کی جاتی ہے۔

(ختم شد)



ڈاکٹر سید محمد الدین قادری زور کی مطبوعہ تصنیفات

تہذیب	تاریخ ادب	تحقیق
روح تنقید تنقیدی مقالات تین شاعر	اردو کے اسالیب بیان اردو شہ پارے محمد غفری کی بزم ادب	حاضر اور کل شاعری (دہشتخانی الکیمی ال آباد) گارساں داسی (در سید کرہ گلزار ابراہیم دہشتخانی ترقی اردو)

افانے	لسانیات
طلم تقدیر تازیانہ	ہندوستانی لسانیات ہندوستانی صوتیات



حیدرآباد میں کی مشہور معزز وکان

جامی محمد ترکی کیا پرچہ سالار خان کا گنا حیدرآباد

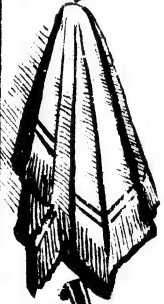
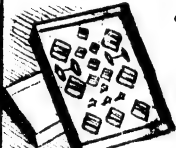
ہمارے وکان

میں آج چالیس سال سے ملک کے مروجہ فیشن کے مطابق قسم کا سامان اور پے غیرہ سے راست منگوا کر

خوبائش معزز خریدار صاحبان فروخت کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ

ملکیت آصفیہ میں ہمارے وکان کو مقبولیت حاصل ہوئی ہے مختصر فہرست درج ذیل ہے

رومی ٹوپی شیر کوک، مصری ٹوپی کر سٹی، بوٹ، شوز زنانی و مردانی قسم پائے، دستے، توال، بنین، قسم، شیر وانی کے بہترین بٹن، سفیٹ ریز، چھتر، لڑی، چاقو، قینچی، بلاکٹ، ہیمہ، سوزنیاں، غیر وغیرہ





حیدرآباد دکن کی مشہور معزز دوکان

حاجی محمد نر کی کیا پچنٹ لا اچانک نہا حیدرآباد

ہماری دوکان

میں آج چالیس سال سے ملک کے مروجہ فیشن کے مطابق ہر قسم کا سامان اور پے غیرہ سے راست منگوا کر

خوبائش معزز خریدار صاحبان فروخت کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ

ملکت آصفیہ میں ہماری دوکان کو مقبولیت حاصل ہوئی ہے مختصر فہرست درج ذیل ہے

رومی ٹوپی شیر گولہ، مصری ٹوپی کر سٹی، بوٹ، شوز زنانی و مردانی ہر قسم پائتایہ دستی، توال، بنین ہر قسم، شیر وانی کے بہترین بٹن، سفیٹی ریز، چھتر، لٹری چاقو، قینچی، بلائنگٹ، ہر قسم نوزنیاں، غیر وغیرہ





تہمت ہوگا۔ مذکورہ بالا امور سے حسب ذیل نتائج نکلے ہیں :-

(۱) باؤلی جس قدر مہینہ کھودی جاسکتی ہے کھودی جائے۔

(۲) باؤلی کا قطر زیادہ نہ ہو بلکہ صرف اس قدر جو جس قدر چپ یا موٹ کے لئے ضروری ہے۔

(۳) باؤلی سے ملنے ایک نالی باؤلی کے حق کے برابر مہینہ کھودی جائے جس کا طول آب مطلقہ کی مقدار اور زمین کی نوعیت کے لحاظ سے رکھا جاسکتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باؤلی کا حق کیا ہونا چاہئے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں زمین میں باؤلی سطح زمین کے قریب ہوتا ہے وہاں گری اور برسات کی سطح کا فرق کم ہوتا ہے اور جہاں باؤلی نیچے ملتا ہے وہاں فرق بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے موسم بارش کے دوران میں بارش کا موسم بارش کے جو سطح باؤلی میں باؤلی کی سطح سے اوپر کا علاقہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اگر زمین میں جو سطح نیچے ہے اس کا علاقہ کرنا ضروری ہے جو اگر زمین کی سطح سے سین فٹ عین باؤلی کی سطح سے دو فٹ عمق کا فی فٹ کیا جاسکتا ہے اس سے کم عمق صرف ایسے مواقع میں کھنا مناسب ہوگا کیونکہ باؤلیاں اگلے یا ہندے کے کنارے ہوں۔

جب باؤلی زیادہ مقدار میں لایا جاکر اسے کا تو چند فٹ باؤلی اتر جائے گا اور پھر جس سال بارش کم ہوئی تو اس نالی کی سطح اور نیچے اتر جانے کی توقع کرنا چاہئے۔ اس طرح یہ توقع کرنا غلط نہ ہوگا کہ کم از کم باؤلی کھودنے کے وقت موسم گرمیاں جو سطح سے اگلے اس سے اور دس بارہ فٹ باؤلی کم بارش کے سالوں میں اتر جائے گا نیز ایک باؤلی پوری طور پر استعمال میں لائی جائے اور ایسے زمانے میں صرف آٹھ یا دس فٹ باؤلی میں ہی دھ جائے گا جو گرمیوں میں خرچ کے لئے کافی ہو جائے گا۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باؤلی کی نالی کا طول کس طرح عین کیا جائے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ اوٹا کو چھ کھو، اندازہ لگایا جائے کہ کس قدر باؤلی کے لئے باؤلی کی تیار کرنا مقصود ہے۔ یہ بھی تیار کرنا مقصود ہے کہ چھاس ہزار گیلن روزانہ حاصل کرنا مقصود ہے اور یہ بھی تعین کر لینا چاہئے کہ باؤلی کا کس قدر قطر درکار ہے۔ فرض کیجئے کہ باؤلی کا قطر مطلقہ دس فٹ ہے۔

جن لوگوں کو باؤلیوں کے کھودنے کا تجربہ ہے انھوں نے دیکھا ہوگا کہ باؤلی پھٹو باؤلیوں میں جو طرف سے پھر کر آنا ہے اور زمین سے باؤلی زیادہ مقدار میں بننا ہو سکتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندر چھوٹی سی نالی ہے جس میں سے باؤلی آ رہا ہے۔ یہی نالی دراصل قدیم زمانہ کا شگاف ہے۔ باؤلی باؤلی کی تین پھر کر آتا ہے اور بارش سے بھی باؤلی کے اندر باؤلی کی سطح چپ کرنے کی وجہ سے زمین قدر نیچے ہوتی جائے گی اس کی قدر باؤلی کا دائرہ زیادہ ہوگا اور باؤلی کی آند زیادہ ہوگی۔ اس لئے اگر ہم باؤلی کو زمین کے اندر کی سطح آب سے زیادہ عمیق کھودیں یا عمیق کے لئے زمین کی سطح پر پھر کے رتبہ کو زیادہ وسیع کریں تو پھر دو صورتوں میں باؤلی زیادہ ملے گا۔ اگر دونوں صورتوں میں اختیار کی جائیں تو باؤلی اور زیادہ ملے گا۔ مثلاً اگر ایک باؤلی میں باؤلی دس فٹ ہے اور دوسری میں سین فٹ اور دونوں کی پھر کر رتبہ یکساں ہے تو سین فٹ عمق کی باؤلی سے اس فٹ عین باؤلی کے مقابل میں باؤلی کا سیر آئے گا۔ اسی طرح اگر دونوں باؤلیوں کے باؤلی کا عمق دس فٹ ہو مگر ایک باؤلی کی پھر کر رتبہ یا پھر کو سیر فٹ ہو اور دوسری باؤلی کا رتبہ ہزار فٹ ہو تو ثانی الذکر باؤلی سے مقابلہ اول الذکر کے زیادہ باؤلی دستیاب ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے، نیز طیکہ زمین کی نوعیت ایک ہو جیساں باؤلی کا دائرہ دار شگافوں پر ہو وہاں جس قدر باؤلی کا طول زیادہ ہوگا اسی قدر زیادہ شگافوں کے لئے کا امکان ہے۔ مثلاً اگر ایک باؤلی میں سین فٹ طول ہو اور دوسری ۱۰ فٹ کی تو ثانی الذکر باؤلی میں مقابلہ اول الذکر کے شگافوں کے باؤلی کا امکان نہ لگا زیادہ بڑھ جائے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ زمینوں یا فٹ کی باؤلی بنانے کے کفایت اس میں ہے کہ باؤلی تو چھوٹی قطر کی ہو اور اس سے لی ہوئی ایک نالی باؤلی کے برابر عمیق کھودی جائے جیسا کہ تختہ منسلک سے

”باؤلیاں کس قدر کھودی جائیں گی باؤلی کی زیادہ سے زیادہ مقدار کم سے کہ خرچ میں حاصل ہونے سے اس مضمون کا موضوع ہے۔ ممکن ہے کہ بیش بہا ہو کہ باؤلیاں جو ہزاروں برس سے کھدی ہیں اس پر کافی تجربہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے لئے ابھی کوئی امر معلوم کرنے کے قابل باؤلی ہے جن حضرات کے دل میں ایسا خیال ہے جو ان سے میری استدعا ہے کہ

اگر وہ ہزار ہا سال کے تجربہ کے بعض عمومی چیزوں میں بھی اصلاح عمل میں آتی رہتی ہے۔

باؤلی میں باؤلی دو طریقوں سے آتا ہے۔

(۱) ایک تو یہ کہ جس زمین میں باؤلی کھودی جاتی ہے اس میں ذرات زمین کے درمیانی خلاؤں میں باؤلی موجود ہوتا ہے جو باؤلی کے اطراف سے پھر کر اتر آتا ہے۔ (۲) دوسرے طریقہ زمین کے اندر اس وقت کی شگافیں موجود ہوتی ہیں جب وہ حصہ بننے تھا اور زمین میں پھر کر آتا ہے۔ یہ شگافیں بعض مکہ بڑی لمبی ہوتی ہیں اور بعض مکہ چھوٹی ان شگافوں کے دونوں اڑوں سے باؤلی پھر کر باؤلی میں آتا ہے تو جس کے شکل اختیار کرتا ہے جس قدر شگاف لمبا اور چوڑا ہوگا اسی قدر باؤلی کی آمد زیادہ ہوگی۔

جب کہ یہ چیزیں زمین میں باؤلی کھودی جائے تو شکل اول تقریباً مقصود ہوتی ہے اور باؤلی کی آمد کا دائرہ صرف اتنی شگافوں پر ہوتا ہے جو ان طرفوں میں موجود ہوں اس وجہ سے ایسے موقعوں پر بعض فٹ کا ایک باؤلی یا مکہ ناکام ہوتی ہے اور اس کے قریب ہی دوسری باؤلی بہت کم یا مکہ ناکام آتی ہے یہ عین اول کی چیزیں مثال وہ باؤلیاں ہیں جو رتبہ زمین میں کھودی جاتی ہیں ان میں پھر طرف سے ہوتی ہے اور شگاف مقصود ہونے سے۔ مگر دیگر اقسام زمین میں اور خاک مکر مورم زمین میں باؤلی دونوں طریقوں سے آتا ہے۔

دیار کی مٹی کی لٹاؤ کے ۱۳ فٹ کی باؤلی پیلے کھدی جائے۔ اگر اندازہ دیکھا جائے کہ گڑبوں میں باؤلی کی سطح زمین سے سین فٹ ہوگی تو باؤلی کا عمق زمین سے بہ فٹ ہونا چاہیے اس باؤلی کی باؤلی پائی کرنے کے اگر عیب لگایا جائے تو آسانی سے مٹا دیا جاسکتا ہے۔ باؤلی میں پائی کی آدھ گز فٹ سے لے کر ۱۵ گز فٹ تک ہونا چاہیے۔ اگر زمین کے اندر کی سطح آب سے باؤلی میں پائی کا عمق ۱۵ فٹ سے نیچے ہو تو باؤلی میں آدھ گز فٹ ہونا چاہیے اور اگر زمین ۱۵ فٹ سے نیچے ہو تو مزید اضافہ کر دیا جائے گا۔ ایسا تختہ بنا لیا جائے تو پھر بہت آسانی سے یہ رائے کا یہ کر لی جاسکتی ہے کہ اندازہ عمیق پائی کا طول و عرض کیا ہونا چاہیے۔ مگر ۱۵ فٹ عمق بہت کم کافی ہے اس سے طول کا پینٹن ہو جائے گا۔ چنانچہ اس حساب کرنا ممکن نہ ہو تو باؤلی کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا فٹ کی نالی کھودی جائے اگر یہ کافی نہ ہو تو اس کو بعد میں طویل کر دیا جاسکتا ہے۔ باؤلی کو بڑا کرنا ممکن ہے۔ حساب سے تو مگر کونوں کی اطراف کی دیکھ کر خرچ گول چنے میں بتا دیا ہوگی یا دیوڑی کی بندش کے بہت کم ہونا ہے اس لیے پھر پڑی غلط ہے کہ باؤلی میں پائی کو پائی بنا کر اون کے اطراف دیوڑی کی بندش کی جائے۔ اگر بندش کرنا مقصود نہ ہو تو باؤلی میں قدر میں ہوں بہتر ہے۔ اگر بندش نہ کی جائے تو باؤلیوں میں سے کچھ نہ لکھنے کا خرچ برداشت کرنا اور تکلیف اٹھانا ضروری ہو گا۔ ورنہ چند سال میں باؤلیاں بالکل بے کار ہو جائیں گی اس لیے میری تجویز یہ ہے کہ باؤلی تو چھٹی ہی میں یا بارہ فٹ قطری کی تھیے سے اوپر تک پھر کی بندش کے ساتھ بنائی جائے اگر پھر اس قسم کا نکل آئے کہ بندش کی ضرورت نہ ہو تو اور بات ہے اس باؤلی کے ساتھ ایک طویل نالی باؤلی کے برابر عمق کھدی جائے اس نالی کو تقریباً پندرہ یا بیس فٹ تک لگائے پھر دیا جائے اور اس کے اوپر دو فٹ

گھڑا دیا جائے اور نکل کے اوپر مورس ہو گوی مٹی اندر سے نکلی ہو اس کو ڈال کر نالی پائ دی جائے کسی طرح اصل باؤلی جو نالی کی شکل میں ہے زمین کے اندر رہے گی اس کا باؤلی گول باؤلی میں آئے گا وہاں سے ٹوٹ یا پیمپ کے ذریعہ سے نکالا جائے گا۔

اسی باؤلی نہ نہ دراز تک اچھی حالت میں رہے گی۔ کوئی چیز اس کے اندر گر کر اس کو بچ کر نہ والی نہ ہوگی اس قسم کی باؤلی کا خرچ بڑی گول باؤلی کے مقابلے میں بہت کم ہو گا اور کوئی باؤلی کے مقابلے میں تو وہ بھی کم۔ اگر باؤلی کی تہہ پتھری ہو یا بہت سخت مورس نکلے تو یہ بھی ممکن ہے کہ باؤلی کی تہہ میں سرنگ لگا کر ایک یا دو نالیاں کھدی جائیں۔ اس صورت میں سرنگ لگانا اور یہ سے نیچے تک باؤلی کھودنے کے مقابلے میں موجب قناعت ہو گا۔ میں نے غارے کپڑے کی چند قدیم دیوڑیوں میں سرنگ لگی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں بعض انجینروں نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ باؤلی

میں سرنگ لگا کر زیادہ پائی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تختہ ذیل کو اگر چھوڑے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں سے مٹی کی مٹاؤ کے خالوں کے ذریعہ واضح کر دیا ہے۔ باؤلی یا بیس فٹ عمیق تصور کی گئی ہے اور یہ بھی تصور کیا گیا ہے کہ اطراف پتھر کی بندش بھی یا بیس فٹ اونچی ہے اس تختہ میں میں نے فٹ کی باؤلی کے خرچ کو جو واسطو حالات سے سخت کھدی جاسکتی ہے اس میں نظر کر کے دوسروں کا اس سے مقابلہ کیا ہے جس سے سمجھنے میں سہولت ہوگی اس طرح اس فٹ کی باؤلی کا رتبہ پتھر کو جو بہتہ سے دس فٹ بلند ہو گا کی مقدار کے دوسروں کا اس سے مقابلہ کیا ہے۔ اس تختہ میں بارہ مات میں اور آٹھ کالم میں جس قسم کی باؤلی کی میں سفارش کر رہا ہوں نقشہ ذیل ہے۔

توضیحا اس تختہ سے جو چند اہم امور استخراج ہوتے ہیں ان کو ذیل میں بیان

کرنا چاہتا ہوں تاکہ تختہ کے سمجھنے میں مدد ملے۔
(۱) دس فٹ کی باؤلی کا خرچ ایک ہزار۔ یہ فٹ کی باؤلی کا خرچ پانچ ہزار آٹھ سو روپے اور دونوں کا تناسب ۵:۸ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱۵ کالم ۲) و (۳ کالم ۴)۔ اب ان دونوں دیوڑیوں کے قطر میں تناسب ۲:۳ کا ہے اور رقبہ پھر میں تناسب ۸:۳ کا ہے ملاحظہ ہو ۴ کالم ۶۔ یہ الفاظ دیگر محسوس ثابت سے ہم قطر کے پڑانے میں زیادہ رقم صرف کرنے میں اس ثابت سے پائی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اب اگر میری تجویز کے موافق نالی بنائے میں ۱۵ فٹ عمق دیکھو یہ صرف کیا جائے جس قدر ۱۵ فٹ کی باؤلی کے لیے ضروری ہے تو پھر کے رقبہ کا تناسب ۱۰:۶ ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو ۵ کالم ۶۔ یہ الفاظ دیگر نالی کا طریقہ اختیار کرنے سے بمقابلہ ۱۵ فٹ قطری باؤلی کھودنے کے ۸:۵ گنا پائی زیادہ حاصل کرنے کی توقع کی جاسکتی ہے جب کہ صرف دونوں کا کیا اس موافق ہو ملاحظہ ہو ۱۵ کالم ۶۔ اس باؤلی میں نالی کا طول (۱۵) فٹ ہو گا ملاحظہ ہو ۸ کالم ۶۔ اس کے پھر سے ہوں گے کہ نالی کی صورت میں بمقابلہ ۱۵ فٹ کی باؤلی کے چھوڑوں یا خشکوں کی زیادتی کا امکان ...

۱۱ فٹ ۱۲ فٹ
مٹی
گڑبوں میں پائی کا پیل
کھودنے وقت
۲۰
۱۰ فٹ
۱۲
پلان
طول حسب ضرورت
۱۰ فٹ
۱۲
۱۰ فٹ
۱۲



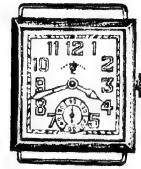
ویست اندواچ ریکارڈ ایبر ہارڈ فیورلو با
کارخانہ ہے

جیبی دستی گھڑیان، کلاک الیکٹرک کلاک وغیرہ



کانیا اسٹاک

بمبئی کلکتہ مدراس



کے ناموں پر ہم سے خریدئے

چندی رام برادر س سلک موچنت

۱۱۵ آکسفورڈ اسٹریٹ سکندر آباد دکن

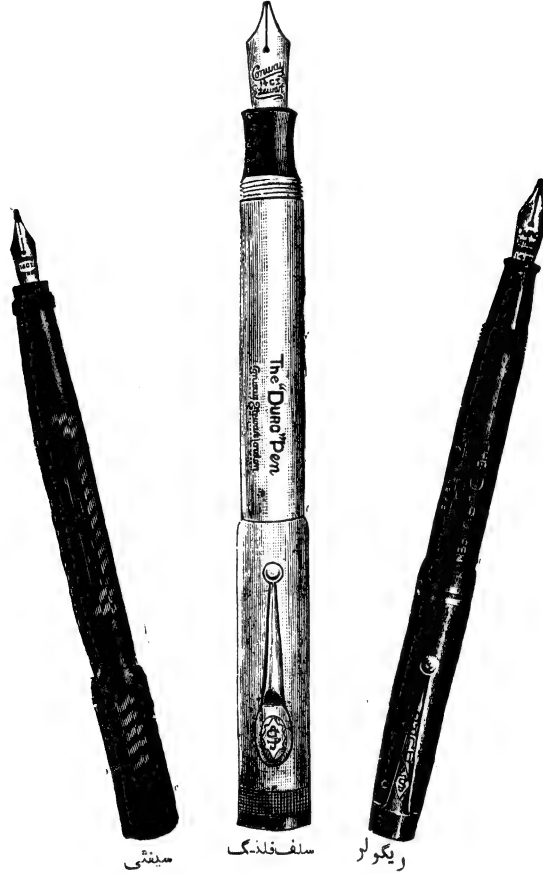
Chandiram Bros.,

115, Oxford Street,

SECUNDERABAD-Dn.

”قآ یو رو“

ی نیا ئے قلم کا بہترین نمو نم



سیلفی

سلف فلنگ

ریگول

ست مہ پنسل و قلم

فونٹن پن خرید کر نے سے پہلے آپ ہمارے شوروم میں تشویف لائے جہاں عمدہ خوبصورت
پائدار قیمت میں ارزاں بہترین قسم کے فونٹن پن موجود رہتے ہیں ایکبار آزمائش کا موقع
عطافرمائے ہر قسم کے قلموں کے پرزے بھی ہمارے یہاں فروخت ہوتے ہیں اور قلموں کی
مرمت بھی کیجاتی ہے۔

دکن پن اسٹور شاہ راہ عثمانی روپو واسلسیور بلڈنگ حیدرآباد

یہاں سے ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

لیدز بچکانہ میڈل کروم و لوکاف گلیس کڈ لویاں بچکانہ نیوکٹ
مردن
پائیدار آرام دہ اور نیشہ نازاں
ڈیوڈ
ایوب
بہل
پوس
پیر
چند بار

DUKE
SHOE
REGD



شوز

ڈیوڈ

لیدز بچکانہ میڈل کروم و لوکاف گلیس کڈ لویاں بچکانہ نیوکٹ
ک

۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

میں نے نئے ڈیزائن کے فیشن ایبل رام دہ مضبوط اور تیار اور
شوز پیر شوڈا و صلی کا چوبی پپ اور کپے پنجابی
جو توں کا کافی اٹاک وقت موجود ہوتا ہے اگر کھو آ رہا ہے
ایوب
تھک دینے والی
خفہ دار آواز



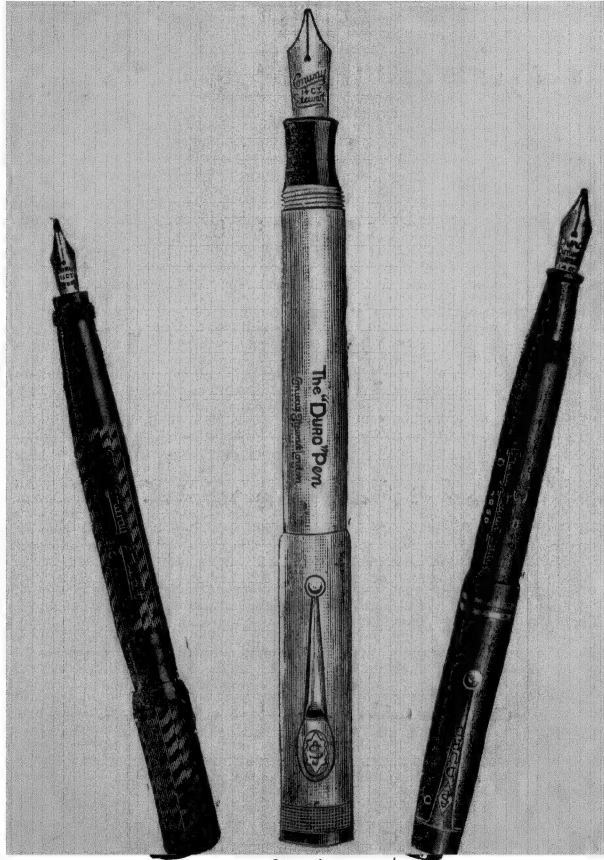
TRADE MARK
555

ڈیل و مچھلی مار
تھکیلہ لپہ



”نیو رو“

ی نیا ئے قلم کا بہترین نمونہ



سیفنی سلف فلنگ ریگولر

ست مہ پینسل و قلم

نوٹن پن خرید کر لے پھلے آپ ہمارے شوروم میں تشویف لائے جہاں عمدہ خوبصورت
پائدار قیمت میں ارزاں بہترین قسم کے نوٹن پن موجود رہتے ہیں ایکبار آزمائش کا موقع
عطافرمائے ہر قسم کے قلموں کے پوزے بھی ہمارے یہاں فروخت ہوتے ہیں اور قلموں کی
مرمت بھی کیجاتی ہے۔

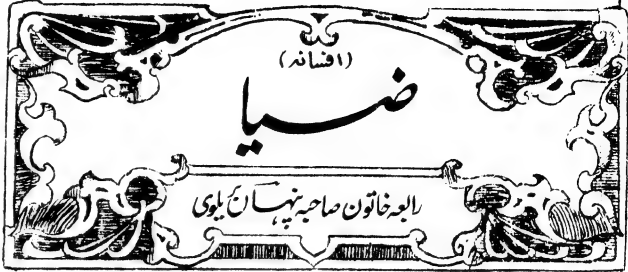
دکن بین اسٹور شاہ راہ عثمانی روپرو اکسل سیور بلڈنگ حیدرآباد

قدی سے اپنی جگہ کر چکے تھے۔ امیدوارانہ نظریں اس غیر معروف و نامہور اگر گاہ پرستہ ہو گئیں، چوتھے درجہ اور خطرناک جنگلوں سے گزر کر کچھ دور بعد شہر کو ایک سیدھا راستہ بناتی جی کی تھی۔ نہ تعلیم والی بیوی کو نئے جذبات اور کشش و جذبہ ہے جو محاکموں کو دلچسپ آنے کی اجازت نہیں دیتی۔

گرد و غبار کے بجولے دامن صحرا سے لے کھاتے ہوئے نکلے اور غصے آئینہ مار چھائے۔ دامن گرد سے ایک عربی، ہوا پر باری باری چال سے آہستہ حرام کر سبز و زردیں رنگ گیارہ سوار گھوڑوں سے دو کھینچے اترا۔ پیارے مرب کی کر تھیں پانی لنگ پشت پر ڈالی اور بے پروائی سے ادھر چلا گیا۔ لیکن..... تنگاب میں شعلہ سالنہ ہوا اڑا جا رہی تھی۔

غصا کی پشانی پر وہ فوراً ندامت و توبہ سے پسینہ آ گیا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اور بے ساختہ ہونٹ دانتوں پر دھک کر دھکی۔ نوادہ کے تمام غلامانہ اہل میں منتشر ہو گئے وہ تھیں کوئی بونت بنا ہوا تھا اور تیلیاں کر کے بے خبر کو تلب چشم میں ساکت۔ چھانے ڈرتے ڈرتے..... آنکھیں ذرا اوپر کو اٹھائیں، ان آنکھوں سے دوبارہ نظر ڈال اور جھجک کر سر جھکا لیا۔ لیکن کا وہ نوجو جو آواز نہ چشم میں شرم و حیا سے لگورے رہا تھا، نوجوان کو عقل و خبر سے طعناں لگانا کر گیا، قریب تھا کہ دماغ تو ازل انھیں قلب و روح پر کج کج آنکھوں سے جمع ہو جائیں اور وہ آغوش سبز میں مدھوش ہو کر گر پڑے گا دفعتاً غموش سا آگیا۔ اور اڑا کر اٹھائے قدموں قریب کے چتر پر بیٹھ گیا۔ سرد و زور اہتداس سے مضبوط پکڑ لیا اور بے رابطہ سانس کو درست کرنے کی کوشش ہونے لگیں۔

چھانے نوجو قیمت دیکھ کر چلے گئے سر اٹھا اور بعد اس سر اٹھانے قریب و زورانی کو کا خطرہ کرنے کی فکر تقریباً ۲۲ سال۔ مراد حسن و جمال شادابی و گلزار شہاب و عروج و قاروبے نیازی، طاقت و وقت کا مکمل و بے مثال نادر و بے نظیر مجموعہ جس میں قدرت کی بہترین مہارتیں اور لطافتیں سب کچھ ہو گئی تھیں۔ ان کی تیلیاں جانتیں اور لطافتیں سب کچھ ہو گئی تھیں۔ پشانی پر درست کرنے کی کوشش اور بے پروائی سے ادھر چلا گیا۔ لیکن..... تنگاب میں شعلہ سالنہ ہوا اڑا جا رہی تھی۔



بے نیازی جلوہ گستر ہے۔ صہا غریب آنکھیں شراب کوثر کو پیغام بے غوری دے رہی ہیں۔ لاکھوں رخساروں کی تابانی صبح بار بار پرخندہ زن ہے۔ تیرا سب باقی تیرا سے سرخ تابش چھوٹ چھوٹ کر منظر کو آنا بنا کر رہی ہیں۔ تھرک تھرک خرمین احساس پر بھیلان گوانے کے لئے مستعد اور جرم بردارے پورستہ نگاہ تیر کو دھم کر دینے پر آمادہ کھلی ہوئی کاکھوں سے ہوا کے گداز چھوٹ کر اٹھ بھیلان کر رہے ہیں۔ ریشمی لٹیں بار بار کالوں پر آ جڑنی میں تجھیں اچھ کر کیے سر کا دینے کا نظارہ کس درجہ ہوش شکن ہے لکھن چھلی ہوئی ہیں۔ سبز و زار کے دلکش مناظر قصود و تخیل ہیں اور دست یابی میں توفیق سے مصروف۔ دفعہ دہا کھڑی ہوئی اور زہارے پروا سے بار بار کھوکھو کھاتی اور سبز و زار اچھی ہوئی ہیں پر چڑھ گئی۔ طوفان انگریز ہواؤں کے حشر خیز جھونکوں نے بنی کا ایک تختہ ہلا کر کچھ آڑا سا کر دیا ہے۔ جس سے یہ جگہ ایک خطرناک شگاف بن گئی ہے آئندہ وہند کے لئے مشکل کا سامنا ہوتا ہے بعد احتیاط و بہتر تدبیریں یہاں سے گزر کر کیا جا سکتی ہے۔ ضیا نے خود سے تنگاف کو دیکھا۔ فکر و رنج و مزہ دماغ میں جڑن ہو گئے۔ اندھیرے میں اگر کوئی نادانقت اس کے اندر جا رہے تو ایک کچھ معلوم..... (کتاب کی) آف توبہ.....

بھلا معلوم نہیں لوگ اس درجہ بے پروائیوں و ادب ہوئے ہیں آنا کا کام کسا سے نہیں ہوتا کہ اسے یہ یاد کر دے کہ ایک ہاتھوں نے بھونے پر کے ساتھ روح جنگلوں سے لٹیں بھیجے سر کا ہیں اور سستی سے تختہ سدا کر کے میں قوت آرائی کرنے لگے لیکن ان ہاتھوں سے تجھیں یہ سر کا لٹا ساس بھی دکھا دے۔ تختہ کیا دیکھا ہوتا۔ مگر..... میں غریب تنگاف سے پسینہ کے قطرے متیوں کی طرح چھین گئے۔ کلائیوں میں درد ہونے لگا لیکن پائے جوں میں رکھے والا تختہ لگن جنبش بھی نہ کر سکا۔ ایوس و چرمہ دھیا لے کھلی سے پل سے اتری اور سست

آہستہ خام شام کی محو و کیف گھٹیاں فضا سے بیٹھ کر ایک ارغوانی چادر میں لٹو کر رہی ہیں۔ سورج کی تیزی کر تپ سبز و زرد و زوں اور سرخ و سپید چھوٹیوں سے لکڑی کر چھٹت ہو رہی ہیں۔ والین پرستہ شہر کے صاف و شفاف موتیوں سے جواب آسمان بن رہا ہے۔ گل کیف اور سبزہ بدامن دادی کے پلو۔ یہ پلو سپید دریا کی ملک روی دامن کا وہ کا حاشیہ اور اگر بیان مقرر کی ملی کا سا منظر پیش کر رہی ہے۔ نرم و سوا کے نازک چھوٹے ایک جانب سیم گون ہوجوں کو کھلے لکے اور سکون مگورے دے رہے ہیں اور دوسری جانب سرحد شگوفوں اور نیم باز کلیوں کے ہونٹوں پر ایک چتر چھوٹے جسم بھلاتے گزر رہے ہیں۔

دادی کے ہرے پھرے اور دلکش مناظر کچھ اس درجہ جاذب توجہ و ادب ہوئے ہیں کہ دلدادگان فطرت کے لئے اس سے بہتر تباہ کن قلب و دوسری جگہ نہیں ہو سکتے۔ اس وقت شخصیت سے منظر بے مروت غریب اور تنازعہ کرنے والا ہے۔ سطح افق پر تھکن کی خاک میں بے پروائی سے بکھر رہی ہیں جس کی لاکھوں سے چچی چائیں ارغوانی انکاس عجیب سمجھ نہلا رہا پیدا کر رہا ہے۔

عوام کی سہولت کا لٹا کر کرتے ہوئے وسط دریا میں ایک مختصر سا چوٹی پر قائم کر دیا گیا ہے جس کے گزرنے والے پناہی کے سدا اور فضا کے نظاروں سے ہمہ وقت لطیف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن لی کے اس جانب دامن سبز میں اس وقت کیا اندھوش کن جلوہ اور اس قدر سرخ آرزوں منظر دکھائے ہوئے ہے کہ اس نے ایک عجیب و غریب کو پھینکا کر دیا ہے یا اپنی شعلہ تابانیوں سے ہر ذرہ کو آئینہ تاب بنا رکھا ہے آغوش کثیر کی ناز پروردہ و دشمنیہ حیا ہے اپنے عجیب و غریب صورتوں کا سامان لے ہوئے بعد انداز

خستہ ہو گیا۔ ”آہ محبت“ اور وہ دوبارہ قدوں پر تھی۔ ”قرب تھا کہ کراہی مل پڑے
”بس اسی لمحہ میرا مکان اپنے ناچار وجود سے غالی ٹھہر دیا۔ آج سے تو میرے داکرہ
الفت و ترسم سے باہر ہے۔۔۔۔۔“ آپ تھک کر سے سر دور کر دیا گیا اور سر و غضب
رقار سے کرے سے باہر تھے۔۔۔۔۔ ایک فلک شکن چرخ بلند ہوئی، اسی غصہ و غوغا
تالین میں بے ہوش تھی۔

”سہل تھاری آؤدہ گر دیوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں تجھیں متہ کروں جو کچھ تم کر رہے
ہو مجھے علم ہو چکا ہے۔ میں تمہاری صورت سے سزا ہوں۔ تم نے لفتوں اور صبر
وہ بھی نامانوس راہنہ کیا جا رہے لے جا رہے غافلانی غار و غفلت کے لے غافل
تنگ ہے۔ میں تازہ زندگی اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس وقت فیصلہ کرو
تم کیا ارادہ رکھتے ہو۔“ سہل نے انگ برزا تجھیں اور بھی کس سرخ نظر سے ناں
کو دیکھا۔ جن کی آنکھوں سے غیظ و غضب کی جھلکیاں نکلتی رہی تھیں۔

”بیاری انا جان“ سہل جھپٹ کر گارے کہ آپ کو اپنی گھٹاٹا طبی سے اب
تک کچھ نہیں کر سکا۔ لیکن بیاری انا جان اس کا ششہ جلا خوار ہے آؤدہ نہیں
ہوا۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ میں نے آپ کی تعلیم و تربیت فراہم کر ڈالی۔ کیا میں اس
لفظ پرست ہو جاؤں گا جیسا کہ آپ نے کیا۔ میں یوں ہر طرح آپ کا تابع و ذاب
ہوں لیکن فیضانِ آہ اس کے بغیر میری زندگی ناممکن ہے۔۔۔۔۔ میں جسم ہوں اور
فیضانِ روح رواں فیضانِ جسم و روح زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اپنے بارے سہل
پر ترس کھانے اور اس کو باوجود سببوں کے خونخوار پنجوں سے محفوظ رکھنے کے لئے
کیا آپ کا دل تیار نہ ہوگا۔۔۔۔۔“

وہ تشریف کر دئے لگا۔ ”سہل مجھے تمہاری یہ کہو رہاں ہرگز نہیں کر سکتیں، میری
افتخار داری اس وقت سوے۔ مجھے بھی نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی میں وہاں
تعلق کرو اور اگر تو انا ناخلف ثابت ہوئے تو میری جائداد پر تمہارا کوئی حق
باقی نہیں رہے گا۔“ انا جان! مجھے جائداد کی مطلق پراہتیں تھیں۔ یہ ضرور ہے کہ
میں آپ کی الفت و شفقت سے محروم ہونے پر آؤدہ نہیں ہوں۔ لیکن بیاری انا جان
فیضانِ کو چھوڑ دوں! آہ! کیسے ممکن ہے۔۔۔۔۔ دیکھی لیکر جس کے تصور و فرائض نے
سکھڑوں راتیں تارے گنوار اور ہزاروں دن سزا کر کے اسے اس راحت
زندگی کا خیال ہو کر بھلا دوں۔ آہ اس قدر ظلم آپ نے سہل پر کس طرح روا رکھیں گی؟ آہ
چوڑے ہوئے لائبریری زندگی برادر نہ کیجئے۔ ”دبا تھ جھپٹ کر“ اگر تم میرا علم مانتے ہو
تیار نہیں ہو تو آئندہ میں تمہاری شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں ہوں۔“ سہل نے بکلی
سے ان کی جانب دیکھا۔ ”بس بس میں زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی۔“ کویت نامی کاج
ی تبدیلی کر دیا جائے گا۔ تجھیں معلوم ہے کہ تمہارے والدین زندگی میں انجی جائداد کا دار
مجھے قرار دے گئے تھے، اس لئے اچھے اختیار ہے کہ تمہیں اس سے بھی محروم کر دیوں
میں بعد خوشی تمہیں قانع کر دیں تو میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔“ سہل جھپٹ کر
سلام کیا اور بچکیوں کے ہچکوں میں لا کھڑا آہوا مکان سے باہر تھا۔

موسم سرکاری رات اور بارہ بجے کا وقت۔ آف مری کی ستم وازیوں کا قابلِ بردبار
میں داکٹر کو سہار کی برف پوش وادی کے سسزہ دار میں ایک پتھر پر جیسا غوغا
پھینچے کہ ہستانی ہواؤں کے ٹھنڈے اور دربار تھکے دل کے گڑھے اڑانے دیتے
میں۔ آسمان صاف ہے اور تارے انتہائی سکوت و طاعوشی سے نظارہ کناں۔
گردہ پیش ایک گری حشرت والہ کا لٹا ہے۔ ہوا کے جھونکے بھی غمناک ٹھنڈی آہیں

فیضانِ محبت سے کبھی ایسی توقع نہ تھی، میں کبھی امید نہیں کر سکتا کہ تمہاری تربیت و تعلیم
جو جہاد پاکیزہ کی عزت نفس و فائدان دم بہر میں اس طرح خاک میں ملائے گی۔ تم
انفس کی پرستش اور جاسوس خالات سے اس قدر مغلوب ہو جاؤ گی کہ اپنی اصلیت
اور معیت کو رفتہ رفتہ فراموش کر بیٹھو گی۔ میرا دل مجھ پر ہزار لعنتیں برسا رہا ہے کہ میں نے
تمہیں آنا آنا دواؤں وغیرہ کھانا کیوں رکھا۔ میں نے تم پر تمہاری والدہ کے بعد بھی لکھ لکھ
سے زیادہ ہی اعتبار و محبت رکھا۔ تم پر کبھی قید و حاکم کی پابندیاں عاید نہیں
کیں محض اس لئے کہ میں تم پر غنا و رکھنا تھا۔ لیکن انہوں تمام خالات محض بے بنیاد
تجربہ ہوئے۔ تم نے مجھے اپنے نفس کے آگے کسی قابل نہیں رہنے دیا۔ اور دنیا میں منہ
دکھانے کے لائق باقی نہیں چھوڑا۔ اب تمہارا منہس چہرہ اور تنگ جیاد وجود دیکھنے کی
طاقت ابی آنکھوں میں نہیں باقی۔۔۔۔۔ یہاں تک چارے کے اندھ تھاری تھا اس
کی خورین آنکھیں اور نازک لب سوتی ہو رہے تھے۔ مسلسل بچکیوں سے کلید پرست
رہا تھا، اور بکلیں آؤدہ کے ہوجھ سے چھلکی ہوئی تھیں۔ آخری الفاظ پر وہ مار گزیدہ
کی طرح جھیل پڑی۔ سر اٹھا یا۔ آنکھیں ملگ رہی تھیں اور آتشِ غیرت سے رخسارِ شہ
تاب بن گئے تھے۔ دیکھتے ہوئے ہوش کھل گئے۔ ”انا جان! میرے بارے انا جان!
یہ ضرور ہے کہ مجھے آپ کے سامنے اظہار خیال کی جرأت ثابت نہیں ہے، جو کچھ
خالات آپ نے مجھ کو دکھا کی نسبت قائم ہے، میں ان کی تردید کی جرات نہیں کر سکتی
لیکن مجھے معلوم تھا کہ میری قسمت آؤدہ خدا ہے۔ آہ! تو بت بیان ہو چکی کہ
ضامی ماں و دل بھیت و میا پر صرف آنے لگا۔ انا جان! آپ کو میرے متعلق نہایت
دور غلط اطلاعات پہنچیں ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ میرا دل سہل کی پاک و پاکیزہ محبت
میں ایسے ہو گیا ہے۔ لیکن میرے ابا میں بکلی آپ کو یقین دلائی ہوں
کہ میری محبت فقط انفس پرستی پاک اور شخص بے وث و جھپٹنے ہے۔ آہ! کیا آپ کو
واقعی یقین ہے کہ فیضانِ اس درجہ سے جا اور محبت شکن ہو گیا۔ اچھے ابا! آپ کی
پاکیزہ قلم اور بھی تربیت میرے حقیقی قلب سے محبتیں ہوئی یقین کرنا ابا میں اب
مجھے آپ کی پہلی ہی فیضان ہوں۔۔۔۔۔ بچکیوں کے قوتِ ترنے سے سلسلہ سخن منقطع کر دیا
اور جیسا بے قرار ہو کر آپ کے قدوں پر گر پڑی۔ ”میرے دے ابا مجھے حاف
کر دیجئے، بخش دیجئے۔ مجھے بے بولانی نہ دیجئے، یقین دیجئے، سہل ملک بہت
ہے وہ ہر ابا سے محبت و پاکیزہ ہے، اس کی بے وث اور بے غرض الفت نے
مجھے اس کا گرویدہ بنا دیا۔۔۔۔۔“

”بس بس میں زیادہ سننا نہیں جانتا۔ اگر تم حقیقت میں با محبت اور مادی لہلہ
ہو تو آؤدہ کم ظرف و کمینہ خاندان سہل کا خیال دل سے مطلق بھلا دو۔ ورنہ مجھ
سے بڑا کوئی نہ ہوگا۔“ آہ انا جان۔۔۔۔۔ میرے ابا۔۔۔۔۔ ایک بغیب
ہستی کی آرزو کو اس طرح برادر نہ کیجئے۔ سہل کی زندگی مجھ سے وابستہ۔۔۔۔۔
ہر بچہ ہے مجھے اپنی بالکل پروا نہیں میں آپ کی مرضی پر آسانی فرمان ہو سکتی ہوں
اس نا چیز و بے بنیاد سہل کی کیا حقیقت ہے انا دل پامال کر ڈالوں گی اور آپ کے
علم پر جان دے دوں گی۔ لیکن سہل آہ و مرثیہ جلتے جلتے جاتا ہو جائے گا
ایک قابلِ قدر اور اعلیٰ زندگی باوجود سببوں کی غمناکوں سے خاک میں ملائے گی
اور اچھے ابا! یہ جوان ناخن اب کی گروں پر نہ آجائے۔ کتنا بک۔ میرے انا جان
اور بھی رحم کیجئے۔“ ”دوستی سے“ بدعت گستاخ، خردوار۔ بس ایک
صرف ایک جواب۔ ”فیضانِ حاف، یہی کی جرأت نہ کر سکتی اس کے ہونٹوں کی ہا
گئے۔“ ”چھوڑ سکتی ہو یا نہیں،“ عزتِ عزیز ہے با محبت۔“
ایک جاہلانہ اور بد ہوشانہ غیر ارادی اور بے ساختہ لفظ ضامی کے ہونٹوں سے نکل کر

سنبھل کو اس غایت کی جس مددک سرت ہوئی وہ ظاہر ہے اُسے دوبارہ زندگی ہوگی اب اس کی تمنا سے کہ عابدانہ پریقین ظاہری نگاہوں میں بھی اتحاد و صورت اختیار کر لیتا تھا ہر مفسر اور سرور ہے لیکن اسکا آتش جہاں سے خاک تر ہو کر

میج کی بیگم نوبں میں برونی غزوے کے قریب کر ہی رہتا تھن ہے جسم میں آتش باس نگارہ جمال کے لئے آتش فروزاں کا حکم رکھتا ہے۔ آنکھیں ملنے کے دل اور غمظیر جی ہوئی ہیں پسیر ہاتھ خفاف زنگھان کے نیچے انداز سموت سے رکے ہوئے ہیں قمری لب بوستہ میں اور رازدلیں ساکن ہنسل ہنسل آفت سے شہر کے فوج میں کسی مقتدی کی جھیل کے لیے گیا ہوا ہے اور نظریات کی یہ چین نگاہوں میں گرد گاہ پر اس کا تصور منشر ہے۔ کیزر داخل ہوئی اور ادب سے پتہ کا کاڑھ پیش کیا۔

”دشنامت علی“ کن؟ ہستک نظریں جھک گئیں۔ ”اچھا بلانو“ تقریباً گزشتہ سال ایک شخص اندر داخل ہوا۔ چہرہ بیاہ کل غیر موزوں ہونٹ موزوں آنکھیں جھولی جھولی گردو لانے داشت ہوئی آئے ہوتے۔ برقی صحن نے چشمہ لگا کر وہ فخر کرنا۔ آنکھیں جھک گئیں۔ لیکن فخر جیسی حال نے منتہ کر دیا۔ ”ادب ادب عرض ہے۔ کیا میں تجھے شیا حاجہ سے جو کلام ہوں“ ”جی وائیا اسلام۔“

تذلل رکھنے، دہل دھڑکنے لگا۔ اور آنکھیں اس کی کیلٹاں تلخی کا لیے سودا لگانے کی کوشش کرنے لگیں۔ ”شہادت علی“ شہر کہان سے تشریف لا رہا ہوا۔ ”امضو ہے کہیں آپ کے پاس ایک امضو ناگہرا لے گا کہ کار ہوں۔“ ”تصانی پشانی پر پانے کے قتلے ہمارے ہو گئے۔“ اس کا جسم لرزے لگا۔ ہلے فرما لے وہ کیا ہوا۔ ”در بخیدہ (جوہر) آپ کے عزیز سگیتہ سہل کی والدہ صاحبہ کو ان کے ارادہ شادی کی اطلاع لی گئی ہے وہ اس صدمہ سے جان لب ہیں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ وصیت نامہ بخون نے تبدیل کر کے تمام جائیداد خیراتی کا ہوں کے لئے وقف کر دی ہے۔ اس نے اگر ایسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہو گئیں تو آپ کا عزیز شوہر ناداری کے باخون تباہ ہوا ہے گا اور میری والدہ کی جانک موت اس کے لئے کس قدر فحاک اور ذمات آفریں ہوگی اور اس نے اپنی امضو کی خواہش بران کو قربان کر دیا۔ سہل کو بھی اس کی اطلاع لی گئی ہے، وہ ہنست مضطرب ایک حالت آپ کا خیال دھلاؤ دوسری طاقت ان کی محبت و علالت کا صدمہ تھا۔ صبا کا سر جھک گیا، دل تڑپ گیا آنکھیں جھلے لگیں۔ ”موتے موتے آنسو گاؤں بڑھ لگے اور آہی جگر موز آواز ہوئیوں سے کلک کر غصا میں منفر ہو گئی۔ ”میں آپ سے اس باب میں شہدہ لے آئی ہوں۔“ ”میری کچھیں تو کوئی بات آتی نہیں میں نے آپ کو کیا شہدہ دے سکتی ہوں؟“ ”کیا آپ سہل سے قطع قلم کر کے پر آمادہ ہیں؟“ ”میں نے تڑپ کر شہادت کی جانب دیکھا۔ ”موتے غافل کیا آپ کا دل اس پر آمادہ ہو سکتا ہے کہ ایک بے گنہگار آپ کی وجہ سے دنیا سے اس طرح رخصت ہو جائے اور آپ کے محبوب کی زندگی طرح تباہ ہو جائے۔“ ”نہیں غایا آپ کی نگاہ میں مباحثت۔ نہ جو گا۔“ ”میں نے ہنسنے سے ایک سچ لکھی گئی کہ آدھی نہیں، اور وہ بے ہوش ہو کر قریب پر جگر بڑی رائے رنگ امرا اور جہرہ پر مردی کی سی کیفیت شہادت علی غافل نہیں تھا۔ اس نے جوہر میں دیکھا اور دیکھا ربا، کچھ دوسرے قیاس نے کراتے ہوئے کوٹ لٹی، اُسے ہوش آگیا، غصا ہوا، نظر مٹھی اوس کی آنکھوں میں استحقاق و انتقام کی کیفیتیں نمودار ہوئیں، پشانی سے ملائی کی گھنٹہ ریش گئیں اور بے چین آنکھوں کا قازن غری سے متدل ہو گیا۔ ”جو کچھ آپ

بھرتے معلوم ہوتے ہیں۔ پاؤں کی سی جانب بلند ہوئی جھکنا مہمنا سے جو تک کر سر اٹھایا، کچھ ایسا نظر لگا ہوں نے دکھا کہ آنکھیں تاب نہ لاسکیں اور وہ ایک زبردست نتیجے کے ساتھ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ سہل اس خلاف توقع اولہ جاستان نگار سے بے تاب ہو گیا کہ والدہ ان کے ہاتھ اور جھک کر بغیب تھا کہ اٹھا لیا۔ جس کی غنیمت آنکھیں غم باز اور سوتاب تھرا رہے تھے۔ رنگ فرخ معطر باس اور بالائی پشانی مرکز المی ہوئی تھی کچھ دیر بعد جھتی ہوئی آنکھیں ہند شکل خلیں۔ ”آہ کیا حال ہے۔ میرے خود شیدا امید کی جھتی ہوئی کرن میرے گشتن آرزو کی نکتہ زنجیروں، میری تباہی تباہ کیا حال ہے آہ یہ دوسری بڑ بارات اور اس سرور وادی میں لڑک نظر خفا کا لہو، اندھ ہونا اے ملک تیرا کیا مشا ہے۔ آہ برغیب سہل کی آنکھیں یہ نظر سوز اور جگر غراش نظر دیکھنے کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔“ ”قیاس نے تڑپ کر سہل کے بازوؤں میں سر ڈال دیا وہ لپک لپک کر رو رہی تھی۔ سہل کی آنکھیں بھی جھک گئیں۔ بے خبر تباہ و توت ڈر گیا۔ انداز میں بیان تک کے دونوں پر گشتن حسرت کی حالت مرکز اعتدال پر آئے لگی سہل کے بار بار اسرار پر قیاس نے اپنی المانک داستان دھرائی، ”اگر آپ سہل پر تباہ کرنا آہ میں تو اپنے شاہد و فاکو مہار اور میرے دلہا سے رخت ہوئے آئی تھی“ ”نظر کی طاقت باقی نہ رہی رخت اہل اور وفادرات نے دوبارہ ہوش کر دیا۔ سہل نے امکانی تیریں صرت کیں۔ لہذا شکل کچھ دیر بعد جاس و دست ہو گئی۔“ ”سہل نے بھی داستان غم مانی۔ ”ادب صاحبہ کیا ارادہ ہے؟“ (دیکھتے ہوئے) ”تم کیا کہتے ہو؟“ ”صبا تمہارے اس قابل تیریں شہادت جدہ کا میں کہاں تک شکر ادا کروں؟“ ”میں نے میری زندگی اس وجہ سے خیال کی۔ اور صرت میرے لئے اپنے والد کے معتب اور اپنے عزیز ترین محل سے محروم ہو گئی اگر ایسی کوڑ جائیں بھی اس بانیے وفا پر تیار کر دی جائیں معاوضہ مل نہ نہیں۔“ ”کیا پھر اب بھی اس تصور محبت اور محبت وفا کی حقیقی پرستش سے محروم ہو گا۔“

”میرا دل خفا کیا تھا تیار ہو گا اس لئے کار کی محبت قبول کر دوں بھی جس روز یہ دیکھنا نصیب ہوا۔ اگر وہ انصاف کے خلاف ہے، لیکن میں کچھ تالی کر سکوں“ ”سہل۔“ ”مجھے اس قدر شرمندہ کیوں کرتے ہو۔ کچھ برغیب کس قابل ہے۔ اب جب کہ میں گھری سے محروم ہو گئی اور میری تباہی کا ظاہر صورت میں بھی سوائے تمہارے میرا کوں ساٹھکا نا ہے۔ اگر کچھ باقی تیر حال او دہر صورت میں میں تمہاری اٹھائی تمہاری ہی رہتی۔ البتہ ایسا زندگی اس روح شکن داستان کی سوگاری میں بسر ہو جائے گا۔ آہ“ ”تو بہتر ہے کہ ہم لاہور چلے گئے کوشہ عزت میں قلم جو جائیں اور حیات مستعار محبت کی پرستش میں بسر کریں یہاں تک کہ موت کا فرشتہ نہیں اپنے ساتھ لے لے“

”مگوں سرور است قدم کا قافلہ بدل زخم خورہ روانہ ہو گیا

۶

پڑنے کے چند لمحوں کے محبت کی دوروزوں کے انوار قلوب اور ہمار حال سے تجلی در دامن بر متعلیٰ خفا غفلت کی روشنی میں اپنی زندگی سہل کے عمل علان سے بے نیاز رہ کر گزار رہے ہیں۔ صبا کے دروہ غم نے کچھ دنوں تک اُسے ایک جاں لب علالت میں مبتلا رکھا۔ وقت اس کا دماغ گزرتے ہوئے افسانہ کی یاد دھرائی اور آنکھیں اس غیب و غم پر سنا اور تزلزل پر آندہ جھانسیں لیکن جان تیار سہل کی تلخی کا وہ انداز تین آخر کو تیر ہوئی کریم حقیقی نے اس کے حال پر رحم فرمایا اور صبا کو دوبارہ محبت و زندگی عطا کی۔

زبان میں کرنے کا حاضر ہوں۔ سہل کی محبت میں جان بھی کچھ حقیقت نہیں۔ صرف قطع تلقین کرنے کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تو خود ان کا اصرار تھا ورنہ میں اس زندگی سے خفیہ سرت حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ جب کہ میں اس طرح زبردستی اللہ کی قسم کھانے سے محروم ہو کر خدا کی گناہوں میں گنہگار بنی۔ اور ازل میں جس کی اور آئینہ سرب کا بلوں پر آگے میں کو اس نے اس کی شہادت علی نے جب سے ایک کاغذ نکال کر ہاتھ میں دے دیا۔ تو کیا آپ اس عبارت پر دستخط کر دیں گی؟۔ منجانب سے کہ غصہ کیا اور مندرجہ عبارت پر نظریں جمادیں والی صاحبہ کی اطاعت سے موثر ہو کر میں عزم سہل سے قطع تلقین کرنے پر رضامند ہو اگرچہ ظاہری گناہوں میں ہم دونوں یکساں درجہ کر کے لیکن مارا باطنی تلقین بھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ منجانب سے نیز پورے قلب اٹھا لیا اور خاموشی سے غصہ کر کے کاغذ دایں کر دیا تھا۔ نے ٹوپی سر پر رکھی اور از شکر کیا، لہذا کر کے لکھ لیا۔ منجانب سے صبح ماری اور کسی سے نہ بچے تھی۔

”عزیزوں کے عزیز سہیل۔ یہ لقب منیا کا آخری سلام قبول کریں۔ اس گناہ کا وہ وقت عطا کیجئے اللہ آپ کو بخش دے۔ میں سربزاد ہمارے۔ یاد خزان کا کوئی حصہ کبھی اس جن کی طرف سے نہ گزرتے۔ میں تو اپنی سرت و زندگی اس روز ختم کر چکی تھی جس دن والدہ کی گناہ خفقت نہ ہوئی۔ ایک آپ کا اس درجہ اصرار نہ ہوتا تو میں کبھی دنیا کی گناہوں کے در و دروازہ نہ ہوتی اور یہ معلوم گوشہ خاموشی میں زندگی کے لغت عاشق گزار دیتی۔ خیر مجھے حذر ہر سرت ہے کہ اب بھی معاملہ ابھرتے نہیں گیا اور میں اپنی سرت آپ کی راہ میں قربان کرنے میں کامیاب ہوئی، الوداع، رخصت، شاید وہ میری دنیا میں ہم بھر کچھ ہو سکیں۔“ (محمادی ضا)

سہل بہت عجلت پر انتہائی بے حسنی سے شرب رہا ہے۔ بول واپس آئے پر اسے بجائے مکر سرت و توتو پر طوطہ جب تک نہ دیکھ لیا۔ بالآخر سربزاد میں اس کے آگے میں ہے۔ اس کا سر سجایا، لبوں سے خچر نکل گیا اور عجز کر کر پڑا۔ ہوش آنے پر وہ سخت جاگل علات میں مبتلا تھا اور اس وقت تک ای لے آپ کی مانند شرب رہا تھا، آپ تو اس کی زندگی چند لمحوں کی کہاں معلوم ہوتی ہے۔ آہ آہ میری رخصت۔ میرے روح قلب کی محافظ منیا، میرے لکھ روح کی طہر اصلی منیا، مجھ بے نصیب سے کون سا گناہ مرزد ہو گیا جس نے تمہیں یوں پرستہ کر دیا۔ آہ تم کہاں ہو کس حال میں ہو مجھے معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہے کہ تم اپنے مکان میں نہیں گئیں اور آوارہ و برباد میں معلوم کہاں کہاں کی بھڑکی کھاری ہو۔ آہ۔ میرے سوا حالت سے سود، اور میری پیش قلب کے کار، میری صدا میں صد ابھرا، اور میری جینیں میرے آوازوں کا جواب، کا ش آسمان کو مجھ پر ترس آسکا، اے مجھے بیدار کرنے والے اب دم، میری قلبی پیش پر نگاہ کرو۔ وہ بھلا کے لے کر وہ نہ لگا دلفن دروازہ زور سے کھلا تو اب صاحب والدہ سہل اور میری توتو پر منیا تیرھی سے اندر داخل ہو جسے جھپٹ کر سہل کے قدوں پر گر پڑی۔ والدہ اس کے سر پہنے کر کر بھلا کے لئے لگیں اور اب صاحب قالین پر آدیاں سرگرم بیٹھ گئے۔

”میرے بچے کے بچہ کو سہل، میری آنکھوں کی روشنی سہل، سہل میرے پیارے بچے۔ بڑا اچھا گناہاں کو عاف کر دے آہ مجھ جیسی خبیثی اقلب اور گناہ کا رخت دنیا میں نہ رہی جس نے بڑی لذت جھگڑوں میں مصیبتوں اور بد بختیوں کے سمندر میں اپنے ہاتھوں بھینک دیا، اوت ایک جوش خود داری نے یہ ناکارنی خطا سرزد کر دالی مائے

کیا اس کی لائی مکن نہیں، کیا میرے بچے آؤ قبول نہیں ہو سکتے؟۔ قرب خاک سہیل بے ہوش ہو جائے مان نے سہل کو فوراً بازوؤں پر لے دیا۔ منیا ہلک کر اس کے تلے سلائے لگی۔ جھپٹ کر سہل نے پاؤں کھینچ لئے۔ درد بھری گاہوں سے منیا کی صورت دھیمی اور نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا۔ تو اب صاحب نے سہل کے سر پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

”عزیز بچے۔ ہم دونوں تمھارے گناہ میں، لیکن ہے کہ تم اپنی محبت کے واسطے سے میں بخش دو گے۔ بہت باری والدہ میں اور میں بھی اب تمھارے والد کا سا حان بنادوں۔“ سہل منجھل کر بیٹھ گیا، ادب سے تو اب صاحب کے ہاتھ اٹھائے سے دگائے۔

”میرے عزیز عزم محترم۔ اس ناچکر کو نام نہ کیے، بزرگوں کی زبان ہمار سے ایسے کلمات ہمارے لئے باعث خجالت ہیں۔ مجھے کس قدر سرت ہے کہ آپ دونوں نے ہماری خطا میں عاف کر دیں اس کا اندازہ مکن نہیں۔ آہ میری زندگی وہ بارہ ہو گئی اور سختی حیات فنا کی وجہ سے ڈوبتے ڈوبتے بچ گیا۔ اب میں انکشاف حال کے لئے مضطرب ہوں۔“

والدہ دگر دشت انسان دھرا کر جس وقت شہادت علی میرے پاس واپس پہنچا اور مجھے کاغذ دیکر حالات دھرائے کہ کت میرے دل میں رد عمل شروع ہو گیا، اپنے طرز نامناسب پر زہر باغ میں ہونے لگی اور منیا کے صبر استعجال سچائی و پاکیزگی کا گہرا نقش نام نہ ہو کر منجانب لاکھ بار حسین واکر کی۔ میری روح اپنے دھو سے شغور اور غم کے لئے بے قرار ہو گئی۔ پھر اطلاعات ملیں کہ تم اس درجہ طبل اور رضا دشت کثیر میں آوارہ و برباد ہیں، میری روح زور لگتی، قلب بھر گیا۔ میں تو اب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حلا حالات بنا کر رحم و

عفو کی طاب ہوئی۔ علات کی غمناکی اور درد اس قدر اثر اچھو جو چیکے تھے کہ ان کا دل علی اپنی نعمت بھگنے کے لئے تڑپ گیا۔ اس کی مصائب اور قربانی نے دل سے صدائے آفریں نظردادی اور ہم دونوں مستعد ہو کر تلاش مقصود میں آوارہ ہو گئے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے جلدی میں ہمارا دیکھا اور ہماری منیا کی محبت میں ہمارا تک بیچ گئے اور اس

کریم کی مہربانیوں کا کسی طرح شکر نہ ادا نہیں ہو سکتا جس نے ہمیں موت کی آغوش سے بچا دیا۔ اٹھو میرے پیارے بچے اس گناہ کا تو بوجھت قبول کرو۔ دونوں بھرا الفت کو سنبھالنے سے لگا لیا جس

ایثار رنگ لایا۔

جذبات حقیقی کو شیش کا مینا ہوئی، الفت صادق کی عجز و زناں ہمارا جو گہرا اور ایک حسین جمل آواز العید رحمتی دلوں پر رحم رکھنے میں کامیاب ہوئے

پیشہ سزاوت

سان و سرپرستی

حیدرآباد کے سب سے قدیم و عالی ماہران فن مصوڑی



THE BEST

PORTRAITS

OIL PAINTINGS

AMATEURS SERVICE

ENLARGEMENTS

FRAMING

RAJA DEEN DAYAL & SONS

BY SPECIAL APPOINTMENT TO H.E.H. THE NIZAM S.B.G.S.I.B.C.B.E.

ART PHOTOGRAPHIC SALON

THE PARADE, SECUNDERABAD D.N.

راجہ دین دیا ل سون
آرٹسٹ و فوٹو گرافرس سئندرآباد

FARAL



کیا ہے کہ کون کو دیکھنے ایک بڑی کی خاطر آس میں کس طرح لڑتے ہیں۔ انسان اگرچہ اشرف المخلوقات ہے لیکن اس میں یہ خصوصیت نمایاں طور پر موجود ہے کہ جس نے کم عقل بچوں کو دیکھنے کے لئے کی خاطر کیا ہے بڑے سے اور آس میں مار پیٹ کر رہے ہیں اپنے اور پرانے کی میزان میں کتنی جلد پیدا ہو جاتی ہے بچہ ہر چیز کو اپنی تھلا کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور غیر مفید کا احساس اس کو مطلق نہیں ہوتا۔ سچ و جھوٹ کی تباہی کا احساس ہادی دیوبند عرق کا اصلی راز ہے۔ ندرت کی یہ عالیشان مقامات اسی بنیاد پر کھڑی ہے ضروریات زندگی کا دائرہ وسیع ہونے کے بعد یہ ناممکن تھا انہی آس میں اشیاء کا لین دین نہ ہو۔ مقررہ روپیہ کا خیال پیدا ہوا۔ تجربہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ نقصان حیات اور آس میں کئے گئے ہیں حیرت انگیز غلطی ضروری ہیں کسی خوش خیال نے ان ضروریات کو۔ زر زمین زن کے انہی میں ظاہر کیا ہے۔ ان فیوض کی ضرورت معلوم ہونے کے بعد ہر شخص ان کو حاصل کرنے کے لئے کھلے دروازے پر لگا۔ ندرت سے کسی صحت سے ذی روح کائنات کے فوائد جسمانی و دینی میں مساوی نہیں بھی۔ عقل مشیر سے خود رائج انگشت کیان ندرت۔ ہر شخص اپنی قابلیت و حکمت عملی کے لحاظ سے کس نوعیت میں کامیابی حاصل کرنے لگا۔ بعض ندرت کے درجہ ایسے بھی ہیں جو امیر الدنیا کے باب پیدا ہو جانے کے بعد ہی ندرت سے رہتے ہیں۔ لیکن کسی اور طرح فقیر یا محنت و مشقت کے خوش حالی میں ہیں بے کسرت کے لئے ندرت بھی موجود ہیں جو باوجود انکسار علم و کمال انہی ماحول میں جو تباہی چھٹے ہر کس قابل کھلے پرور ان کو کھنڈوں بھی نہیں دیتا۔ اس عدم مساوات نے ایک قسم کی بدلتی پیدا کر دی۔ انسان انظر کا آس میں پسند واقع ہوا ہے۔ ندرت کی ترقی کے ساتھ آس میں کامیاب رہی بلکہ ہونا گیا۔ کہ ندرت کو خوش حستوں کے ساتھ مساوات پر آنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی کا نام زندگی کی کشش ہے۔ اس کشش حیات میں انسان اکثر اوقات احکام مذہب و حکومت کی خلاف ورزی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ علم، فنون کی ترقی نے کائنات کا ڈھیر کھول دیا۔ نیلے انگریزوں کی مکاری کے مطابق ضرورت ایجاد کر لی گئی۔ اب موت حال میں ہوئی۔ یہی ان بن گئی ہے۔ ہر نیا ایجاد کے بعد اس کی ضرورت و غور ہر شخص محسوس ہونے لگتی ہے خود آس کے وسیع میدان نے زندگی کے عیاں کو کس سے کس پہنچا دیا ہے۔ اسی ندرت سے اخلاق پر بھی

منہ فی تعلیم اور ندرت کا گہرا اثر ہماری معاشرت پر روز بروز انہی سے تعلیم یافتہ نوجوان ملک عورتوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کی طرف خاص طور پر توجہ کر رہے ہیں۔ اسی ہی اصلاح کیلئے اور عورتوں کی بھی صرف اس قدر تیار ہونا مقصود ہے کہ آکھ جتہ کر کے مہرب کی تعلیم کرنا چاہے جن میں کہاں تک مفید ہو سکتا ہے۔ عورتوں کے اصلی فرائض کیا ہیں ان کو انجام دینے کے لئے کس قسم کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے کس حد تک ان پر مردوں کی نگاہی رہی جائے اور کس قدر آزادی ملنی چاہئے۔ مغرب کی عورتوں نے تعلیم یافتہ ہر کوئی تیار کر لیا ہے اور وہی عقل مند کر خالق کے مہرب کو پہلے کی نسبت اوٹا کر دیا ہے یا اور نیچے گر آ رہا ہے۔ تعالیٰ عورت کے حق میں اچھے سے باجی۔ کس قسم کی موجودہ معاشرت عورت کی محنت اور جاکو برقرار رکھے میں کہاں تک کامیاب ثابت ہوئی۔ یہ سارے مسائل کو طلب اور بنیاد پر ہمیں۔ ہمارا ہرگز یہ نہ ہو کہ کس قسم کی شرعی اخلاق اور باصحت عورت کا وجود ہے۔ یا ساری عورتیں جو عام شہیہ اور باہ کار ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ تعداد کی ندرت سے نیک کردار عورتیں بت کم ہیں۔ تعلیم اور معاشرت کی حوائی اعلیٰ کے عیار کو روز بروز رکھنا جاری ہے۔

دنیا میں سیاح کاری اور بد اخلاقی ابتدا سے فریض سے ملی آئی ہے۔ سو سچائی اوس کے روک تھا کہ بہت کچھ کوشش کرتی ہے۔ عدالت اور پولیس کا وجود اسی فرض سے ہے کہ جہاں جہاں انسان جو۔ مان کے بدلے جان اچھی لگاتی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ کبھی مسدود ہوا ہے اور آئندہ کے لئے ایسی قوش ہے۔ دیوبند حکومت اور انتظام کا آغاز بہت بعد کا ہوا ہے۔ ابتدا میں مذہب تک وید کی تیسر دینا تھا۔ عقلی کمزوریوں کی وجہ سے انسان نہ تو احکام مذہب کی عقل تمام و کمال طریقہ پر کرتا ہے۔ نہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی، اس کو ایک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مشرت میں بد اخلاقی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی اندر کس کتب قرآن شریف میں خداوند کریم نے انسان کی اس خصوصیت کی طرف جو اشارہ فرمایا ہے اس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے جس وقت باری تعالیٰ نے یہ قصد فرمایا کہ زمین پر اپنا قائم مقام انسان کی صورت میں بھیجا جائے تو فرشتوں نے اذیت ظاہر کیا کہ یہ خاک کا پتلا زمین پر فدا بھیج دیا گیا۔ سورہ البقرہ (۲) میں اس طرح ارشاد ہوا ہے۔ اور فرشتے ارشاد فرمایا ہمارے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا میں میں ایک نائب۔ فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو خداوند کریم کے اور خیر بیاں کریں گے۔ خالق و جہاں اپنی صفت سے خوب واقف ہے۔ نہ فرشتوں کا اعتراض کا اگر کائنات نہ ہوا۔ چنانچہ اسی مقام پر یہ عبارت ملتی ہے میں نے اپنے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے، آدم کو جو میں نے لائے کے بعد اکیس بھی پیدا کیا جس کو تم لوگ انان کہتے ہیں۔ ان دونوں کو خالق نے اپنے ہی عہد باری سے مشرت میں رہنے کی اجازت دی۔ بلائے سلطان کے زیر میں اگر انھوں نے شیخ مشرک کا عقل لگایا اور ندرت سے نکالے گئے۔ حضرت آدم کے دو بیٹوں قابیل و ہابیل بہت سے متعلق اختلاف ہوا اور اختتام کار ہابیل نے اپنے بھائی قابیل کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے آدم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

عقل انسانی روز بروز ترقی کرتی گئی اسی ندرت سے ضروریات زندگی میں اضافہ ہونے لگا۔ آرام اور آسائش کا سامان فراہم کرنے کی فکر لاحق ہو گئی۔ قدرت نے تقریباً سب مہاندروں کی ملکیت کا احساس عطا

ان فطرتی جذبات کو نکاح کی جگہ تیزی عاید کر کے رہانے کی کوشش کرنا قدرت کے ساتھ لڑائی مول لینا ہے۔ کیا وہ جسے کشتی شدہ آدمی بھی قبول صورت کو دیکھ کر اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اکثر ذنات نکاح کی تید فیروز ثابت ہوتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذہن کے احکام نکاح سے خلق خلافت فطرت پرک نامو اس کے دنیا میں اگرچہ زیادہ قد اور ایسے آدمیوں کے ہے جو کسی دیکھی ذہن کے پابند ہیں اور اپنے ذہن کے مطابق نکاح بھی کرتے ہیں، پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ ذکا کاری دوز بروز ترقی پرے اہل اس شادی شدہ انھیں بھی معقول تعداد میں حصہ لیتے ہیں۔ پس معلوم ہو کہ ذکا کاری کو روکنے کے نکاح کو کوئی موثر تدبیر نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ نقطہ نظر عجائبیہ خود بھیجیں ہو سکتا۔ انسان دنیا بھر کی کمزوریوں کو سمجھو ہے جو وہ عاید کر کے ان کمزوریوں کی اگر دور تک ختم نہ کی جالے تو دنیا میں ایک عجیب فتنہ و فساد رونما ہو گا۔ مذہب کا اصلی مقصد اصلاح باطن ہے۔ صورت مرد کے تعلقات کو اگر مذہب کی حد سے نکال دیا جائے تو انسانی عصمت کی کوئی وقعت باقی نہ رہے گی۔ البتہ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ شخص جو طرز نکاح کرنے سے انسان پاکدامن نہیں ہو جاتا۔ فی زمانہ ایسے آدمیوں کی تعداد بڑھتی ہے کہ کم سن سے نکاح کو ایک معمولی رسم خیال کرتے ہیں اور نہایت بے لگائی کے ساتھ احکام مذہب کو بالائے طاق رکھ کر حدود نکاح سے تجاوز ہو جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ دو لاکھ لے انسانوں کو اس طرف انحرافات بنایا گیا ہے، اور وہ سرے شرم عقل سے نیک و نیک کی تیز ہوتی ہے اور شرم ایسے کا خون سے روکنے ہے جو سو کالی میں قابل اعتراض ہوں۔ ایمان والا بیان۔ جیہ مذہب کا جزو لا یشک ہے۔ ایک کو وہ سرے سے الگ کر دینا جو ضرور بدعنوان اور متضاد پیدا ہو گئے۔ نکاح کے ساتھ جو کچھ بائند

اثر پڑتا ہے۔ آرام طلبی اور عیش پرستی زیادہ ہوتی جاتی ہے کاش کہ وہ مکمل ماکش بھی اسی رفتار سے وسیع ہوتے جاتے لیکن شاید اس کے خلاف ہے۔ جو وہ صورت حال جاری سبب کاروں میں اضافہ کرنے کی دوسرا ہے۔ نہ تو نیکہ طبیعت انسانی میں کوئی عظیم الشان انقلاب پیدا ہو (جس کی بظاہر کوئی امید نہیں ہے) نہ نکاح اور بلحاظی کا سلسلہ برقرار رہے گا۔ ملک ترقی نہ ترقی بلکہ اس میں زیادتی ہوتی رہے گی۔ جرائم کے اسباب اور نوعیت پر اگر تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے تو عجائبیہ خود ایک ضخیم کتاب ہو جائے گی۔ ہم نے اوپر تین بڑے اسباب زر زمین۔ زن کا ذکر کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ خارجی اور اندرونی جھوٹے چھوٹے اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں لیکن ایسے واقعات جن کا تعلق مذہب بالائین باؤن میں ہے کسی کے ساتھ نہ ہو بہت کم ہیں جرائم کے مرکب زیادہ مزبور ہوتے ہیں۔ محروم کو قدرت نے گھر بھریوں کے لئے پیدا کیا ہے کسی وجہ سے اس کے جسمانی ترقی نہ رکاب جرائم کے لئے زیادہ عوزوں نہیں ہیں۔ یوں ہم جن عورتوں کو محبت برائی میں ایدوں نے ضرورت سے زندہ آزاد رکھا وہ بھی مردوں کی طرح اس میں نہیں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ جرائم کے ہمارا مشاقت حکومت کے قانون کے خلاف وزی نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ فعل بھی اس میں شامل ہے جو احکام مذہب و اخلاق حسنة کے خلاف ہو۔

آئے دن کے کسے خیر و افات ہم کو تلاتے ہیں کہ طلب زر کو جرائم اور سیاہ کاری سے قدر کس قدر تعلق ہے۔ نیز بہر صورت کی خاطر ہر کس طرح اسے کو بر باد دینا ہے اور بدوش عورت مرئی اس کمزوری سے کس کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے جس وقت تک انسان میں تو اللہ و مائل کے فطرتی جذبات ہو جو ہیں، صورت فزاکہ جس کے متنازع میں گئے۔ ان جذبات کو صحیح طریقہ پر استعمال کرنا انسان کی مذہبی اخلاقی اور قانونی فرض ہے۔ خواہشات شہوانی اصل فرض ہیں۔ یہ سکل انسانی میں افزائش ہوتی رہے۔ ان اغراض سے بچ کر محض نفس پرستی کی خاطر جو لوگ اپنی زندگی تباہ و برباد کرنے میں ان کے لئے سیاہ کار عورتوں کے تشنگانہ سے سب سے تیز ہیں۔ یہ تو باطل نامکمل ہے کہ عورت مرد کے تعلقات تکفیر عدم کو مکر ہے مائیں۔ البتہ اس کوئی جذبات کرنا ضروری ہے کہ ان جذبات کا استحکام غلط طریقہ نہ ہوئے پاسے۔ اگر ہم اس میں جول کو خاص شریعت کا پابند کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یقین ہے کہ عورت کی سیاہ کاری اور مرد کی بربادی کا اسناد بڑی حد تک ہو جائے گا۔

نہایت ہی اہم ہوتا ہے کہ چند موثر تدابیر کا تذکرہ کر دیا جائے۔ غلبہ آزار اسی پر ہے کہ زنا کاری کو روکنے کی بہترین تدبیر نکاح ہے۔ اس کی اہمیت کو بعض لوگ محسوس نہیں کرتے۔ کسی تدبیر نکاح کا قول ہے کہ انسان کی زندگی میں تین واقعات سب سے بڑے ہوتے ہیں۔ پیدائش، شادی، اور موت۔ ہماری اخلاقی حالت اور گھروں میں اس کا بہت کچھ دارومدار نکاح پر ہے۔ اس کے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس معاملہ میں سنگ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بہر ذہن نے نکاح کے متعلق مختلف قیود طالعہ کیے ہیں۔ کسی مذہب میں صرف ایک سو کی اجازت ہے اور بعض مذہب تہہ دار وراج کو جائز رکھتے ہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک عورت وقت و ادھیں متعدد مردوں کے ساتھ نکاح کرتی ہے۔ بہر حال ان قواعد کی سکل جو کچھ بھی ہو یہ ضرور ہے کہ مرد کو معلوم ہو جاتا ہے کہ عورت کے ساتھ بطور جائزہ تلف اندوز نہ کرنے کا حق اس کو حاصل ہے وہ جانتا ہے کہ نکاح سے اس کی عورت پر برائی نظر ڈالنا اخلاقی اور مذہبی گنہ ہے۔ باوجود اس کے لیکن لوگ ایسے بھی ہیں جو اصولاً نکاح کے مفاد میں ان کی محبت ہے کہ انسان میں تو اللہ تبارک کی رحمت و احسان اور تندرستی کا دلی ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ اگر ایسے آدمی کو ایک یا چند خاص عورتوں کا پابند کر دیا جائے تو اس کی تسخیر نہیں ہوتی۔

امرت انجن ہندوستان کا بہترین پین بام



سول جینٹ برائے مالک محرمہ کارعا
گوردین داس گوپال داس لاکھ مکان
جی۔ روہت برادر س عیسیٰ میان زار حید آباد کن

والہو علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم
خاص و مخفیہ جگہ پر نظام و ہذا کی نرس
آف و لبر و جوبھی لنگ افغان و دیگر ایسا ملک
خان مظہر ممتاز کھٹک مشہور ممتاز

دارالشفاء حیدر آباد دکن

ممتاز جام فیا کٹری

مشن لایٹی کے متسم کامرہ جا چٹنی
آچار شربت اصلی ہر وقت تیار میوہ
مصنوعی بادام و ٹھائیاں جو میں کھنڈہ
آڈور دینے پر تیار ہوتی ہیں خاص فرمائش
پخت و انگش و غلائی و فرنج و ٹرکی و
دیگر اشیاء مطلوبہ و مطبخ و والیاں ملک
کیلئے ہر اقام پخت و پزی کی تعلیم
دیجائے گی۔ بیوپاریوں سے خاص تہنہ

ایجنٹوں کی خدمت

بیرون ملک الٹر رہبہ وی بی

ہفت مفت

صرف ایک تہہ آرائش شہر ہے

المشہ منجر کار شاہدہ

ممتاز جام فیا کٹری

دارالشفاء حیدر آباد دکن

مذہب نے عاید کر دی ہیں ان کا سبب کچھ قلع شرم او
جائے ہے۔ خداوند کریم نے جس کسی کو یہ پیش کیا
نعت علیا کی ہے وہ نہ صرف زمانا کی سے بجا رہا
بلکہ دوسرے ہر قسم کے بھی محظوظ رہا۔
موجودہ زمانے میں بے حیائی کی سب سے بڑی مثال ہیں
اور لندن کے ہر مذہب میں۔ ورت کے بعض شہر وین
میں تھیں اور ناز کھر مقدس جہاں ہر مذہب میں
ایک کرت بنا کر تین مزاج مختار کیوں کے دل بھائی
ہیں۔ اس جیسا سوز و غم نہ صرف مرد و عورتیں۔ بلکہ
اور جوان عورتیں اس سے لطف اندوز ہوتی ہیں
انہی کے آخر میں ممکن ہے کہ انسان ایک دوسرے
سے کوئی حمایت رکھتے ہوں۔ لیکن آخر کار فطرتی شرم
غالب آئی اور فصل نے نہ ہی کا طریقہ بنا دیا جسے تو
درخت کے پتوں۔ کامرہ لگایا جس طرح اسے بھی
اور شہر وین کا اقامہ کا طریقہ ہے لیکن رشتہ قلع
کی ترقی کے ساتھ شرم و ہشی کے معقول ذرائع معلوم ہوتے
گئے۔ اب ورت نے ایک نئی مذہب کی بنیاد ڈالی ہے
اسے ترقی پسندوں کا ماحسوس ہو گیا۔ جو فوں اور
مردوں نے کھل کھلے جانی اختیار کر کے ہے جو ان
لوگیاں اپنے والدین کے ساتھ کئی دھڑکی بھی ہیں
و غیر مردوں کے ساتھ شرم کی کہاں تک پابندی کی
بالکل ظاہر ہے اس نوپ پر بیٹے کے بعد انسان اور
حیوان میں امتیاز باقی رکھنے کے لئے صرف ایک درمیانی
رہ جائے گی ایک ہے کچھ عرصہ بعد یہ ذہنیت ہو کر
جافروں کے ساتھ مساوات بنے آئے۔ خدا اس
وقت سے محظوظ رکھے محض اس کا تصور عباسے روکے
کھڑے کر دینے کے کافی ہے۔

افرض نکاح کے شرائط کی پابندی تمام کمال
اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ انسان شرم و سکا بھی خیال
رکھے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو مذہب بجا رہے تو بنام کرنا
لے سود ہے۔ نکاح کے سلسلہ میں طلاق اور قہر اندوز
کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی فاطمی زندگی
کا تعلق نکاح کی کامیابی کے ساتھ بہت کچھ وابستہ ہے
اکثر اوقات خانہ آبادی کے بجائے خانہ برادری کی صورت
پیش آجاتی ہے۔ اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے
کوئی حقہ طریقہ نہیں ہے۔ مختلف مذاہب نے مختلف
شرائط عاید کے ہیں۔ زمانہ حال میں بعض اقوام نے
مذہب میں مداخلت کر کے انہی قواعد پر تکیہ کر لیا ہے
مثلاً سوویت روس نے اس خصوص میں بالکل کامیاب
دی ہے۔ اب ان کے ہاں طلاق حاصل کرنا کوئی مشکل
بات نہیں رہی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ

سایاں ہوی میں ان بن ہو جائے اور سکون، اطمینان کی
زندگی بسر کرنے کی امید نہ رہے تو کیا جاہد کا اختیار کرنا
چاہئے۔ عیسائیوں کے ہاں طلاق ایک حالت میں
نہیں رہا۔ وقتاً فوقتاً اس میں آہم تبدیلیاں ہوتی رہیں ایسی
زمانے میں کہ دستور تھا کہ صرف مرد طلاق کے لئے دعوت
کر سکتا تھا۔ عورت اس سلسلے میں بے اختیار تھی۔ بعد کو
یاد رہے کہ قاعدہ بدل گیا اس کی رو سے مرد کا حق بھی جاتا
رہا۔ ایک دفعہ نکاح ہو جائے کے بعد مرد نے دم کی طلاق
مکمل نہ تھی۔ طلاق کی قطعی مخالفت ہو گئی۔ جن ممالک میں
میں موافقت نہ ہوتی و ساری عمر مصیبت میں پڑے رہتے
اس قاعدے نے ورت میں بڑی حد تک زمانا کی کا دورہ
کھول دیا۔ اس زمانہ میں اس قسم کے معاملات یاد رہیں
کے اختیار میں تھے۔ سیاسی اقتدار رکھنے والے بادشاہ
مرد کو انکار دے دیتے تھے۔ غریب تھے جاہلوں کو موافق کر کے
مطلب برادری کر لیتے تھے۔ غریب تھے جاہلوں کو موافق کر کے
اس کے عار نہ تھا کہ قہر نکاح میں رکھ کر بے حیائی کی
زندگی بسر کریں کیونکہ ایک ہوی کی موجودگی میں دوسرا
نکاح نام جائز تھا۔ تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں
انگلستان کے ایک بادشاہ نے ہری ہشتم کی پہلی ہوی نکاح
... اس کی شادی کی تھی۔ اسے اس کی شادی بادشاہ
کے بھائی کے ساتھ ہوئی تھی اس کے انتقال پر بابائے
افریقا، حکامات سے بادشاہ نے نکاح کر لیا۔ میں یس
بعد اس کو طلاق دینے کی ضرورت پڑی کیونکہ کسی
ملکہ کی ایک سہیلی اس کو اس پر بادشاہ عاشق ہو گیا تھا
ملکہ نے اس کو طلاق دیا اور ایک اور عورت تھی۔ بادشاہ نے محبت
پیش کی کہ بھائی کی بیوہ کے ساتھ نکاح نام جائز ہے
اس نے یہ نکاح سب سے کالعدم ہے۔ ورت ہے
مردم اور کائنات کی طلب کیا گیا تو اس نے انکار کر دیا کیونکہ
اس کو حکومت، زمین کا ڈر لگا ہوا تھا۔ راجہ جیو
ہے۔ بادشاہ اپنی خدمت پر کام رہا۔ اپنے ملک کے بڑے
بادری بردار کو ال کر مخفیہ طلب فوٹو حاصل کرنا پس
و خدا کے لئے حکومت نے ورت سے قلع قلق کر دیا
اور وہ بادشاہ کو قہر تمام تیار کیا پھر وہ بادشاہ نے قہر
جو یاں کیں۔ کوئی نہ کوئی الزام ہوی پر عاید کر دیا تھا۔
کچھ عرصہ بعد یہ قاعدہ جاری ہوا کہ طلاق نافذ کرنے
کے لئے پارلیمنٹ کی اجازت لازمی ہے۔ اس قاعدہ
سے صرف ذی اثر لوگ مستفید ہو کر تھے۔ عوام کی
رہائی پارلیمنٹ تک پہنچائی۔ انسانیت نے بھی انکسار
کے علاوہ اعتراضات ہیوی پر نشان کن ثابت ہوئے
بیچ لوگ زیادہ ہوی تو بد قسمت فرقے نے یہ انتشار
چند شرائط کے ساتھ عالموں کو دیدیا۔ ممکن ہے کہ کچھ

کی نسبت کچھ سہولت ہوگی جو لیکن موجودہ قانون بھی اپنی مختصیول کی وجہ سے
میاں بوی کو کسبہ کاری کی طرف بلانے کے لئے نسبت کافی ہے۔ بڑی شکل
نہ ہے کہ ان کے ہاں اختلاف طلاق کے لئے جو مصلحت نہیں ہے حالانکہ
غفلت علی الاعلان ہے کہ اگر عورت مرد میں موافقت نہیں ہو سکتی تو اس
جین کی زندگی کی خاطر طلاق کی سب سے بہتر تدبیر ہے۔ ورنہ اراض ہستوں کو فتنہ کج
میں رکھ کر گھر بویا سائیش کی توقع کرنا ایک عمل غیبت ہے۔

انجمنستان کے مشہور نواع ملش نے اپنی زندگی کے دس سال عصیت میں بسر
کئے۔ پہنی بوی سے ستارہ نہیں ملا۔ زندگی شادی کے وقت ستر سال کی تھی۔ والدین
کے ہاں اکثر دھڑوں کی سوسائٹی سے دل بہلائی رہتی تھی جن میں صورت شکل کی
خاطر اس نے ملش سے نکاح کر لیا۔ یہاں خاوند اور اس کی کتابوں کے سوا کچھ
نہ تھا۔ ایک مہینے میں ایلا لکھ رہا کہ یکے بھاگے کی فکر ہوئی۔ والدین کو خطوط
لیکھے۔ انھوں نے کچھ عرصے کے لئے دل لیا۔ لیکن جس ملش نے بوی کو کہا
پانا نا تو تعاف نکھاری جواب ملا۔ آخر کار والدین کو طلاق کی خواہش کی لیکن
کافیانی نہ ہوئی۔ اس نے طلاق کی سہولتوں کے خلاف مخدہ رسالے لکھے اور خود
ازدواج کی حاجت کی یہ بار بار عرض کیا۔ ملش کے رسالوں میں طلاق کے
فائدہ سبب پر لکھنا شروع کیا۔ لیکن اپنے خاکی معاملات کے خلق اس نے کچھ نہیں لکھا
تھے۔ تاہم بعض لوگوں نے طرز تحریر سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بوی نے خواہش
کی تھی کہ نکاح کر دیا تھا۔ یہ بہ حال اصلی وجہ جو کچھ بھی ہو ملش نے اخیر رسالے
میں شکوت کو یہ دیکھی دی ہے کہ اگر تادم اخفت طلاق کے لئے کچھ کافی قرار
نہ دی گئی تو خلافت درزی قانون کی بنیاد پر جائے گی۔ دیکھی کو ملش جاس پٹانے کی خاطر
اس نے ایک شادی شدہ عورت سے دوستی پیدا کی۔ یہ ارادہ کر لیا کہ
بذاتی کی پروا نہ کرے۔ نکاح کر لیت تھی۔ والدین طرز پر اظہار تعلقاقت کو اپنے کرنی تھی۔
حالات اسس نویت بھگے کہ خاکی شکلات کے نیچے والی کو ملش پر مائل کیا۔ دو
سال تک علمبرہ رہنے کے بعد بوی نے عاجزی کے ساتھ ملش کی مانگ کی اور یہ بیان
کیا کہ والدین کے طلاق شدہ پر وہ عمل کر رہی ہے۔ اس کے بعد آٹھ سال تک دونوں
میاں بوی اچھے ساتھ رہے لیکن خاوند جیسا خوش نہ رہا۔ بوی کے مرلے
پر فوراً دوسری شادی کر لی۔

جدہ خاص حالات میں طلاق کے لئے عدالت میں مالش ہو سکتی ہے۔ بیعت
بڑی وجہ زمین میں سے کسی ایک کی زنا کاری ہونی چاہئے۔ جو عورت عدالت میں لیتے
اپنے مشہر شاک و افتخار ظاہر اور ثابت کرنے کے لئے اس کی ان کی خود کاری
اور جیہ شکل گوارا کرتی ہے۔ کسبہ کاری کے خاکی حالات سبک کرے شوق
سے سستی ہے۔ اخباروں کے لئے اچھا معنوں باہر آتا ہے۔ حالانکہ نوعیت کے
معاظے اکثر اوقات ثبوت فی ملش نہیں ہوتا۔ بذاتی کے خیال سے بعض لوگ
مقدمہ بازی پسند نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بوی خاکی طرز برائے۔
ہو جاتے ہیں لیکن نکاح کی فیڈ باقی رہتی ہے۔ آج میں سمجھتا ہوں جو طاق ہے کہ ہر ذوق
اپنی اخی جگہ آزاد ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ زنا کاری کا دروازہ کھل گیا
لیفٹ لوگ جو طلاق کے تو خواہش مند ہیں لیکن عدالت میں وہ ثبوت پیش نہیں
کر سکتے۔ پیش کرنا نہیں چاہتے۔ یہ تدبیر اختیار کرتے ہیں کہ آپس میں مسوہ
کرنے کے بعد ایک ذوق عدالت میں اس میں ان کے ساتھ رجوع نہ تاپہ کہ ذوق
ثانی بطن ہے۔ دیکھو کہ کیا نہیں اپنا بیان ملش بھی دیتا ہے۔ عدالت ذوق
ثانی کے نام نوٹس جاری کرتی ہے لیکن وہ حاضر نہیں ہوتا۔ عدالت سے

بیطر و ڈگری ہو جاتی ہے۔ جان چھڑانے کے لئے تدبیر ہو جاتی ہے لیکن اگر عورت میں ہو جائے
کہ ملش چھوٹا لیا گیا تھا تو عدالت خود کاری سے تھم کر قائم کر دیتی ہے ایک فائدہ یہ ہے
کہ کوئی ذوق عدالت ثانی کی زنا کاری پر شیش چلتی کرتا رہا۔ اور طرح دیتا رہا۔ دانستہ
ایسے اسباب پیدا کرے کہ طلاق ثابت کرنے سے غلبہ ہو کر زنا کاری میں مصروف رہا تو
ان حالات میں طلاق نہیں مل سکتی۔ اس میں میں دو دو کیس سوالات اور یہاں ہونے
پر تھم کر کہ ایک ذوق بہت عرصہ تک حقوق از دواج ادا کرنے سے انکار کرے
اور کوئی معقول وجہ اس طرز عمل کی تائید کرے تو طلاق کی ڈگری مل سکتی ہے اس سلسلہ
میں امریکہ کی عدالتوں میں اختلاف ہو گیا ہے بعض کا خیال ہے کہ وہ معقول موجود ہو جائے
نہ ہو اس بنا پر طلاق نہیں مل سکتی۔ بعض نے یہ طے کیا ہے کہ وہ کافی پائی جائے تو
طلاق کی ڈگری مل جائے۔ دوسرے سال یہ ہے کہ اگر مرد اپنی قوت کو اس طرح استعمال کرنا
ہے کہ اس سے بوی پریشان ہو جائے تو طلاق کے لئے یہ وجہ کافی ہے یا نہیں۔ غلطی
اس طرف اہل سے ذرا سی صورت میں جہاں ضرر منہ صحت ثابت ہوتا تو وری جسے
ایسے ثبوت کے لئے صداقت نامہ بھی لینا پڑتا ہے۔ عورت طبیب کے سامنے برہنہ
ہوتی ہے۔ عدالت میں جاس و زنا ثبوت ثابت کے جاتے ہیں۔

رومن کیتھ لک قند میں باہم طلاق ناما نہیں ہے۔ ایک دفعہ نکاح ہو جانے
کے بعد طلاق کی کوئی صورت نہیں ہے۔ البتہ مرد کا قصور ثابت ہونے پر معاملہ عدالت
میں عورت کو طلاق دودہاں کی اجازت ملتی ہے اور مرد برکے لئے اس وقت غصہ
ہو جاتا ہے۔ کوئی ذوق در نکاح نہیں کر سکتا۔ زندگی کے دن لازمی طور پر بخیر ملے
پڑتے ہیں۔ جو ان عورت کے حق میں اس قسم کی زندگی کس قدر بخیر ثابت ہوئی چاہئے
بالکل ظاہر ہے۔ اچھے اور صوبہ کی کر کے عورت پاکدامنی کے ساتھ گزارنے کی گئی۔ لیکن
اس نوعی کی عورت قند ادب سمجھتی ہیں اور پاکدامن رہنے کے لئے ان کو اپنے نفس منے
ساتھ کس قدر کش مکش کر پڑتی ہوگی۔

نوکس کے ہاں بھی طلاق کی ممانعت ہے اور وہ نکاح ثانی منع ہے
اکثر مسلمان قوم اس طرف قہر کر رہے ہیں اس رواج کے بقا نتائج عام طور پر جو
کے مابین میں اپنا پتہ حال میں یہ سہری سسنگ کے لئے عکس وضع قوانین میں یہ تحریر
پیش کی ہے کہ خاص خاص حالات میں عورت کو طلاق حاصل کرنے کا حق ملنا چاہئے
اگر کہ والدین نے ایک انوکھا قاعدہ آزادی شادی کا بھی نکالا ہے۔ ایک مقدمہ رسالے
کے لئے زمین عارضی نکاح کر کے میں۔ اس دوران میں دیکھتے ہیں کہ موافقت ہو سکتی
یا نہیں اگر تھا تو امید نہ ہوگا۔ ہوتا ہے نہ کیا عجب ہے کہ ایسی جگہیں ایک
عورت کئی مردوں کے ساتھ نکاح کرے، لیکن استعمال کی زندگی کچھ شیب نہ تو
اس ناہنجی معاہدہ کو کیم نکاح کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسلام نے ان ساری شکلات
کامل اور صورتوں میں نہیں کیا ہے۔ لیکن طلاق میں سہولت اور تعداد از دواج خاوند
بوی کو طلاق دینا چاہے تو عدالت میں حاضر ہو کر خاکی حالات ثابت کرنے کی ضرورت
نہیں ہوتی اپنے اختیار سے گھر بیٹھے طلاق دیکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے عورت کو ملش
چھوڑے تو عورت عدالت میں رجوع ہو سکتی ہے۔ خاص کا اعراض ہے کہ اسلام میں
اس سالہ میں مساوات حقوق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ کیا انصاف ہے کہ مرد و عورت
مساوی ہو اور عورت خاکی کے ملکر کی تمام عذر کو تو یہ اقرض آسانی کے ساتھ
رد ہو جاتا ہے۔ قدرت نے خود عورت مرد میں مساوات کو جائز نہیں رکھا ہے بلکہ
باتیں مرد کو برتری حاصل ہے۔ عورت بہت سی باتوں میں مردی صحت سمجھ کر رہتی ہے
ساری دنیا اس کو صفت نازک کے لقب سے مخاطب کرتی ہے۔ اس اصل کو نظر
رکھا جائے تو برتری سہی کو برتر حقوق ملنا کوئی نا انصافی نہیں ہے بلکہ برتریت سے

مشرقی بیوی

ایک مزاحیہ افسانہ

(۱) از ”بیکار“ (عثمانیہ)

میں یازب ڈولے اور سر میں مشرقی طرز کا چڑھواوا تھا
یقیناً سمجھو وہ ایک زیور تھے لدا موت حسین بت
معلوم ہوئی تھی یا فی الحال آپ اس کو ایک بنک تصور
کر لیں۔

موت پر کارا ہوں بجا اور روزی ملازم کو آواز دینا
 ہوئی کہ باندہ میں آئی جو پہلی نظر پڑی اپنے سیاہ
 مقلد بالوں کے انھوں سے شمار کرتے ہوئے کہا "اوپر
 آگے" وہ بہت زیادہ جین تھا اس کا جسم نہایت
 سنسب تھا اس کی مہوئی ہوئی باتیں بھی بہت ہی پند
 تھیں جو ہم سادہ اور آدھی اس نے روزانی کے
 پھر پرے بدن اور جین صورت کے لیے ہیں سادہ اور
 آدھی لباس بہت ہی موزوں معلوم ہوا تھا۔ ملازم روزی
 روزانی کو طوطی سوار کرانے کے لیے چادر سے لہجہ
 روزانی اپنے پر کراس پر ہم سے تعریف و توصیف کی خواہش
 ہوئی ہاں اس کی اوصاف لائق تحسین تھے جن کے
 متعلق ہم تعریفوں کے بل باندھ دیتے۔ لیکن وہ تدریم لہجہ
 وضع اور طبع کی پابندی جس پر ہم کبھی غراض ہوتا۔ سارے
 اعتراضات پر بعض اوقات وہ بہت ہی برا فخر ہوتی۔
 طوطی سوار ہونے کے لیے وہ زینہ سے اترنے لگی۔
 عہدگار جیسے ماہ کی پسند ہی بدشعری کے انسان روزانی
 کو اس قدر دوجہ سے لدا چنید کہ دیکھ سکتے تھے وہاں
 سے نہ پوچھتے ہوئے کہ بیٹھے ۱۵ ماہ بڑی اچھا معلوم

دفتر سے نکلے ہوئے مجھ کو وہیں آئے آرام
کرسی پر دوسرا ہو گئے۔ ملازم کو پانی لانے کے لئے
کہا مگر وہیں نورانی عین بن سوتوں میں مصروف
تھی۔ وہ بھی آئندہ دیکھتی کبھی جوتی بار بار کرتی اور کبھی
اپنے نہایت شوق رنگ کے کپڑے جھاڑتی۔ اس
اس کی سبلی کا باہر دیکھا اور وہ مدعوئی تھی۔
مشتاق محبت تو دیکھنے پر مجھ سے ملازم کو آواز دی
لیکن نورانی کے کان پر جوں تک نہ رنگی۔ پانی آیا
اور مجھ متاقتہ دھوئے بن مصروف ہو گئے۔ اس کبھی
کبھی بھی رنگی کھانوں سے کمرے کی طرف درو کچھ لیے تھے
نورانی نہایت خوشی اور اطمینان سے خود کو آرام
دی تھی، اس کے بال شترنی رواج کے موافق تھے
ہاتھوں پر پان کی دھڑی اور اداست سہی مایہ تھے
جوتی کو مختلف زمین تاروں اور پانوں سے آراستہ
کہا کیا کھانا کان نکلوں سے اٹیٹے ہوئے گلے میں ملان
تھم کے ہنسی اور چراو تھے (ان میں سے صرف ایک
چیزن بارے میں کے نام سے ہم واقف ہیں) ڈیڑوں
پر ملائی کر کے اور کھنکھان جڑی فیض جن کا منظر
ایک سا دی اندر انسان کی نہایت خوش تھا۔ کلاویوں
پوچھاں اور انگلیاں انگوٹھوں سے لدی فیض مجسم
پر ہنسر رنگ کا زینت کھٹ گئے والا کرا اور ایک نہایت
سرخ اور شریخ تارسی ساڑی زینت تھی کھنکھوں

ہو رہی جو میرے نادیہ کا دل۔ ذرا فانی کی تیوی میں بل
 لگے، اس کا حسین چہرہ سر پہ ہو گیا وہ غضب
 ناک لگا ہوں سے لازمو کو دیکھنے کی جو چادر پہ کر
 قریب ہی کھڑی تھی، اندر کی گشتگو کے وہ برآمدے
 میں آئی اور اپنے کمرے کا رخ کیا۔ ہم کھانا کھا گئے
 یا علی باجر کیا ہے، مجھے اپنے دل میں یاد آ کر کوئی
 سے مانگ دیا اور عین کمرے کے اس کے کمرے کے قریب
 پہنچے دکھا کر نہایت غضب اور برکے کے ساتھ گھٹا ادا
 کارا ہے، ایک تنگ مسکن دکھتے رہے، رنگوں
 ذرا نی کا ماضی کی یاد رہا، مجھے نہات خیر سے

دیرا وقت کیا، ”جی ہاں اب میری جگہ آپ کے لئے تشریف لے جائے گا“۔ نورانی نے طنز جواب دیا، ”تو اس قدر گھڑی کی گول پہ آٹھ گھنٹہ کا گول کیا؟“ تم نے بھر نہایت فائنات اور ہر دی کے گھوڑا کہا ”موسٹر ایچ جی“ ہے تمام چوری ہے تو علیحدہ جا ”میں سرگز نہیں“ جاؤں گی“۔ نورانی نے عجیب کر کہا۔ ”آپ کی سوری کوئی بات لینے نہیں تھے کہ میرا بیٹا اور ماضی کیا۔۔۔۔۔“ ”نادان“! تم نے نصیحت آئینہ جواب کہا۔ ”تو نے کیا کیے فرض کر لیا تم کو تو جانتے ہیں کہ نوحی زمانہ موجودہ عالم کا زمانہ کبھی نہ۔“ فردا کو گھر چھوڑ کر کچھ تو بھی لے کر نوحی زمانہ سے منور ہو جائے“ آخر خدا نے کچھ بھی تو عقل دی ہے، اس وقت خزانے کی بجائے سادہ نقد اور قیمتی لباس پہن کر بلڈ گولڈ کو اس بند بوم سے تو نہ لاد۔ تو کسی لڑکے کے گھر کو آئی نہیں ہے جو ملاؤں پر رہے“ ”نہیں آپ کی نصیحت سے باز آئی، ملازمہ سے کچھ لینا“ کوڑا اس کر دے“

نوابی کی اس ٹپ پر عین صبح اٹھا اور مایا کو
وہ گھناٹا نے اس پر صرف حق، مہم جوئی کر کے اس
کے قریب پہنچ گئے۔ ”آج تجھے ہو گیا ہے،“ مہم
بے چین ہو کر آتے ہوئے کہا۔ ”تجھے خلا ہو گیا
مناک کرنا تو کلاں میں بڑے بڑے سلیکٹ کر کے
ڈانگ ہے مہم آئندہ سے تجھے کچھ نہیں گئے،“ کہتے
ہوئے مہم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مزید
سے جذبات (جو اس نے آواز میں کیا تھا) اٹھا کر
اپنے احوال سے سنائے گئے۔

دوسرے ٹاپے چائے، ڈرائیو نے ہمیں نظر سے زخمی کر کے کہا: "میں کبھی نہیں بیٹوں گی، تم بیٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور وہ مجھے کی کوشش کرتی تھی۔" تین یا چار دن کی کشمکش کے بعد ہم ہار بیٹانے پر کامیاب ہو گئے۔ ملازمہ برآمدہ میں ساکھ کوڑی جاتی کشتی دیکھ کر خمی۔ جاری کامیابی پر ڈرائیو کو شایہ

نہدہ احکام کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ یہ اسلئے کہ حکومت ہند۔ فاران دیار میں مٹو مرضہ اسلام وجود
توہین نزول اسلام کا خلاف اس حقیقت کی واضح کر چکا ہے کہ جو توہین نزول اعلیٰ حضرت حضور نظام
حقوق بادشاہت کے معانی میں تمام یعنی اور قانونی پیچیدگیوں کا واحد حل یہ ہے کہ ہر کار کو یہ توسط
سے علمہ کر کے اعلیٰ حضرت حضور نظام کے تحت ایک علمہ صورتہ بنادیا جائے اور حکومت ہندہ یا کوہی اختیار
تفویض کر دے جائیں جو فی الحال گورنر آف انڈیا یا حکومت ہند کو اس صورتہ برعاصل یہ۔ اگر ہر صورتہ توسط
کا جبر سکرو واقف ہند میں شریک ہوا تو ایمان برائے ہندو اصلاحات سے کافی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔
(تھام شد)

۲

”اوجھ ایک ملک دیر کیجئے“ تیسرے درجے کے درجے پر کھڑے راجن کوٹ لکھا
”کہاں کا؟“ ہاؤلے پوچھا۔
”راجن کوٹ... سوچئے لگا۔ ہاؤلے اُسے سوچتے ہوئے دیکھ کر غصے سے کہا
”اچھا کلائے کا دیر کیجئے“ راجن کوٹ نے جواب دیا۔
دوسرے سفر اس کی طرف حیرت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ راجن کوٹ لکھنے
کے باہر نکلا اور ملک کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ پلاٹ فارم پر بیٹھا۔ اس کے
ساتھ کوئی آداب نہ تھا، جن پہلوں میں وہ رات میں کھڑے نکلا تھا، وہی کڑے
اس کے جسم پر تھے۔ صبح کے سات بج رہے تھے گاڑی آنے میں پندرہ منٹ کی
دیر تھی۔ راجن کوٹ پلاٹ فارم پر پہلے لگا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں
رہ رہ کر دھڑک رہی تھیں لیکن کچھ لمبے سی وہ پھر خشک ہو جاتی تھیں، اس
کے چہرے پر وہاں اڑی تھیں، جو لمحہ پر نکلتے والے نے سانسوں سے اس کے
اندرونی غماخاں پر پورا غماخاں کی گاڑی آئی راجن کوٹ ایک ڈبے میں جا کر کونے میں
بیٹھ گیا۔ اس کی تھکن کی طرف اس کا دھیان نہیں تھا اور نہ ڈبے میں
بیٹھے ہوئے دوسرے مسافروں کی طرف توجہ تھی۔ کوئی کے اندر دوں ہاتھ چپکے
کھڑکی کے باہر کی جانب نظر نہ تھامے ہوئے تھا۔ گاڑی نے سٹی دی اور ایک
چھٹکے کے ساتھ مل پڑی، رفتہ رفتہ پلاٹ فارم پر اس کی حد لائن کی دوں طرف کلاؤ
کی خطا اور کرب پر دوڑتی ہوئی دوسری تھکن کی ساریاں پیچھے چھوٹے گیس راجن کوٹ
نے اپنا چہرہ کھڑکی کے باہر نکال لیا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دوں دیکھنے لگے
دن کے تین تین گھنٹے گاڑی مل سڑی۔ راجن کوٹ اس کی جگہ پر بیٹھا، اوٹی جا رہی تھی
کر کے گھٹنے کے نیچے رکھی تھیں پیچ پر راجن کوٹ پر بیٹھا تھا وہ اب تھک چکی تھی
جلی تھی۔ اس کے دوسرے سر پر دروازے کے قریب ایک شخص بیٹھا تھا۔
رفتہ رفتہ دروازہ کھلا اور اوٹی ایک ٹرک اور تیس کے گاڑی سڑی رہے اندر آیا
اس نے آکر راجن کوٹ کے اور دوں تھے پر وہ تھکن پر رکھیں اسی کے پیچھے ایک
بارہاڑی آیا اور راجن کوٹ کے قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھے تھکی کا حساب چکایا، لیکن تھکی کی تھکی
نہ ہوئی اس نے کہا بیٹھ کر چائے کے چار پیسے اور دیکھنے پر لے لیا ہوں۔
”یل پرے لایا ہے تو کیا دیر تیرا دیت (علیہ السلام) ہے اس سے دو پیسے پر تھکی
دے ہیں“ سیکھنے سے کہا۔
”یہ ہے ہمارا بیٹھ توڑی ہی ہر جاہرے سیکھ ہی آئے بیٹھ لوگ تو بہت دے جاتے
ہیں۔“
”ہیں ویسا بیٹھ نہیں ہوں بھیا۔ جانا بنا کا دیکھ یا“
”اچھا دو پیسے دے دیجئے“ تلی نے عاجزی کی۔
”ایک پچا دھیلا تو آپ دوں جا بھاگ“ بیٹھ ہی آنکھیں دکھا کر لوئے۔ تلی پڑا
ہوا چلا گیا۔ بیٹھ ہی راجن کوٹ کی طرف دیکھ کر لوئے۔
”ان سڑوں کو چاہئے جتنا جتنا دے دو، ایمان کا من نہیں بھرتا“
”راجن کوٹ خشک انداز میں دھڑک کر بولا“ بات تو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“
”بڑی بذات قوم ہے۔ آپ کہاں جاتے گئے؟“
”کلائے“ راجن کوٹ نے جواب دیا۔
”اوہو اب تو کہاں آپ کا ساتھ ہے، کہاں سے آ رہے ہو؟“
”دکان پر سے“
”اچھا یہ تو جی اچھا اتفاق ہوا میں تین برس کا پور میں رہا ہوں میرے

”اما بابا۔ تو پری ہے، پری،“ ماں نے لکھی اور کش کی مورتیاں اٹھا کر تھالی میں
رکھ دیں اور اپنی دو کھلنے والے دونوں پٹروں کے درمیان رکھ دے۔ مرد نے اپنا کوٹ
اٹا کر کھوٹا پڑا ٹانگ دیا۔
”اب تو بے وقت ہو گیا ہو گا؟“
مرد نے جواب دیا۔ ”ہاں، اب دیر ہو چکی ہے۔“
اتنا کہہ کر وہ پھر باہر چلا گیا۔ دوسرے صبح کے اندر سے ایک بڑی برات لے
آئی۔ اس پر اس نے کھڑی کھول کر کھلیں، تیناٹے اور پچھٹے شکر کے کھلنے
رکھ دے اور برات کو پوجا کی تھالی کے پاس سرکا دیا۔
”ہو گیا ہوا“ اس نے بھاد دے۔

صورت ایک کش آسن لے آئی اور آسن تھالیوں کے ساتھ بچھا دیا۔ صبح کا نام راج
کوٹ کا تھا۔ آکر آسن پر بیٹھ گیا۔ پہلے اس نے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کر
تھالی میں رکھا۔ بعد ازاں تھالی میں دوسرا دھڑک کر دیا۔ ”اس میں کچھ کا کچھ اور
کلاؤ (اڑاؤ) تو رکھا ہی نہیں“ بچھانے میں بھیر کر عورت کی طرف دیکھا، لیکن وہ
پہلے ہی جا چکی تھی۔ کچھ لمبے وہ دوں چیزیں لے آئی اور اس نے انہیں تھالی میں
رکھ دیا۔ راجن کوٹ نے کھانے کے کلاؤ پر کلاؤ لپٹ کر اُسے دیکھا۔ ”پر بھیا، اور
ازان پہلے کش اور وہ سے کی چوٹی کی مورتوں کی پوجا کر کے کے بعد دوسرے
چلائے اور اس وقت دوسرے تھکے لگایا۔ کھلیاں تیناٹے وغیرہ اٹھا کر دے کوٹے
لوٹ کے ایک ہاتھ میں پری، تھکی، دوسرے ہاتھ سے اس نے کلاؤ کا دامن اٹھا کر
اس میں کھلیں چھریں۔ پڑھا دل اٹھی۔ ”ہے کھلی ہمارا، ہے کھلی جی اچھا کو کوڑی
دکلاؤ۔ چھ پیسے پیسے پیسے پیسے۔“ دوا لیا اب تو کر باکر۔
راجن کوٹ کا سر جھک گیا۔ اس کا علم ہوا کہ وہ بھی ماں کی دعا کے ساتھ آسن کہ رہا
تھا۔ پیچھے چھری ہو جی نے ایک لپٹا ساش لپٹا تھوڑی سی کھلاؤ تیناٹے میں کھ
کر راجن کوٹ پر بیٹھ کر اور باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عورت نے بھی پوجا
کی اور کچھ دیر تک ہاتھ جوڑ کر بارگشا کرتی رہی بعد ازاں اپنی چراغ روشن کئے انہیں
تھالی میں رکھ کر باہر لے گئی۔

کھانے سے فارغ ہو کر راجن کوٹ اپنی والدہ سے بولا۔ ”اما“ اب میں جانا ہوں میری
راہ نہ دیکھنا۔“

”کہاں جاؤ گے پٹا؟“ ماں نے پوچھا۔
”کہاں ہوں، ذرا نصیحت آزادی کروں گا۔ شاید دوا لیا مہارانی خوش ہو جائیں“
پڑھا دوا لیا دیکھنے لگا۔ اسے شاید اس نے کرنا کہیں بارہا پور ماؤ تو عری میں
آ گیا ہو جائے گا۔ ابھی نہ جانے کب تک توڑی لگے۔ اس وقت تک کھانے کو بھی
چاہئے۔“

کچھ بھی ہوا اب تو جو ہو گا بچھا جانے گا۔
اتنا کہہ کر وہاں ہر کی طرف چلا اور باہر پری سے بیٹھ بیٹھ ہوئی وہ دوا لیا۔ ”جوت کھلو
میں جو سے کا بیٹھ نہیں جاتے اور جو سے میں بارگے، توہ جوں کے لائے پڑھا میں گے“
راجن کوٹ نے بوی کے چہرہ پر نظر ڈالی، اس نے بوی کے چہرے پر نفکرت اور دلی
دشمنی کے نمایاں آثار دیکھے۔ شوہر کی بکلائی کے بعد چھ پیسے کے اندر اس کا
خاموش رہنا، جو نفکرت کی وجہ سے رہا گیا تھا، وہ اس وقت جوئے کی بددعا
کے خوف سے نہایت ہی اوداس ہو گیا تھا۔ راجن کوٹ کے دل سے ایک آہ نکلی لیکن
اس نے اسے اندر ہی دبا کر خرابائی کے جوش میں لگا دیا۔ بھلا ان سب اچھا ہی کر گیا
تم کھراؤ نہیں، اتنا کہہ کر راجن کوٹ تیزی کے ساتھ باہر چلا گیا۔

لا جا رہوں۔
 کہتے تھے راج کٹھ کا کل بھڑا۔ آبدیدہ سارے سیٹھی کا چہرہ
 سا گیا کچھ لے ناک راج کٹھ کی طرف ترجم کی نظر سے دیکھتے
 رہے۔ بعد ازاں بولے ”دیکھا اگر تھاری ایسی خوش
 ہے تو کل باپس ملے جانا۔ کانہیوں باری ایک دوکان
 ہے وہاں کا کرنا۔ راج کٹھ ہاتھ جوڑ کر احسانہ لہو
 میں بولا ”اگر اتنی مہربانی ہو جائے تو میں آپ کا چہرہ
 رموں گا۔“

سیٹھی نے کہا ”اچھا! ملے جانا جاؤ۔“
 راج کٹھ رات آکھیں پوچھا ہوا باہر کی طرف چلا۔ اسی وقت
 منہر جی اندر آئے۔ راج کٹھ باہر چلا گیا۔

سیٹھی کی کہ جسے براہی تھائی ہوئی تھی منہر جی نے
 نہایت بھڑائی سے سنا تھا کہا ”میری رائے سے سنا ہی
 مناسب ہے کہ انہوں کا نام لے کر یہ سودا کر لیجئے۔“
 سیٹھی پریشان خاطر ہو کر بولے ”بھائو! نہیں کروں گا۔
 پھر دیکھا جائے گا۔“

منہر جی غیب کی نظروں سے سیٹھی کو دیکھتے ہوئے چلے
 گئے۔
 راج کٹھ کا پتہ پوچھنے کی تیاری کر رہا تھا سیٹھی جی
 نے کچھ روپیے دے دیے تھے۔ اسی سے اس نے والدہ اور
 بیوی کے لئے ایک ایک چوڑا ساڑی کا خریدا تھا۔ بھیج

کے لئے بھی کچھ کپڑے اور کھانے لئے۔ مارے خوشی کے
 اس کا اور اس چہرہ شش شش ہو گیا تھا۔ مستقل
 کی او سے ذرا بھی فکر نہ تھی اس کے پیش نظر منہر جی
 معقد تھا اور وہ یہ کہ ملکہ سرخ جائے سیٹھی سے
 رخصت چاہئے گئے وہ ان کے پاس پہنچا سیٹھی انھوں
 میں ایک تارے ہوئے کسی خیال میں سمجھتے۔ راج کٹھ
 کو دیکھتے ہی سنا کر بولے ”کوہ پربت جی کی تیاری ہوئی ہے
 ”ہاں سرکار جگہ جو تو ماؤں ایک ایک منٹ بار معلوم
 ہو رہا ہے۔ راج کٹھ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

”اچھا! کہہ کر سیٹھی نے منہر جی کے ہونے ایک منٹ کو
 دیا۔ کچھ لمحہ بعد ایک دربان آکر سامنے کھڑا ہو گیا۔ سیٹھی
 جی اس سے بولے۔

”منہر جی کو بھیج دو۔“ دربان چلا گیا۔ کچھ لمحہ بعد منہر جی آئے سیٹھی
 جی نے ان کے کان میں کچھ کہا۔ منہر جی چلے گئے۔ سیٹھی جی راج
 کٹھ سے بولے ”تو آپ کان پور والی دوکان میں نوکری
 کریں گے۔“ ”نہیں دوکان میں تو بال بچ نکال بیٹے باؤ کا گھر
 ”اچھا ہر ماں سے بھی ملتی بیٹے دیں گے اور یہ بھیجے
 لکھی ہے اسے باری دوکان پر دے دینا۔ نہیں نوکری
 مل جائے گی۔“

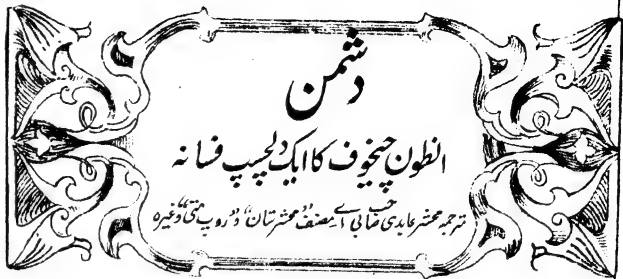
یہ کہہ کر سیٹھی جی نے ایک لفافہ راج کٹھ کی طرف بڑھایا
 راج کٹھ نے سیٹھی جی کے ہاتھ سے لفافہ لیکر اس میں
 سی دیا۔

راج کٹھ نے جادوئی دیوار بری ہوئی شکلوں کے سامنے سب چیزیں دستور دھری تھیں۔ اس مقام
 ہوتا تھا کہ ان کی طرف کسی نے کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ راج کٹھ نے ٹوٹ کے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر سمجھا لکھا اور
 اس کے اندر سے پانچ سو روپے کے نوٹ نکالے۔ ان نوٹوں کو لکشی کی پورٹی کے سامنے رکھ کر اس نے ہاتھ جوڑے اور انھیں بند کر کے
 بولا لکشی ہارانی ادولانی تیار تو ہے جی کر یا اس غریب کے مال بری، ایسی ہی مدد مانسے رکھا۔
 چراغ کے پاس کھڑی ہوئی اس کی بیوی آبدیدہ ہو کر نظر حیرت سے یہ نظارہ دیکھ رہی تھی۔

(داعوذ از ہندی)

روزنامہ رہبر دکن

سارے مقامی جرائد سے زیادہ اشاعت رکھتا ہے اور اس میں عربی و لاتی
 فرانسیسی ڈاک کے علاوہ مزاج مخصوص و تازہ ترین تار کا بھی معقول انتظام
 ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کے معلومات میں کافی اضافہ کر دے گا۔



اس وقت وہ عجیب سی روش میں تھا اس کی گھمبیر نہ آتا تھا کیا کرے آیا چلا جائے یا کمر اس پر عاکرے۔
”سنئے“ اس نے یکایک ڈاکٹر کی آستین پر پڑے ہوئے کیا ”بس آپ کی ہر وہ حالت کو مجھ کی گھمبیر ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ میں اس وقت ایسی حالت میں آپ سے کوئی سہارا نہ کر رہا ہوں۔ لیکن میں اس وقت کیا کروں؟ خیال فرمائیے کہ اس وقت میں اور کس کے پاس جا سکتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اور کی ڈاکٹر نہیں ہے خدا کے لئے میرے ساتھ آئے ہیں آپ کو اپنے لئے نہیں بلکہ میں خود رہن نہیں ہوں۔“
سکوت چھا گیا۔ ڈاکٹر نے ابلیں کی طرف

رہت کر لی، تھوڑی دیر غائب ہو کر آیا اور پھر آہستہ آہستہ نشست گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے غیر متعلق اور ڈاکٹر کے ہونے کے ذمہ اس کے اس انداز سے جس سے اس نے برقی ایک پر تیز رکھا اور پھر میز پر بیڑی ہوئی کتاب کو دیکھنے لگا۔ یہ صاف ظاہر ہوا تھا کہ اس وقت نہ تو اس کا کہیں جانے کا ارادہ ہے اور نہ خواہش ہے اور اس کو تو وادی کو جو دگی کا بھی میل نہیں ہے، وہ دھندلی روشنی اور کمرہ کے سکوت سے معلوم ہو رہا تھا کہ اس کی اندر کی جڑ جڑی جاتی ہے۔ نشست گاہ سے نکل کر وہ کتب خانے کی طرف جانے لگا اس نے اپنا سر دھارے کی طرف سے زیادہ اوڑھ لیا اور دروازہ کی چوڑی کو ہاتھ سے محسوس کرنے لگا راستہ کے کچھوں اور پریشانی ایک لڑو کی جیسے وہ کی غیر آدمی کے گھر میں داخل ہو رہا ہو۔ اس نے عرصہ میں پہلے مرتبہ شراب پی ہو اور اس کے اثرات اس کے دماغ اور دل پر طاری ہو رہے ہوں۔ کتابوں کی الماری کے کنارے سے روشنی کی ایک شعاع دیوار پر چڑی تھی۔ ساتھ ہی قریب کے کھلے ہوئے کمرے سے کارا لک اور آخر کی خوش بو بھی آ رہی تھی۔ ڈاکٹر کے سامنے ایک کرسی پر گر پڑا۔ ایک لمحہ تک غور کی حالت میں ملاری کو دیکھا رہا۔ پھر غصہ کر گیا وہ گناہ میں چلا گیا۔ خواب گاہ میں قبرستان کی کسی مینٹاں کا روشنی مکارا تھی۔ ہر جیسے معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی زلزلہ آوے لوٹان آتا تھا جس کے عداوت میں سکون پیدا ہوگا۔ یہ بت ہی ششوں، پٹوں، ہڈیوں اور ہڈیوں کے بیچ میں تابی برقی ہوئی ایک شمع اور روشنی درستی برکتے ہوئے ایک کرسی سے روشنی سے مارا کمرہ روشن تھا۔ کڑی کے اس گھمبیر نے ہر ایک لڑکی لایا ہو تھا جس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور جیسے ہر جیسے کے آثار ہو رہے تھے اس میں دماغی بخشش بھی نہ تھی لیکن

کی وجہ سے بہت پریشان اور مبہوت ہو، وہ اپنے تیز نفس اور غور غرائی ہوئی آواز کی جس میں ایک بیوقوف غلام اور ایک طفلانہ خوف مخفی تھا، روک نہ سکتا تھا غور اور مبہوت ڈکوں کی طرح وہ مختصر اور فرسٹل اور مضبوطی پہلے پہلے ہی کھٹا جا رہا تھا۔
”میں اپنے دل میں ڈر رہا تھا کہ شاید آپ نہیں وہ چہرے لگا۔“ جب میں بیان آ رہا تھا تو میری روح کرب اور اضطراب میں گرفتار تھی خدا کے لئے جلد لیا میں بکری سے ساتھ چلے۔ بس یہ واقعہ ہی ہے۔ ڈاکٹر نے یہ سنا جس سے آپ واقف میں تھے اپنے آپ کو لوگوں نے کچھ دیر گفتگو کی اور پھر چارے لگے۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر اسی دونوں باتوں سے اپنے دل کو بچا لیا اور کرسی پر گر پڑی ہم لوگ اسے اٹھا کر کچھ بے رہے تھے میں نے اس کی نشانی پر اٹھنا ملا اور اس پر عرفی کلاب چلا گیا لیکن وہ اس قدر مالتیری سی تھی خدا کا ارادہ مگر یہ ہو۔ مجھے خوف ہے کہ کس میں شہر میں نہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس کے باپ نے بھی اسی مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا ہے۔ کرف سبک عاوش رہا جیسے وہ دوسری زبان بھٹا ہی نہیں۔
جب اب لوگوں نے کمرہ چھوڑ کر کام لیا اور اپنے خیر کا ذکر کیا اور تاریکی میں ڈاکٹر کا ہاتھ ٹٹولنے لگا تو ڈاکٹر نے سب کو بخش دی اور انتہائی محارت و نفرت سے الفاظ کو جابجا کر کے لگا۔ ”صاف مجھے میں نہیں آ سکتا یہ دیکھ کے انتقال کے ہوئے صرف باقی منت گذرے ہیں۔“ ”کیا یہ ممکن ہے؟“ ”لوگوں نے ایک قدم بھیچے ہیں ہوئے کہا۔
”او خدا۔“ میں کس قدر بے وقت آیا ہوں۔ ایک غیر معمولی محسوس دلی۔ حالات کس قدر تاریک ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے پہلے ہی سے اس کا انتظام کر لیا تھا، یہ لوگوں نے دروازہ کا دھبہ کھول دیا اور سر جھکا کر کھڑا ہوا

تھوڑی ایک تاریک رات کو ۹ اور ۱۰ بجے کے درمیان ڈاکٹر کو وقت کی چھ سالہ لڑکے ابھرنے لگے انتقال کیا۔ عین اس وقت جب کہ ڈاکٹر کی بیوی دنیا عجز و اس سے غلبہ ہو کر مردہ کے بستر پر چھٹی ہوئی تھی گھسی کی کرفت آواز آئی۔ اسی روز ڈاکٹر نے اپنے ملازمین کو گھر میں آنے سے منع کر دیا تھا کہ اس کے لڑکے کو جس قدر ہی تھا اس نے اس وقت خود ڈاکٹر کو دروازہ کھلوا کر اس وقت اس کے جسم پر نہ ڈکھٹا تھا۔ اس نے اچھی آنکھوں سے ہم چہرہ کو بھی نہ دیکھا تھا اور نہ اپنے دھوکے سے جن میں کارا لک لگا ہوا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے ڈاکٹر کی صورت تیز تر جانی تھی صرف لمبا، ٹوٹی اور ایک انتہائی مشرقی چہرہ کس قدر نظر آ رہا تھا۔
”کیا ڈاکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں؟“ ”دو دروازے پچھا۔“ ”میں موجود ہوں،“ ڈاکٹر نے جواب دیا ”آپ کیا چاہتے ہیں؟“
”اچھا تو آپ ہی ڈاکٹر۔ مجھے آپ سے ملکر بڑی خوشی ہوئی۔“
دو دروازے اطمینان کے لہجہ میں کہا۔ اور وہ تاریکی میں ڈاکٹر کے اٹھ کھڑے ہوئے لگا اس کو کھول دیا اور زور سے اپنے ہاتھوں میں دایا۔ یہ ہمت سرور ہوں اب ہم دونوں ایک دوسرے سے واقف ہو گئے۔ ہرا نام اب لوگوں نے اور مجھے جیسے کہ ہاں موسم گرما میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ میں بہت خوش ہو کر آپ کا ہاں پر ملے۔ خدا کے لئے اب سب کچھ فوراً چلنے میں انکار نہ کیجئے میری بیوی منت غلیل ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ گاڑی باہر پھری ہوئی ہے۔“
دو دروازے آواز، محارت اور کھلم سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ ایک انتہائی اضطراب میں مبتلا ہے ایک ایسے آدمی کی مانند جو گھر میں آگ لگنے

بیوی کے بھوکے دل کو اس قسم کے لوگوں میں تھا جو روحانی تکلیف کے وقت بھی خاموش رہتا ہے نہ ہنسی کرتے۔ بیوی کے پاس بیچ نکال سکا ٹھہرنے کے بعد وہ خواب گاہ سے ایک کچھوٹے سے کمرے کی طرف بڑھا جہاں نصف صبح ایک خیرے سوسنے نے گھیر رکھا تھا۔ وہاں سے وہ باہر نکل گیا۔ باہر کے کچھوٹے اور چھلے گرد بچہ کے کمرے پر کھجک کر ایک دروازہ سے راستہ میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے کچھ لوگوں اور سفید جہر کو دکھا۔

آخر کار، انھوں نے سردارہ مجھ سے کہے کیا آپ آگے۔ اب ہم کو ملنا چاہیے۔
 ڈاکٹر جیک ٹیڈ اس کو گھور کر دیکھا اور پھر اس کو یاد آگیا۔ ”یوں میں نے آپ سے کہہ
 دیا کہ آپ کے ساتھ جیل نہیں لگتا۔ اس نے برہم ہوتے ہوئے کہا عجیب ہے کہ آپ ابھی
 تک کھڑے ہیں۔“

”ڈاکٹر! میں تجھ نہیں ہوں۔“

میں آپ کی موجودہ حالت کو
خوب سمجھتا ہوں۔ مجھے آپ
کے ساتھ ہمدردی ہے۔
”ابو لکن نے طبعی آواز میں ٹوپی
برساتھ رکھے تھوڑے کما۔

”لیکن میں آپ سے اپنے لئے
نہیں کہتا۔ میری بیوی مر رہی
ہے اگر آپ نے اس کی جمع خفی
ہوتی اور اس کا جبرہ دیکھا ہو
تو میری اس گستاخی کو ضرور
سمجھ سکتے اور اسے خدا

مجھ سے۔ اور میرے خدا
میں نے سمجھا تھا کہ آپ سیر
ساتھ ملنے کے لئے کپڑے
پہنے گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب
وقت بہت زیادہ قیمتی ہے
میں آپ سے اسرارِ عالم کو
کہہ چکے ہیں۔“

”میں نہیں چل سکتا“، کرفٹ نے
موٹر انداز سے کہا اور نشگاہ
کی طرف بڑھا۔

ابوحنن بھی اس کے چمچے گیا۔ اس کی آستیں بکری ٹلی۔

”اب غمزدہ میں ہیں گھٹا ہوں۔ لیکن میں آپ سے دانت کے درد کے مرض کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں یا کسی منہ درد کے تپتی ہمارا ہوں بلکہ ایک انسانی زندگی کو خطرہ سے بچانے کے لیے“ وہ کہہ بھٹکا ہوا ایک رخ کے نگاہ ”زندگی ہر انسانی اور شخصی غمزدہ اور نقصان سے بالاتر اور مقدس ہے۔ چلیے میں آپ سے بہت اور جو غمزدہ کے لیے گھٹنا ہوں۔ انسانیت کی خاطر گھٹنا ہوں“

”الانیت — یہ ایک ذوقی لفظ ہے، ”کرنوف نے سمجھاتے ہوئے کہا ”الانیت“ کا واسطہ دیکر میں آپ سے کہتا ہوں کہ مجھے پہلے اور درحقیقت یہ کتنا تعجب کی بات ہے کہ اس وقت مجھ سے کہنے کوئے کی تاب نہیں ہے اور آپ مجھے ”الانیت“

اس کو کھلی ہوئی انجمنیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ غلط یہ غلط نہ تھا بلکہ ہر سوسائٹی میں
جل جباری ہیں۔ ان دونوں باتوں پر رور کے ہونے بسنے پر چھل ہوئی تھی اور اس
بات پر بھی نے پیسہ بھرا ہوا تھا۔ جس کے لیے انہوں نے بھی جس طرح کی حرکت تھی لیکن اس
کے جسم پر انھوں نے فرض کیا، اچانک وہی زندگی دوسری تھی۔ دوسری ہی روح کی
تمام بے جیونوں کے ساتھ جیونے پر چھل تھی اور یہی تمام بات تھی اس کو کس کر کے
میں گواہ اس سے خورہ تھی، گواہی میں تھی اس کا موجودہ آرام تھا
جائے گا جو اب اس کے لئے جسم کو محسوس ہو رہا تھا جیونے کی طرح۔ برتن
نہا پر تھے ہونے پانی کے ذریعہ برتن اور جیونے کے پانی کو پانی۔ اور
نہی تھا۔ سکھ دھرم ہوا۔ اعلیٰ کاوش تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا
کوہ امتحان کی راہ کی شہد میں ڈوبے ہوئے تھے۔

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

وہ تباہ کن خوف و ہراس
موت کا گڑبگڑ کرنے وقت عمومی
کرتے ہیں اس کس سے وجود
انتخاب کرتے کی افسردہ گرد
مال کی موجودہ کیفیت سے اس کا
کے جبر پر نظر پڑنے والے غما
ہیں ایک ایسی کیفیت تھی جو
دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے
اور عہد و دھما کا احساس پیدا
کرتی ہے۔ انسانی غم و اندوہ
کی حسن صورت جس کو بہت
زبان تک انسان نے تو سمجھتے

کے قابل بن سکے گا اور نہ بیان کرنے کے قابل اور جس کو صرف لغت، جڑنی سے
 الایہ سکتا ہے اس مقدس سکوت میں بھی، حق کی ایک کلی عین حلیک جو بھی
 کو وقت اور اس کی بیوقوفی دونوں مصروف کر دیتے تھے تاکہ اس کی اس فضا
 تکلیف کے لیے جو وہ دہلا دے، اس کے وجود، عین حالت کو محسوس کرنے میں جس طرح
 کر کیا بار اُن کی حوالی ماکر اور پس نہیں آئی۔ اسی طرح اس کے لڑکے کے ساتھ ان
 کے بچوں کی پرورش کرنے کے حقوق کے لیے عالم خانی کو رخصت ہو گئے۔ (ڈاکٹر ع ۴۴)
 جس کی بھی۔ اس کے مال مفید ہو چکے تھے اور وہ ایک بڑا آدمی، علم و توانا تھا۔ اس
 کی فضا کی جو تھیں بیوی (۴۵) اس کی بھی۔ انہی نے صرف اگلا لڑکا آخری بچہ

غزل
از جناب نواب حسین نواز جنگ بہادر خسرو

ہوا خواہ غلام ہے تو ہاں یاد صبا کچھ ہے
پڑیں اس عقل پر پتھر نہ کچھ تھا کہا کچھ ہے
ترے ترکش میں سیر درد دل کی جلی کچھ ہے
خمر جام و سبویں دیکھ تو بہر خدا کچھ ہے
یہی ہم دیکھتے آئے کہا کچھ ہے کیا کچھ ہے
اگر غمگیناں بخونِ اربابِ وفا کچھ ہے

فخرِ مین گل سہارا زیت کا کچھ ہے
 بیاں پیغام پر کا کچھ ہے۔ اپنا مدعا کچھ ہے
 بہت تعریف سننا بوسینِ قاتل آبِ بریکا کی
 یونہی کیا تشہیب دے ترس قافیِ بلطِ حاویں
 کہاں کہلِ انتخاب لئے تھمارے ہمد و میاں کا
 نہ کہنا جذبِ اکھاں درِ قایلِ اقیانوسِ

میں یار میں حسرت
مے دزدِ خاکِ چھ ہے

آب غزوة میں یہ سمجھتا ہوں۔ لیکن میں آپ سے نہیں کہتا ہوں، اس کی ضرورت ہے کہ آپ نے اس خطہ سے بچانے کے لئے وہ ایک جھکا رکھی تھی۔

شخصی غم اور نقصان سے بالاتر اور تفرقہ پر کے لئے کہتا ہوں۔ انسانیت کے خاطر کہتا ہوں۔

انسانیت — ایک ذہنی نقطہ ہے۔ اگر کاد واسطہ دیگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ مجھے سے کہ اس وقت مجھ سے کہنے کے لئے کہ اس

پر بحث کر رہے ہیں۔ یہ اس وقت کا قابل نہیں ہوں..... مجھے اس وقت کی بات چلے۔ ریجیو نہیں کر سکتا، اور یہ اپنی بوی کو نہانا نہیں چھوڑ سکتا، ہرگز نہیں۔“

کو فون نے اپنے اٹھو لکھنوی اور تیسرے بڑے گا..... اور..... اور اب

مذہم سے مت کہو..... وہ بہت انداز سے کہنے لگا۔ ”مجھے صاف کرو۔ تھلائی دھو۔“

کے مطابق مجھے صاف ساتھ چلا ضروری ہے اور تم کو بھی ہے کہ میری گردن کچر کر مجھے

لے چلو..... کو گردن کچر کرنے چلو اگر تم جانتے ہو..... لیکن..... میں اس

قابل نہیں ہوں۔ سیر بات نمک نہیں کر سکتا۔ صاف کرو“

ڈاکٹر اس طرز فکر کی ضرورت نہیں ہے۔

”ابو بکر نے مکرر ڈاکو کی آنتین کو کھینچتے ہوئے کہا کہ ”مجھے دفعہ (۱۳) کی ضرورت نہیں۔ آپ کو اپنی کی مرضی کے خلاف مجبور کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔ اگر آپ چل سکتے ہیں

تو بچے اگر تیریں مل سکتے تو خدا آپ کو جان کرے۔ لیکن بدلہ سنی خواہش سے درجہ است نہیں کر رہا ہوں بلکہ بچے احساسات سے ایک جان عورت لبرنگ پر چڑی ہے اچھا آپ خدا اپنے بیٹے کی موت کا ذکر کر رہے تھے تو میر

آپ کے سوا ایک خون میرے
اضطراب اور میرے بے بسی کو
بکھ سکتا ہے۔ کون محسوس کر سکتا
ہے؟
"اگلے کی آواز فطرت
سے میرا گئی اس کے لہجے میں اس
کی تڑپ سے زیادہ اثر نہیں تھا
اگلے محسوس تھا، لیکن یہ بھی
واقعہ ہے کہ اس کے طرزِ نظم میں
افسردگی اور کسی دردِ خوشامد
بھی موجود تھی اور اسے علمِ ہر ما
تھا۔ وہ دالتر کے وجود کو گھر
کی فضا اور اس صورت پر نہیں
بڑی سر پر ہے، ہر جگہ کا نظارہ کر رہا
ہے۔ اس امر کا اس نے خود احساس
کیا اور اس خوف نے کہ لکڑیاں
کی گفتگو ناقابلِ فہم زندگی سے

چائے اس نے، اسی خاصہ انکشاف
 کو پیش لچھ کو نرم اور خوش نمانے میں صرف کردینے لگا اگر اظہار اس کے جذبات کے
 اظہار میں اس کا دل میں تو اس کا لچھ کا باب ہو۔ اصول کے مطابق جلوہ گشتی عمدہ
 اور حق سے بچنا ہو۔ صرف ایک سے پروا آدی پراثر کر سکتا ہے اور ان گول کو
 پوری تکلیف نہیں کش سکتا، مگر مسووبہ یا ناخوشی ساسے لئے زانی یا خوشی
 حسرت اور ناخوشی کے اظہار کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے عاشق و معشوق ایک دوسرے کو
 سکوت میں زیادہ بہتر پہنچتے سمجھ سکتے ہیں اور جو جذباتی فہم پر کسی کی موت بجاتی

ہے اس سے عوام کو متاثر ہونے میں لیکن وہ ایک بیوہ اور اس کے بچوں کے لئے انتہائی مشکل اور لغو ثابت ہوتی ہے۔

کرتھ جی باب کھڑا رہا جب لوگوں نے ڈاکر کی عمدی اور اس کی شخصی زندگی پر تنقیدیں کی تو ڈاکر نے یہ جواب دیا: ”تھریس“ اٹھ یا نمل - ڈاکر صاحب میرے پاس بہت مضبوط گھوڑے ہیں۔ میں آپ کو زبان دیتا ہوں کہ ایک گھنٹے میں یہاں واپس پہنچاؤں گا صرف ایک گھنٹے میں۔“

کر کوئی پران الفاظ کا اثر بہت ہوا۔ اس نے ایک لمحوں تک سوچا اور ایک آہ بھر کر بولا: ”بہت اچھا چلو“ ڈاکٹر تیزی سے اپنے تے خاویں گیا اور ایک کوٹ پہن کر باہر آیا۔ اب وہ دیکھ کر بہت غصے میں ہو گیا اور اس کے ساتھ باہر چلا گیا۔

ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ پھر بھی یہ تاریکی دروازہ کی تاریکی سے کسی قدر کم تھی۔ ڈاکٹر کا طویل قد، لمبی

اور نکل دلاڑی اور اسی اور اور
ہاں انہی صبر کے یہ ابھی طرح
دکھائی دیر کی تھی۔ اور لوگوں
چرا سسر چھٹی ٹوٹی اور اس
چیرہ سی تھی۔ یہاں جا سکتا تھا۔

کیا بے نیاز نکلا رہبر کا سالنامہ
 اُردو نواز نکلا رہبر کا سالنامہ

اک گنج راز نکلا رہے کہ اس نام

جوان نے گاڑی بانک سے
نکل کر فیر تیز گاڑی کی
نظارہ لگا کر جو ہسپتال
ایک سڑک سے دوسرے سڑک
تک چلی گئی تھی، اس کی
ساری غصہ صرف مرت دوہرا

قطعه تاریخ سالنامه رهبر کنی بابت سنه ۱۳۴۳

از مولوی سید ضیاء الدین صاحب عالی

کیا بے نیاز نکلا رہبر کا سنا
اُردو نواز نکلا رہبر کا سنا
اک گنج راز نکلا رہبر کا سنا
باسور ساز نکلا رہبر کا سنا
گلزارِ ناز نکلا رہبر کا سنا
کیا دلدار نکلا رہبر کا سنا

سب سے پہلے شیقہ میں کیوں ناز تھا اسکو
فنا ہے بھائی میں کیسے قدر نوش آئی
عل درجن سے اسرار علم و فن سے
سُج جہاں کدش اہل کمال میں غش
کیا کیا کھلا ہے گلِ جدول سے یہ کہ سنبل
جواں کو دیکھ یا کہوں حُسن نہ آئے

فصلی کا سال عالی ہے بے مثال عالی

بہت طراز نکاح اور نکاح سالنامہ

آپ کو ناشاد کیا تھا کہ آپ... یہودیہ، ذلیل انسان۔" جناب آپ خود کو بھولے جارہے ہیں۔" لوگوں نے اس سے وہ دھڑلے لگا کر مہر ڈال دیے۔ "آپ کی نہیں ہے اس ناک پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیجئے کہ آپ کا سامانہ لایا گیا۔" آپ نے نہیں کیسے دی؟ "ڈاکٹر جیج، اٹھا اور اس نے ہاتھ مار کر نوٹ زمین پر گرادئے۔ "تو میں کی قیمت رو پیسے نہیں ادا کی جاسکتی۔"

اب ڈاکٹر اور لوگوں نے اسے سامنے کھڑے ہو گئے اور غصے میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔ "میں نے یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے اپنی زندگی یا مال خود فراموشی میں بھی کبھی ایسی غیر سنجیدہ، بیدردانہ، یہودیہ اور ناگوار کیا کی جوں گی۔" ناشادوں کی خود بھی اور خود سستی پر وہوں نے بہت زور دیا۔ ناشاد انسان بہت زیادہ خود میں، غفارت نہ، انصاف اور بے رحم ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو کھینچے میں یو تو قوں سے زیادہ اہل ہوتے ہیں ناخوشی، انسانوں کو سمجھ نہیں کرتی بلکہ ہڈا کرتی ہے براہ کرم مجھے گھر جانے دو۔" ڈاکٹر نے اپنے ہونے کہا۔ لوگوں نے کھینچ کر زور سے سجائی جب کوئی نہ آیا تو پھر سجائی اور جواب نہ ملنے پر اٹھا کر زور سے زمین پر ٹپک دی۔ وہ بیٹھ جاتی ہوئی زمین پر گر پڑی اور اس سے ایک لمبی دردناک آواز نکلی جیسے وہ مری ہو ایک لازم اندازہ داخل ہوا۔

"خیر کہاں جا کر مر گئے تھے۔" ہفت ہونے پر۔" اس کا آنا گھر لانا اٹھا کر اس کی طرف بڑھا۔ "دیکھ کھاگے تو جاؤ اور کوئی نہ گلائی اور ایک نہ گلائی میرے لئے تیار کرو۔" اس نے ملازم کو جانا دیکھا کہ کھانا نہیں ملتا، اس گھر میں ایک دغا باز کو بھی نہیں دیکھا جاتا۔ "خیر لوگ نکل جاؤ۔" اس نے ملازم کو گھر لے گیا۔ دغا باز اور گلائی کے انتظام میں ڈاکٹر اور لوگوں نے خاموش بیٹھے رہے۔ لوگوں کے گھر پر نشان اور ڈھانکے آوار لگائے ہوئے گئے وہ کوئی بات سوچا ہوا کہ میں اوجھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس کا غصہ کم نہ ہوا تھا اس نے اس کے اظہار کی خوش گئی کہ وہ اپنے دشمن کو نہیں دیکھ رہا ہے۔

ڈاکٹر ایک ہاتھ سے سینہ پر ٹپک لگاتے ہوئے کھڑا تھا اور لوگوں کو اس نمونہ نہ نفرت اور غفارت سے دیکھ رہا تھا جو تکیت اور غم کی آنکھوں میں صرف اس وقت ہوتی ہے جب اس کو خوش حالی اور آرام و عشرت کی نظر میں ذلت اور غفارت سے بھتی ہیں۔

جب تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر کو کڑی میں پکڑ دیا۔ وہ اس وقت بھی اس کی آنکھوں میں غفارت کی جھلک باقی تھی تاریکی بھائی ہوئی تھی اس سے زیادہ بہت اک تاریکی جو ایک گھٹنہ مل جاتی، سرخ نصف پانچ بج چکا تھا اور بادل کے چھوٹے چھوٹے ستر ہو رہے تھے۔ گلائی جھڑپ پر سے گھر کھڑائی ہوئی گزر رہی تھی۔

راستہ بھر ڈاکٹر نے اپنی ہوی یا مرد لڑکے، بچہ کی کا خیال نہیں کیا بلکہ وہ لوگوں اور ان لوگوں کے متعلق سوچ رہا تھا جو اس گھر میں رہتے تھے اور جن کو اس نے ابھی خبر دیا تھا۔ اس کے خیالات غصہ، مہفانہ اور غم آرائی تھے، وہ لوگوں اس کی ہوی اور بیچھٹکی اور ان تمام لوگوں پر ملنے وطن کہنا ہوا جو اس گھر کی گلابی روشنی اور خوشبو میں رہتے تھے۔

راستہ بھر وہ ان سب پر غفارت اور نفرت کا اظہار کرنا لگا۔ یہاں تک کہ اس کے سر میں درد ہونے لگا۔ وقت گزر جاتا تھا کہ آفت کا غم بھی نہ رہا تھا۔ لیکن انسانی بیدردی کا تجربہ تمام عمر فراموش نہ ہو گا بلکہ قبر میں بھی ڈاکٹر کے دماغ کو چین نہ لینے دے گا۔

(جیوت)



نے جبر پر نشان کر دیا تھا کہ لوگوں کو علاج کرنے پر بھی کوئی تامل نہ ہوا آخر پندرہ سو سو سال صاحب حکم لکھنوی کی دہائیوں کو گھارے سے پوری صحت حاصل ہوئی قیمت (دج) آپ کے یہاں کی مشہور دہائی (نمبر پندرہ پر بھا) چھی (دھ) خورد (دج) طاقت کے لئے اور (نمبر سارسا) مصطفیٰ خان کے لئے (کیرے قیمت دج) المشر راج بہادر صاحب کا شہرہ صفت خاص مبارک۔

جہاں گیا لوٹا گیا میرے ایک دوست کی زور و

خبر گذار سے لے کر پریشان تھے بہت سے ناظمی ڈاکٹروں و کمیوں کے دروازے کھٹکا رہے مگر کوئی تامل نہ ہوا آخر پندرہ سو سو سال صاحب حکم لکھنوی، جیسا جیسا دکن کی دکن مال ہیں) و (نمبر سارسا) چھی (دھ) سے نجات حاصل ہوئی اور مجھے نادخوں سے بے تکلیف تھی (نمبر سارسا) صفت (دج) سے یہ کامل اچھا ہو گا محمد جیوس نظم صحت علاقہ قواب ناصر ناصر الدولہ

میرے ایک جاگیر دار صاحب دوست جو بے حد کمزور تھے اور ان کو کوئی اولاد نہ تھی اس کے لئے سکون رو بیکہ دو میں استعمال میں لگائی گئی تھی ہوا آخر پندرہ سو سو سال صاحب حکم لکھنوی کی ایک بار کردہ (نمبر پندرہ پر بھا) جس کی طرف تھی اخیاروں میں تھی اس کے استعمال سے صاحب اولاد ہو گئے قیمت شیشی (دھ) خورد (دج) جو ہر دغا خانہ میں ملتی ہے۔ المشر شخص

مظہر الدین مظہر ولسی تھا۔ یہ غلط غلط آقا

اگر آپ کو صحت کے لئے دوا

دوا کھاگے، انک لہ مال و جہاں سے تکلیف، تو پندرہ سو سال صاحب حکم لکھنوی، ایک بار کردہ (دھ) دوا کا (نمبر سارسا) استعمال فرمائیے کہ ایک میرے دوست کے دماغ اسی کے استعمال سے اچھے ہوئے تھی شیشی (دج) المشر تھیں سارا دیکھیں یہ سبیل موضع کرال قلعہ لکھنوی خلع محبوب بھر۔ طے پندرہ سو سال صاحب لکھنوی چوک میدان خاں چارنیا رحیدر آباد دکن

